

# الادب والسانیات

نصیر احمد خان

# اردو لسانیات

نصیر احمد خاں

ایم۔ اے (اردو) ایم۔ اے۔ (لسانیات) پی۔ ایچ ڈی۔

ایسوسی ایٹ پروفیسر  
جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

اردو محل پبلیکیشنز، نئی دہلی

© قدسیہ انجم

URDU LINGUISTICS

BY DR. NASEER AHMAD KHAN

اردو لسانیات

کتابت : مولانا عظیم الدین

پہلا ایڈیشن : مارچ ۱۹۷۰ء

تعداد : چھ سو

قیمت : Rs. 75.00

طباعت : جے۔ کے آفیس، پریس ہل

تقسیم کار :-

۱۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

۲۔ مکتبہ جامعہ ملیتی، اردو بازار، دہلی

۳۔ مکتبہ خازنِ سخن ترقی اردو ہند، دہلی

۴۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ

قدسیہ انجم کے نام

یہ کتاب اردو اکادمی دہلی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی

## دیباچہ

ہمارے یہاں لسانیاتی نقطہ نظر سے زبان کے مطالعے کا رواج بہت کم ہے۔ اس کی کئی وجہیں ہیں؛ اردو میں لسانیات کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ ہم اردو والے اس علم کی باقاعدہ تربیت سے محروم ہیں۔ جنہوں نے کلاسوں میں شیوہ گرفتار کیا ہے لسانیات ابھی ان کے مزاج کا حصہ نہیں بنی ہے۔ لسانیات کے نظریات اور تصورات کی پہچان اور اس کی سمت و رفتار کا اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے اصطلاحوں کی صوتی ہیئت اور مفہوم و معنی ثقیل و غیر فصیح اور جنہی سے لگتے ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم لسانی مسائل پر روایتی انداز فکر سے سوچنے کے عادی ہیں۔

ہمارے یہاں زبان کا سائنٹی فلک مطالعہ محض ایک رسمی سا فعل بن کر رہ گیا ہے۔ خانا یہی محرومیاں اکوٹا یہاں اور کمر دیاں بی جن کی وجہ سے لسانیاتی نقطہ نظر سے اردو زبان پر اب تک کوئی باقاعدہ کام نہیں ہوا ہے۔ ہمارے پاس نہ تو اردو کی ساخت کے تجربے پر کوئی معقول کتاب ہے اور نہ ہی اس کی کوئی وضاحتی قواعد سامنے آئی ہے۔ اردو زبان کی تعلیم و تدبیر کے مسائل اور تضاموں کی جدید کاری کے لیے اطلاقی لسانیات کے اصولوں اور نظریوں

سے استفادہ کیا گیا ہے اور نہ زبان کی کوئی جگہ صوتی نکتہ ہے۔ جدید ہے کہ اکیسویں صدی میں داخل ہونے والے کروڑوں انسانوں کی مادری زبان اردو پر سوائے پرانی اور وراثی انداز فکر کی حامل چند قریبوں کے اس کی تاریخ، تفسیر، آئندہ اورسانی در تعلق پر کوئی سیر حاصل مقالہ یا کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔

تاہم ادھر کچھ چند ہائیوں سے زبان کے سائنسی ملک مطالعے کی طرف کچھ رحمانی جڑا ہے جس کی نوعیت تجزیاتی توہنی اور اطلاقی ہے۔ اردو زبان و ادب کے مختلف موضوعات پر سمجھنے کی سوجھا جا رہا ہے۔ ان شعوری کوششوں سے یہ نتیجہ برآمد ہو رہا ہے کہ لسانیات اور اس کے اطلاقی پہلوؤں کو لے کر چند اہم قریبوں میں ملنے آئی ہیں۔ لسانیات کی بنیادی کتابوں کے انگریزی سے ترجمے ہوئے ہیں۔ زبان کی ساخت اور اس کے ادبی اسلوب کو لے کر توہنی اور تجزیاتی نوعیت کے مضامین لکھے گئے ہیں۔ اردو زبان کی تعلیم و تدریس اور سنت و غیرہ پر سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے تعاون سے کئی قابل قدر اضافے بھی ہوئے ہیں۔ اور کئی مرکزی و صوبائی اداروں اور یونیورسٹیوں میں لسانیات کے مختلف موضوعات پر تحقیق و تنقید کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

”اردو لسانیات“ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جو متن و متن منتقد ہونے والے قومی اور بین الاقوامی سیمیناروں اور کانفرنسوں کے لیے لکھے گئے تھے۔ چند مضامین ایسے بھی ہیں جن کے خاکے علمی شکل کے طور پر ترتیب دیے گئے تھے اور بعد میں اس کتاب کی خاطر انھیں مکمل کیا گیا۔ زیادہ تر مضامین غیر مطبوعہ ہیں یعنی انگریزی سے بھی ترجمہ کیے گئے ہیں۔

اس کتاب میں شامل مضامین تجزیاتی، توہنی، اطلاقی اور معلوماتی نوعیت کے ہیں۔ جنہیں موضوعات کے اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں لسانیات کے بارے میں ”کے عنوان سے معلوماتی نوعیت کا مضمون ہے جو خصوصی طور پر لسانیات سے دل چسپی رکھنے والے ان طالب علموں کے لیے لکھا گیا ہے جو اس علم سے متعلق اپنی غلط فہمیاں دور کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے حصے کے مضامین خاص تجزیاتی نوعیت کے

ہیں جس میں اردو کی صوتی ساخت اور تخلیقیاتی سطح پر اردو کے مرکب الفاظ کی ساخت کا تجزیہ ملتا ہے۔ اردو کی اہم بولی کو خنداری اور شہر پوتانی اردو کے صوتیاتی تجزیے بھی اس حصے میں شامل ہیں۔ تیسرے حصے کے مضامین میں پہلا ترجمے کی ٹیک نیک، اس کے مسائل اور مترجم کی ذمہ داریوں اور دشواریوں سے تعلق ہے۔ دوسرے اور تیسرے میں اردو میں علمی اصطلاحات کے ارتقاء کے جائزے کے علاوہ اصطلاح سازی کی ٹیک نیک اور روایت اور صوتی اصطلاحات کو اختیار کر کے ان کی توضیحات پیش کی گئی ہیں۔ چوتھا اور پانچواں مضمون اردو تعلیم و تدریس کے مسائل اور دوسری زبان کی حیثیت سے اردو سکھانے کے طریقے کا جیسے عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے کے آخری حصے کے تینوں مضامین مجموعی طور پر اردو رسم خط سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن میں اردو رسم خط اور اردو کے صوتی نظام کے درمیان باہم رشتے کی نوعیت، اردو حروف اور ان کی فونٹیکس اردو کا مصوقی نظام اور ہمارا رسم خط اور آخر میں اردو رسم خط سکھانے کے طریقے کا اسے بحث کی گئی ہے۔

اس مجموعے کی تیاری اور اس میں شامل مضامین کو تحریری شکل دینے میں کئی کرم فرماؤں اور بزرگ دوستوں کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ یہ حضرات ہیں جن کی مہنتوں نے مجھے علم و ادب کا نہ صرف شعور بخشا ہے بلکہ علمی مسائل میں اور علمی وسائل کے لیے ہر قدم پر میری رہنمائی کی ہے۔ یہاں پر ونیسر محمد حسن (جو اہر لال ہندو یونیورسٹی) اور ونیسر قمر بیس (دہلی یونیورسٹی) اور ونیسر قاضی عبدالستار اور پر ونیسر عبدالنظیم (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کے نام گرامی خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ میں ان حضرات کا ممنون کرم ہوں۔ ضعیف رضا خاں اور محمد شکیست جہا نیگری بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں کئی اعتبار سے میرا ہاتھ بٹایا ہے۔

نصیر احمد خاں

فروری ۱۹۷۷ء

جو اہر لال ہندو یونیورسٹی، نئی دہلی



# فہرست

## الف

- ۱۔ کچھ لسانیات کے بارے میں ۱۱

## ب

- ۲۔ اردو فونیٹکس ۶۷  
 ۳۔ اردو فونیم قسبیات ۸۸  
 ۴۔ اردو میں مرکب الفاظ کی ساخت ۱۰۵  
 ۵۔ کرختداری اردو کی صوتی ساخت ۱۱۳  
 ۶۔ شہرچی نامی اردو کی صوتی ساخت ۱۲۳

## ج

- ۷۔ ترجمے کے مسائل اور مترجم ۱۳۵  
 ۸۔ اردو میں علمی اصطلاحات کا ارتقا ۱۴۷  
 ۹۔ اردو میں اصطلاح سازی اور صوتی اصطلاحات کی تشریح ۱۶۹  
 ۱۰۔ اردو تعلیم و تدریس کے مسائل ۱۹۳  
 ۱۱۔ اردو سکھانے کا طریق کار (دوسری زبان کی حیثیت سے) ۲۰۱

## د

- ۱۲۔ اردو آوازی، محروم اور لائن کی ذہنی تخلیص ۲۱۵  
 ۱۳۔ اردو مصوتوں کا صوتی نظام اور بہار رسم خط ۲۳۵  
 ۱۴۔ اردو رسم خط کیسے سکھایا جائے ۲۴۷

الف

# کچھ لسانیات کے بارے میں

لسانیات کی تعریف کرتے وقت ہم اکثر اس جملے کا استعمال کرتے ہیں کہ "زبان کے سائنسی فنک مطالعے کا نام لسانیات ہے۔ یہاں قدرتی طور پر چارے ذہن میں چند سوال ابھرتے ہیں: زبان کے سائنسی فنک مطالعے سے کیا مراد ہے؟ زبان کسے کہتے ہیں؟ زبان کا مطالعہ کیوں کیا جاتا ہے؟ وغیرہ۔ جو شک یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم زبان کا مطالعہ کیوں کرتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی ہے کہ ہم آنکھوں کے ڈاکٹر سے پوچھیں کہ آپ آنکھ کا کیوں مطالعہ کرتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ آنکھ کے بارے میں ڈاکٹر اس لیے پڑھنا اور جانتا چاہتا ہے کہ یہ اس کی دل چسپی کا موضوع ہے۔ اس طرح وہ آنکھ کے اندرونی اور بیرونی نظاموں سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔ آنکھوں کے مختلف امراض کو سمجھتا ہے۔ امراض کی جزیات سے باخبر ہوتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ آپریشن یا چشمے کی مدد سے وہ آنکھوں کی دما دھ سے زیادہ جتنا داپس لاسکے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہم آج اپنے

آپ کو کس طرح ہزاروں انسانوں کی آنکھوں کی شکایات کو دور کرنے کے قابض بنا سکتے۔ لسانیات کے بارے میں ایسے حوالات کرنے والوں کے لیے اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ علم ہماری ذاتی دل چسپی کا ایک موضوع ہے جس کی مدد سے ہم زبان سے متعلق متعدد سوالوں کا اعتماد کے ساتھ جواب دے سکتے ہیں نیز زبان کیا ہے؟ یہ کہاں سے آئی اور کیسے آئی؟ لوگ اپنے خیالات کو ان گنت طریقوں سے کیوں پیش کرتے ہیں؟ دنیا میں کتنی زبانیں ہیں اور کیوں ہیں؟ زبانوں کے مآخذ کیا ہیں؟ ان کے مختلف ارتقائی منازل کو کس طرح بیان کیا جاسکتا ہے؟ دو زبانیں کن بنیادوں پر ایک دوسرے سے الگ کی جاسکتی ہیں؟ الفاظ کے کس طرح معنی بدل جاتے ہیں؟ کیا ہم زبان کے بغیر بھی صواب دے سکتے ہیں؟ وغیرہ

کسی زبان کی ساخت کو سمجھنا اتنا ہی پیچیدہ اور وقت طلب کام ہے جتنا انسان کے جسمانی نظام پر دسترس حاصل کرنا لیکن جس طرح ایک ماہر ڈاکٹر اپنے پیٹے سے متعلق بہت کچھ جانتا ہے، ماہر لسانیات بھی اپنے موضوع کی بیشتر اہم باتوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ یہ اس کا کام ہے کہ وہ ان عمومی اصولوں کو سمجھے اور اپنے مطالعے کا موضوع بنائے جو دنیا کی متعدد زبانوں کے وجود میں آنے کے باعث بنے ہیں۔ زبان کے بنیادی عناصر سرٹھی ہیں کی دلچسپی کا موضوع ہیں۔ وہ زبان کے آفاقی عناصر کی تعریف کر کے ہمیں سمجھاتا ہے کہ زبان کی ساخت کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں۔ ماہر لسانیات دو زبانوں کے درمیان کفرق کا پتہ لگاتا ہے اور اس کی جماعت بندی کر کے دونوں زبانوں کے بنیادی عناصر پر روشنی ڈالتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زبان کو موضوع بحث بناتے وقت کن کن نظریات سے زیادہ مدد لی جاتی ہے۔ اس کے لیے سے کسی شخص کی خاص زبان کا

سہارا لینا پڑتا ہے۔ وہ زبان کے عمومی اصولوں پر بھی انہماک رکھتا ہے۔ یہ اور ایسی تمام چیزیں، ایک اچھے ماہر لسانیات کے فرائض میں شمار کی جاتی ہیں۔ ایسے ممالک جہاں زبان کے مسائل بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، جیسے ہندوستان وغیرہ، وہاں کی لسانی صورت حال کو سمجھنے اور خاطر خواہ نتائج تک پہنچنے میں یہ علم ہماری کافی مدد کرتا ہے۔ بہر حال مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عمومی لسانیات کے بنیادی موضوعات، زبان کے مختلف مسائل، زبان کے آفاقی اصول اور اس کی ساخت کے تجزیے کے طریق کار ہیں۔ جب ہم اس علم کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ زبان کا مطالعہ روایتی انداز فکر سے بہت گہرائی میں منطقی دلائل کے ساتھ مکمل، منظم اور جامع و واضح انداز میں کیا جاتا ہے۔ اور ایسی انداز فکر کی بہت سی باتیں بحث طلب ہیں جن کا ذکر آگے آگے گا، لسانیات کا علم تو سچ بھی جدید علوم میں شمار کیا جاتا ہے۔

## زبان کے مطالعے میں روایتی انداز فکر :

آج ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ زبان کے مطالعے میں جدید رجحانات اور سائنسی فکر کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ کیا زبانوں کے مطالعے کے لیے اب تک ہر درجہ طریق کار نا کافی تھا؟ کیا قبل مسیح اور بعد کے سنوں میں زبانوں کی جو قواعد دی گئی تھیں وہ کبھی بھی تقاضے کیے اب تک ہم زبانوں کے بنیادی اصولوں اور ان قواعد کی حقیقت سے ناواقف رہے ہیں جن کا تعلق زبان کی ساخت، اس کے مکمل وراثہ سے ہے؟ یہ باتیں کسی حد تک درست ہیں کیوں کہ ہماری پچھلی روایتی قواعد میں زبان کے مسائل کو نہ واضح طور پر سمجھا سکیں اور نہ ہی ان کی مدد سے ہم ساخت کے نعروں

اور جامع اصول مہیا کر سکے کیوں کہ روایتی قواعد کی مطلوبات سے ہم مطمئن نہیں تھے اس لیے ایک ایسا علم وجود میں آیا جو زبان سے متعلق باتوں کو مدلل، مکمل، منظم اور وضاحت کے ساتھ سمجھا سکے۔ اسی علم کو لسانیات کہتے ہیں۔ لسانیات نے ہمیں یہ تصور دیا کہ زبان کا مطالعہ کس طرح کرنا چاہیے۔ اس نے زبان کی پیہ پیہ گیوں کو سلجھانے کے لیے ہمیں نئے نظریات و تصورات دیے۔ نئے طریق کار اور تجربے کی نئی ٹیک ٹیک سے بھی متعارف کرایا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زبان کی توضیح اور روایتی تھیوری کے متعدد عناصر اب تک ہمیں صرف ہنٹا کاتے رہے ہیں اور ان کے خلاف ایک رد عمل تھا جو لسانیات کے وجود میں آنے کا باعث بنا

اگر ہم لسانیات کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیں تو بلا تکلف کہہ سکتے ہیں کہ روایتی قواعد کی ترقی یافتہ شکل ہی لسانیات ہے جس کی ابتدا پہلی صدی کے اوائل میں ہو چکی تھی۔ روایتی قواعد سے ہماری مراد مختلف انداز فکر رکھنے والے لوگوں کے وہ خیالات ہیں جو ان کی تحریروں میں مختلف طریق کاروں اور قواعدی، اصولوں کی شکل میں بکھرے ہوئے ہیں بعض مغربی مفکرین کے خیالات کی بنیاد پر ہی روایتی قواعد کے تانے بانے تیار ہوئے ہیں جیسے ارسطو اور افلاطون کے سیاق جملے کی ساخت کے تصور پر مشتمل روایتی قواعد کے نظریات، اجزائے کلام کا تصور، جو اسٹوئک قواعد و نوں سے ماخوذ ہے، سنی سے متعلق نظریات جو عہد وسطیٰ کی دین میں، سترھویں صدی سے خد شدہ وہ اصول جو زبانوں کے باہمی رشتوں سے متعلق تھے، انٹارپول صدی کی انگریزی قواعد سے لیا گیا صحت زبان کا نظریہ اور پھر زبان کی گہرائی جیسے انیسویں صدی کے نقابوں کے مطالعے کی ایک ترقی یافتہ شکل کہ جاسکتا ہے۔

زبان ہمیشہ سے فلسفہ، منطق، مذہب، علم فصاحت و بلاغت، اندر میں زبان اور ادبی تنقید سے وابستہ رہی ہے۔ ان علوم کا شاید ہی کوئی ایسا منظر ہو

جس نے زبان اور اس کی قواعد پر اپنے خیالات کا اظہار نہ کیا ہو۔ زبان سے متعلق پرانے خیالات وسیع سیاق و سباق میں ملتے ہیں۔ انسان کی تہذیب اور روایات کی تاریخ شاہد ہے کہ انسان نے ہمیشہ زبان کی ابتداء کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کپلر بشریات CULTURAL ANTHROPOLOGY کی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قدیم سے قدیم کلچر میں زبان کا تصور ابتداء سے ملتا ہے۔ جیسے آدم، شیطان اور خدا کی گفتگو جس کا ذکر انجیل مقدس اور قرآن پاک دونوں میں آیا ہے۔ قدیم مصر کے عقائد کی رو سے متھوتھ THOTH نامی خدا بول چال اور تحریر کا بانی تھا۔ یا جیسے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے مطابق برہما نے آریہ تہذیب کو لکھنے کا علم دیا و پورو۔ مذہب سے زبان کے اس گہرے رشتے کی وجہ سے انسان کو مجبور کیا کہ وہ زبان پر خاص توجہ دے۔ زبان کو محفوظ کرنے کے لیے قواعدیں لکھی گئیں جیسے ویدک سنسکرت کی قواعد جو پانینی کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچی اور یہ صرف اس لیے ممکن ہو سکا کہ لکھن کی وانری वाणी کا تلفظ اور قواعد نہ بگڑنے پائے۔ چوتھی صدی ق م کی اس اشنہاد جہاں نامی قواعد میں سنسکرت زبان کی ساخت سے متعلق چار ہزار فقرے ملتے ہیں۔ اس درجہ مختلف صوتی اور صرفی و نحوی اصول سامنے آئے اور طریق کار تو عددی اصول و تصورات سے متعلق رجحانات کا ارتقاء ہوا جن میں سے بعض جدید لسانیات میں آج بھی استعمال ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے ہی قرآن اور عربی تعلیمات کی وجہ سے ممکن ہو۔ عربی کے مطالعے کو مادری اور غیر مادری زبان کے روپ میں اس لیے ترقی ملی کہ عرب، دور غیر عرب مسلمان صحیح طور پر قرآن پڑھ سکیں۔ جب قرآن کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے تو ادبی تفسیر اور سنت نویسی کو فروغ ملا۔ تلفظ کے متعلق بعض نئی چیزیں سامنے آئیں۔ عربی کے تاریخی جائزے نے تاریخی لسانیات کے تصور کو پیش کیا۔ غرض مذہبی نقطہ نظر سے زبان کے مطالعے نے زبان

کے علم کو کافی صحت مند چیزیں بہم پہنچائیں۔ یورپی مشنریوں نے بھی کافی تعداد میں مختلف زبانوں کی قواعدیں لکھیں۔ زبان پڑھانے اور زبان لکھنے کے طریق کار کو روشناس کرایا۔ انھوں نے قواعدی نقطہ نظر سے ہندوستان اور افریقہ کی متعدد زبانوں کے توسل سے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں بلکہ مذہب کے مبلغین نے چینی لسانیات کے مطالعے کو متعارف بھی کرایا اور اسے فروغ بھی دیا۔ نشاۃ الثانیہ کے عہد میں مذہبی نقل و حرکت نے بھی لسانیات کے باب میں چند اہم اضافے کیے۔ یہ تمام چیزیں علم لسانیات کے تاریخی پس منظر میں کافی اہم رکھتی ہیں۔

قدیم سے قدیم ترین زبان کا ہند کیا ہے؟ یہ سوال سب سے پہلے یونانی مفکرین کے ذہن میں پیدا ہوا۔ اس کا جواب ہندوستان، مصر، چین اور عرب جیسی پرانی ہندجہوں والے ملکوں میں اپنے اپنے طور پر دیے گئے ہیں۔ کچھ نے کہا ہے۔ یونان کے ایک مشہور تاریخدان ہیروڈوٹس (HERODOTUS) کی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ ساتویں صدی ق م مصر کا ایک بادشاہ یہ جانتا چاہتا تھا کہ دنیا کی قدیم ترین زبان کا ماخذ کیا ہے اس کے لیے اس نے گدھڑیے کے دونوں زائندہ بچوں کو ایک الگ الگ شلگ مقام پر اس شرط کے ساتھ باپ کی تحویل میں دے دیا کہ بچوں کے سانسے کوئی بھی لفظ منہ سے ادا نہ کیا جاسکے۔ اس کے پیچھے یہ خیال کام کر رہا تھا کہ جب بچوں کے بولنے کا وقت آئے گا تو ہر دونی مدد نہ ملنے کی وجہ سے یہ قدرتی طور پر ہند دنیا کے پہلے انسان کی زبان بولیں گے۔ دو سال بعد ان بچوں نے "بے کوس" (BECOS) دہراتا شروع کر دیا۔ اس کی اطلاع فوراً بادشاہ کو دی گئی۔ اس نے تحقیق کے بعد پتہ لگایا کہ فریگی (PHRYGIAN) زبان میں اس لفظ کو روٹی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جو پڑوس کی ہی ایک زبان ہے۔ اس سے بادشاہ نے قیاس کیا کہ دنیا کی قدیم ترین اور پہلی زبان فریگی ہی ہے جس کی جہذیب ہماری جہذیب سے بھی قدیم ہے۔ اس واقعہ کو ایک بھی



کہانی کہا جاسکتا ہے جو فرنگی قبیلے میں مشہور ہے کیوں کہ کوئی زبان اس طرح وجود میں نہیں آتی۔ ”بے کوس“ جیسی آوازوں کا خوشہ ایک بیڑ کی آواز سے مشابہ ہے۔ اس قسم کی دوسری بھی لکھائیاں زبان کی اجزائے کے بارے میں مشہور ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جرمن سب سے زیادہ قدیم زبان ہے۔ کیوں کہ یہ دوسری قوموں کی زبانوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جرمن زبان کو آدم نے ایدن ( ) میں

سب سے پہلے استعمال کیا تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پرانے زمانے میں زبان کے ماخذ اس کی ابتدا اور نفاذ پر کافی زور تھا۔ یونانی اور ماہطین عالموں کے یہاں زبان کی خصلت پر بھی، اعتبار نہیں ملتا ہے۔ زبان کے اس مطالعے کو ہم علم مسانیات کی ابتدائی شکل کا نام دے سکتے ہیں۔

تاریخی اعتبار سے سب سے پہلے جہیں یونان میں افلاطون کے یہاں مسانیات کے موضوع پر کچھ دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس کی سرگزشت الارار تصنیف کرے تائی لس CRYSTALLS میں کافی تفصیل سے زبان کی ابتدا، معنی کی خصلت اور الفاظ کے ماخذ پر اس کے خیالات قلم بند ہیں۔ اس نے الفاظ کے بارے میں بنیادی خیالات یہ پیش کیا ہے کہ وہ جو معنی ظاہر کر سکتے ہیں کیا ان کا چیزوں کی خصلت سے بھی کوئی تعلق ہے یا محض لفظ اور معنی کے درمیان اختیاری تعلق قائم کیا گیا ہے۔ وہ یہ قیاس بھی کرتا ہے کہ کیا زبان کی ساخت میں باضابطگی کے عمومی اصول وضع کیے جاسکتے ہیں یا وہ بے قاعدگی کی طرف ہی مائل رہتی ہے۔ گو کہ ارسطو اور اسٹوئکس ( STOICS ) نے بھی زبان کے بارے میں کافی اہم خیالات پیش کیے ہیں لیکن افلاطون کا مقام زیادہ بلند ہے۔ زبان کے بعد کے

FOUNT. ALL IS OF GRACE.

عالموں نے اسے باصلاحیت قواعد کا موجد قرار دیا ہے۔ افلاطون کے یہاں زبان کے بارے میں کافی منطقی

CONSCIOUS تصورات دیکھنے میں آتے ہیں خصوصاً اسم اور فعل کی

درج بندی کے سلسلے میں۔ ارسطو اور سٹوٹکس نے یونانی زبان کی ساخت پر مفکرانہ طور پر سوچا اسے جانچا اور قواعد کے تجزیے پر روشنی ڈالی قرین

جو اجزائے کلام PART OF SPEECH، حالت، تعداد، جنس اور زمانہ

جیسی درج بندیوں پر مشتمل تھی۔ انھوں نے اپنے پیش روؤں کے قواعدی نظریات میں قاصر خواہ صادق کیا ہے۔ ان مفکرین کے خیالات کو رومیوں نے سموی تبدیلی کے ساتھ قبول کیا اور پورے یورپ میں اپنی زبان لاطینی کے ذریعے ان قواعد کی کتابوں کی مدد سے متعارف کرایا جو بیسویں صدی سے پہلے کی گئی ہوئی تھیں۔ لسانیات کے اس شروع کے عہد کی بہت سی چیزوں کو جدید لسانیات کی تخیوری میں محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن اس فروع ہمارے یہاں جو کمزوریاں گھر کر چکی ہیں انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

سولہویں صدی کو لاطینی زبان کی ترقی کی سحران کہا جائے تو شاید بے جا ہوگا۔ چرچ کی مدد سے ایک طرف لاطینی کو فروغ ملتا دوسری طرف قواعد سے متعلق مختلف خیالات پروان چڑھے۔ روم میں شروع کے ایام سے ہی لاطینی کو پڑھانے کے لیے زبان کے مطالعے پر کافی زور دیا جاتا رہا۔ اس کی اچھی مثالیں چوتھی صدی عیسوی میں

VARRO اور AELIUS DONATUS اور چھٹی صدی عیسوی

میں PRISCIAN کے یہاں ملتی ہیں جنھوں نے لاطینی زبان

پڑھانے کے سلسلے میں مختلف رسائیں لکھے۔ اس عہد میں تلفظ پر خاص زور دیا گیا۔ قواعد کی یہ ترین کی جاتی تھی کہ یہ بھی طریقہ بولنے اور لکھنا سکھانے کا من ہے۔ تقریباً ہی باتیں یونان میں بھی تھیں۔ وہاں عام خیال یہ تھا کہ زبانیں تسلیم یا مت لوگوں کے ہاتھوں سنورتی اور محفوظ رہتی

ہیں۔ اور غیر پڑھے لکھے لوگ اسے خراب کرتے ہیں۔ زبان کی اصلیت کو قواعد کی مدد سے ہی محفوظ رکھا جاسکتا ہے کیوں کہ یہی واحد ذریعہ ہے جو زبان کو صحیح بنانے اور لکھنے کے اصول ہم تک پہنچاتا ہے دوسرے قواعد والوں نے نئی زبانوں کی قواعد لکھنے اور اس کی وضاحت کیے ہیں لاطینی کی قواعدی کتابوں کو نمونہ بنایا۔ یہاں تک کہ جب انکار ہو ہی صدی میں انگریزی کی قواعد لکھی گئی تو عالموں نے لاطینی قواعد کی روایتوں کو باقی رکھا۔ اور غائب بھی وجہ ہے کہ انگریزی کی ابتدائی قواعد پر لاطینی کی چھاپ نظر آتی ہے۔ ہر حال اس سے انکار مشکل ہے کہ اس دور میں زبان پڑھنے کے طریقے وضع ہوئے۔ ادبی مباحث قائم کیے گئے۔ زبان کی ابتدا سے متعلق نظریات کو فروغ ملا۔ فلسفیانہ نقطہ نظر جو یونانیوں کا خاصہ ہے اس پر بھی زبان کے مطالعے میں زور دیا گیا۔ لفظ و معنی کی بحث کو نئی جہتیں ملیں۔ فاعل اور فعل کے فرق کو واضح کیا گیا وغیرہ۔ بحیثیت مجموعی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس ابتدائی دور میں زبان کا مطالعہ فلسفیانہ انداز فکر کے زیر سایہ بہرہ و ان چرچہ رہا تھا۔ یہ دور عہد وسطی اور نشاۃ الثانیہ تک قائم رہتا ہے جس میں قواعد، علم مضامین و بلاغت اور کے ساتھ اپنے ابتدائی مراحل طے کرتی ہے۔

یہیں سے زبان کے استاد کی قواعد سے دل چسپی ختم ہونے لگتی ہے۔ اور عالم حضرت فلسفیانہ نقطہ نظر سے قواعد کے اصولوں کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مخفی ساخت کے اصولوں کی وضاحت بہرہ و زور دیا جانے لگتا ہے۔ اور لفظ کی ساخت اور معنیات جیسی چیزیں توجہ کا مرکز بنتی ہیں۔

تیرہویں صدی میں فلسفے کے عالموں کا زبان کی قواعد پر خاص رجحان تھا۔ ان کا خیال تھا کہ صرف فلسفی ہی قواعد کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ سکتے

اور سمجھا سکتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی تصور دیا کہ دنیا کی ایسی کوئی عالمی قواعد ضرور تیار کی جاسکتی ہے جس میں دوسری تمام زبانوں کی ساختیں پیش کی جاسکتی ہوں۔ اس قیاس کی بنیاد زبان کی فارم کے بجائے اصطلاح کے اصولوں LAW OF REASON پر تھی۔ ایسی قواعد مرتب کرنے کے لیے زبان کے لیے مجموعی اصولوں کے نظام کی تلاش ہوئی۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے عالموں کے یہاں لاطینی کو بنیاد مان کر مختلف مسائل زیر بحث لائے گئے جس سے قیاس آرائیوں کے اخلاقی قانون وضع ہوئے۔ سترھویں صدی میں اسے کافی وسعت ملی اور دو چیزیں خاص طور پر سامنے آئیں یعنی ساری انسانیت کے علوم ذہن اور REASON کی پیداوار ہیں، دوسرے ہمارے تجربات ہی سارے علوم کا سرچشمہ ہیں۔ اس دور میں فلسفیانہ نقطہ ہائے نظر کی بنیاد پر کثیر تعداد میں زبانوں کی قواعد کی مکمل گتیں جنہوں نے لسانیاتی تجزیے میں ہم عصر فلسفیانہ DISTINCTION کو متعارف کرایا۔ یہاں معنی کی فطرت کو دو طرح سے بیان کیا گیا یعنی ایک تو زبان پر دنی اعتبار رکھتی ہے اور دوسرے اس میں داخلی یا گہرے معنی پوشیدہ ہوتے ہیں۔

کچھ عرصے بعد لیب نزل LARSEN چند دوسرے عالموں کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے اس نے نئے علامتی نظام کی ترقی یافتہ شکل میں اپنے کو پیش کیا جو بقول اس کے علم کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اس حربہ بات پھر سامنے آئی کہ دنیا کی تمام زبانیں اصولوں کے یک خاص نظام میں سمیٹی جاسکتی ہیں۔ اس مسئلہ کی بنیادی پیچیدگی اٹھارھویں صدی کی رومانوی تحریک کے زمانے میں واضح طور پر سامنے آئی جس نے قدیم ترین تہذیبوں اور مقامی زبانوں کی طرف توجہ دینے پر مجبور کر دیا اور کسی بھی صورت کی ویسی زبانوں کا تصور پیش کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ

فلسفیانہ نقطہ نظر تو پس پشت چلا گیا اور ذہنی زبانوں کا ارتقاء، بھوں کے نظام میں تبدیلی، مختصر نویسی اور عالمی رسم خط کے تصور کو غذا پہنچنے لگی۔ سترہویں صدی کو ان موضوعات کا عہد کہا جاسکتا ہے جس میں ہم عصر سائنات سے توجہ بہت کم۔ موضوعات پر بحث و مباحثہ شروع ہو گئے۔

اور خاص توجہ اس طرف دی جانے لگی کہ ایک عامی تو مدنیارگن ممکن ہے یا نہیں۔ چوتھی صدی اور اس کے ہم خیال لوگ عقلیت پسندی

RATIONALISM

سے کافی متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کے خیال میں سائنات بنیادی طور پر تجربی اور ٹیک نیک کا ایک خاکہ ہے جس کی مدد سے انسانی ذہن کی سوتھ بوجھ پر دان چڑھتی ہے۔ اس طرح ان جیسے بہت سے ماہرین سائنات اس پر زور دینے لگے کہ سائنات

SCIENTIFIC PHILOSOPHY

کی ایک شاخ ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ہماری موجودہ سائنات کی تھیوری سترہویں صدی کے فلسفیوں کے خیالات سے ہی ماخوذ ہے ہمارے ماضی کے اس دور سے سائنات کے علم نے کافی استفادہ کیا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا ہمارے گزرنے کے باوجود سائنات زبان کے معاملے میں خالص سائنسی فکر انداز فکر کیوں اختیار نہیں کر سکی۔ اس کی شاید پہلی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بے تک ہم نے زبان کا مطالعہ دوسرے علوم کی مدد سے کیا ہے جیسے فلسفہ، مذہب، منطق، علم فصاحت و برکت، تاریخ، ادبی اسلوب اور تدریس زبان وغیرہ یہی وجہ ہے کہ روایتی طور عدسے زبان سے متعلق بہت سی باتیں ہم تک نہیں پہنچائیں۔ روایتی طور عدسے زیادہ تر احموں مکھی ہوئی زبانوں سے متعلق تھیں۔ بولی جانے والی زبانوں پر ہماری توجہ نہیں کے برابر تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم اپنے مباحث میں موتی منہ کو شامل نہیں کر سکے۔

حلقہ کے مسائل سے ہم تقریباً ناواقف رہے۔ جہلوں کی ساخت پر بھی چار  
توجہ نہیں کے برابر تھی۔ بولی جانے والی اور لکھی جانے والی زبانوں  
کے فرق سے روایتی قواعد نے بہن محروم رکھا جس سے ہمارے سترہویں  
صدی کے قواعد داں اور صاحب فرہنگیات واقف تو تھے لیکن ان کے تجربے  
کے اصول وضع کرنے میں وہ ناکام کہے جاسکتے ہیں۔ دوسری اہم وجہ  
روایتی قواعد میں زبان کی فارموں کے عمل اور تناسب دونوں کا بگڑی  
ہوئی شکل میں بیان ہونا ہے۔ بظاہر روایتی قواعد میں زبان کے حسب معمول  
اور عمومی استعمال کا بیان ملتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مخصوص رنگوں  
تک ہی محدود ہے۔ اس کی اچھی مثال یونانی رجحانات سے دی جاسکتی ہے  
جہاں روایتی قواعد داں اور فونت نویس مشہور مصنفوں کی تحریروں کو سید  
مان کر مثالیں دیا کرتے تھے۔ تیسری اہم وجہ میں ہم جمالیاتی رجحان کو  
لے سکتے ہیں جس کے تحت زبان کا مطالعہ کیا جاتا تھا یعنی یک زبان بہت  
اچھی ہے۔ اس میں استعمال ہونے والی آوازیں میٹھی ہیں۔ لفظ خوب  
صورت ہیں۔ ساخت متاثر کرتی ہے یا اس کے برعکس زبان بہت بری  
ہے۔ اس کی آوازیں میں کو خنکی ہے۔ ساخت واپیات ہے وغیرہ۔  
سودھویں صدی اور سترھویں میں زبان کے بارے میں اس طرح سوچنے  
کا انداز عام تھا۔ آج ہم ایسے خیالات کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ لسانیات  
کے اعتبار سے کوئی زبان اچھی یا بری نہیں ہوتی۔ ایسے خیالات کسی حد تک  
سماجی مسائیات میں تو بیان کیے جاسکتے ہیں لیکن خاص لسانیاتی  
نقطہ نظر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ سماجی لسانیات کے تحت دیہات  
کا لہجہ شہر کے لیے قابل قبول نہیں ہوتا اور نہ ہی ایک شہر کے لیے کا اطلاق  
پورے ملک پر کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہم کسی ایک جگہ کو برا کہتے ہیں تو اس  
کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنے میاں کو دوسروں پر حقو پہنچا رہے ہیں۔

لسانیات کی تاریخ میں ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ ہم بے عمر سے  
 تک گئے چلتے مساکین پر بھی اپنا وقت صرف کرتے رہے ہیں۔ ان میں  
 زبان کے مآخذ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جس کو جدید لسانیات  
 میں کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی شاید اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے  
 لسانیات کو ایک علاحدہ علم کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔ لسانیات کا دوسرے  
 علوم سے گہرا رشتہ ہے جیسے نفسیات، سماجیات، حیاتیات اور حسابیات  
 وغیرہ۔ ان علوم میں لسانیات کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن جیسا کہ ہم  
 جانتے ہیں کہ ہر علم کو اپنے داخلی ارتقاء کے لیے زیادہ ماحول یا خود مختار  
 مدت درکار ہوتی ہے تاکہ اسے اپنے اصول، اپنی تھیوری، اپنی ٹیک نیک  
 واضح کرنے کی آزادی مل سکے جو بد قسمتی سے تاریخی مطالعے کے لیے  
 انیسویں صدی تک اور عمومی مطالعے کے لیے بیسویں صدی تک لسانیات  
 کو میسر نہ ہو سکی۔ پچھلے پچاس سال سے اس علم نے خود مختار حیثیت  
 سے ارتقائی مدارج طے کیے ہیں اور آج ہم اس قابل ہو سکے ہیں کہ  
 لسانیات کو ایک سائنس کے روپ میں دیکھ سکیں۔ آج ماہرین لسانیات  
 اس علم کی دو طرح سے تعریف کرتے ہیں۔ کچھ عالموں کا خیال ہے کہ یہ علم  
 انسانی ذہن کی سائنسی پیداوار کا ایک حصہ ہے جسے  
 COGNITIVE  
 کی ایک ہم نشاخ کہہ سکتے ہیں۔ بعض عام لسانیات  
 PSYCHOLINGUISTICS  
 کو انسانی انہرخیوں کے عمومی مطالعے کا ایک حصہ بھی کہتے ہیں۔

## لسانیات بحیثیت ایک سائنس

کسی علم کو سائنس کہنے کے لیے تین چیزیں بنیادی طور پر دیکھی جاتی ہیں  
 یعنی صراحت، موضوعیت اور تنظیم یا باقاعدگی۔ ان کے بغیر سائنس کا

تصور نہیں ابھرتا۔ زبان کا سامنی ملک مفادہ انھیں زمین بنیاد ہی چیزوں سے عہد ہے۔ صحیح ہم زبان کو ایک سائنس کہہ سکتے ہیں۔ زبان کے حصے میں صرف لسانیات کی ضرورت کو مختلف بنیادوں کے تعلق سے دلچسپی

EXPLANATION

جاسکتا ہے جس اس علم کی بنیاد پر مخصوصیات ہیں۔ قواعد کی دلچسپی تجزیے کے مسائل کے گرد بھیجی ہوئی ہوتی ہے۔ ہم کہن بنیادوں پر کسی کوئی کوئی پاتے ہیں، ایک خاص کوئی کوئی ہی کیوں بنایا گیا ہے۔ کسی دوسری کوئی کوئی بنایا گیا دوسری کوئی پانے سے مختلف نتائج برآمد ہوتے ہیں؟ ان سوالوں کو پیش کرنے سے یہ مقصد ہے کہ اسے سوچتے یا سمجھتے میں وقت تک سامنے نہیں آسکتے جب تک ہم مختلف گروہوں کی مدد سے مسائل کو سامنے نہ لیں۔ زبان کے مطالعے میں وضاحت کی ضرورت کو مختلف مسائل کے تعلق سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ لسانیات کا تعلق مواد کی نوعیت سے ہے جو درجہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس علم کا خاص مقصد ان عمومی درجہ کی اصولوں کی وضاحت ہے جو زبانوں کی ساختوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کسی ایک فرد کی زبان کو لے کر اپنے مطالعے کا آغاز کرتے ہیں۔ اگر زبان کے دوسرے بولنے والوں کے یہاں کچھ فرق ملتا ہے تو ہم اپنے کام کو دوسرے بولنے والوں کی مدد سے آگے بڑھائیں گے۔ جب کہ ہم جانتے ہیں کہ لوگ ایک ہی زبان کو مختلف طریقوں سے بولتے ہیں، ان کے یہاں زبان کے صحیح، صحیح سمجھنے اور تسلیم شدہ مبیہ بھی مختلف ہوتے ہیں۔ لسانیات کی صورت کا مفہوم اگر ایک زبان سے متعلق تمام باتوں کی وضاحت کرنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم خاص مزاجی تبدیلیوں اور عمومی ساختوں کے اصول وضع کریں۔ اور ان سے متعلق اختلافات کی وضاحت کریں۔ اگر لسانیات کے نقطہ نظر سے کسی لفظ کے مختلف انداز میں استعمال ہونے کا جائزہ لیا جا رہا ہے جیسے دو میں پندیر اور پندیر، ایک ہی لفظ کا دو طرح سے استعمال



تو نہ جس کی ضرورت دو گنی ہو جاتی ہے اور نہ۔ ذرا ہو جاتا ہے۔  
 ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالیں جو اس دور سے تنہا سے مشتاق ہیں۔  
 مثال کے طور پر اگر ہم سوئے و سو کی نند کو سے کہیں رہے ہیں تو ہم مرد  
 و سو سے پوچھیں گے کہ وہ "پندیر" کا تعلق کیسے رکھتے ہیں۔ اس  
 کے لیے ہمارے ذہن میں دو چیزیں گھڑی گئی۔ پہلی کے تحت ہم غیر مناسب  
 دراز دروہ اختیار کر رہے ہیں۔ درسیق و سب ق کی حدود کو زیادہ سے  
 زیادہ وسیع کر دیں گے (سیاق و سباق سے یہاں مرد و سیاق و سباق  
 کا وہ ماحول ہے جہاں حفظ سنتوں پر اسے اہم رہا و سو سے پوچھیں گے  
 کہ وہ لفظ / پندیر کو غرضی طور پر کس حرت و کرتا ہے۔ پھر سے تھے  
 میں اسنتوں کے تعلق کو رکھیں گے۔ اور اس طرح کوئی۔ سنے ق کو کی جائے گی۔  
 یہاں کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارے ساتھ ساتھ ایک غرضی طور پر ہمارے  
 ہونے میں تو اسی صورت میں کبھی وضاحت سامنے آئے گی۔ اس سلسلے  
 میں دوسری شہرہ تحقیق میں۔ قاعدگی ہے۔ پندیر کے تعلق کو ایک رو  
 کرتے وقت ہم نے کبھی ہمارے دور پر لوگوں کا انتخاب کیا ہے یعنی ہم سے  
 اطلاع چندہ کوٹ وگ ہیں، کیا ہم نے اپنے مقصد کے لیے یوں ہی ایک  
 ہزار لوگوں کو لیا ہے؟ جو تہ پر تعلق کی حمایت میں نہیں کے مقابلے میں  
 ستر فی صد ہیں؟ کیا فی صد انرا معلوم کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟  
 ہم کم فیصد و سو کی کس طرح وضاحت کر دیں گے؟ کیا وہ سب غرضیہ  
 لوگ ہیں؟ کیا ان کا تعلق علی سوسر نمٹے سے ہے؟ کیا وہ پڑھے لکھے لوگ  
 ہیں؟ کیا وہ غریب ہیں؟ کیا وہ یہ ہیں جو ہندی بھی جانتے ہیں وغیرہ وغیرہ  
 زبان کے معاملے میں ہمیں ایسی چیزوں سے باخبر ہونا چاہیے جو ہمارے  
 تجزیے کو متاثر کر سکتی ہوں۔ ہمارے طریق کار یا سائنس چاہیے جو اس  
 کی وضاحت کر سکے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم تقابلی انداز فکر

کو اپنے من سے میں جڑ دیں۔ یہ وہ مدد دہی کار ہے جو مسائل کو حل کر کے زبان کی ساخت کی مجموعی تصویر ہمارے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

جیسے ہمارے یہاں تکلیفی قواعد IN NAIVE GRAMMAR کا ارتقا ہوا ہے، صراحت کی لسانیات میں اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ اسے ماہرین لسانیات زبان کے مطالعے میں بنیادی وصف قرار دیتے ہیں۔ اگر ہم یہ ذہن میں رکھیں کہ زبان انسان ہی کی دریافت ہے تو زبان کی کمزوریوں و خامیوں پر تنقید کر کے وقت ضائع کرنے کے بجائے ہم بہت سے دستوری و اصطلاحی مسائل سے بچ سکتے ہیں جو روایتی قواعدوں کی عادت رہی ہے۔ ہماری روایتی قواعدوں کی ایک بڑی کمزوری یہ تھی کہ ان کے یہاں تجزیہ کی کسوٹی اور سوچ کی فز، بھی میں وضاحت برائے نام ملتی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روایتی قواعدوں میں صرف غلطیوں ہی کی بھرا رہے بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر سطوے ایسے ہوتے تھے جن میں موافق اور واضح تفسیر ہی نہیں ہوتی تھیں۔ روایتی قواعدوں کے ذریعے ہم یہ ہیں سمجھ پاتے کہ جملہ جیسا ہے ویسا کیوں ہے؟ ایک لفظ تینز ADAPTS کہلاتا ہے اور دوسرا کیوں نہیں؟ ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ ایک لفظ تیسرے کیوں کہلاتا ہے۔ کیوں کہ یہ تینز ہے؟ جیسا جواب ہمارے ذہن کو مطمئن نہیں کر سکتا کیوں کہ ہر صحت مند ذہن کسی چیز کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔

زبان کے سائنسی فلک مطالعے میں دوسری اہم چیز باقاعدگی SYSTEMATICNESS ہے جسے صراحت سے بائبلک نہیں کہا جاسکتا۔ زبان کی ساخت کے متعلق منتشر خیالات، زیر بحث موضوع پر رد و جلی گرفت، قیاسی تفسیر، وقتی وضاحت، اصطلاحوں اور طریق کار کا غیر موافق استعمال جیسی چیزیں سائنسی فلک مطالعے کے ذیل میں نہیں آتیں۔

اصولی طور پر ایک ماہر لسانیات ن پتہ وہ ہے اپنے کو پہچانتے ہوئے ایک باقاعدہ انداز فکر کی مدد سے زبان کا مطالعہ کرتا ہے۔ ایف۔ این۔

فونڈیشن OF KIRAVONAI PA TERNS

کے من گرائی کتاب میں سائنٹی فک انداز فکر کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ ہماری سوچ و تلاش کے تمام پہلوؤں کی ایک باقاعدہ مستقیم فارم ہے۔ حقیقت میں یہی نظام لسانیات میں ظہور پذیر ہو چکا ہے جو ہماری عزیمتوں میں وضاحت کا ضامن ہے اسے ہم سائنٹی فک باقاعدگی کی بنیادی خصوصیت بھی کہہ سکتے ہیں۔ لسانیات میں ہم زبانوں کا مطالعہ کرتے ہیں جو انتہائی پیچیدہ ہوتی ہیں۔ ان میں آئے دن تبدیلیاں رونم ہوتی رہتی ہیں اس لیے اگر ہم زبان کا باضابطہ طور پر جائزہ نہیں تو عمومی نتائج تک پہنچنا ہمارے لیے تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

لسانیات کے مطالعے میں ایک اہم چیز یہ ہے کہ زبان کا تجزیہ کرتے وقت ہمیں ایک معیاری طریق کار PAGE THREE کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا انتخاب وقتی ہوتا ہے کیوں کہ زبان کے ہر مسئلے کو کسی ایک چیز کی مدد سے حل نہیں کیا جاسکتا۔ پھر بھی ہمارے طریق کار میں معیاری درست مندیوں کا ہمیں اتنے ہی کم مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ زبان سے متعلق کوئی چیز ترمیم کے قابل نہیں ہوتی بلکہ ہر چیز کا مطالعہ برابر کی اہمیت رکھتا ہے۔ ماہرین لسانیات اپنے تجزیہ کے طریق کار کا انتخاب مواد کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک ماہر لسانیات اپنی تحقیق کو بالکل نیچے سے شروع کرتے ہوئے پہلے تلفظ کے نظام کا تجزیہ کرتا ہے یعنی صوتیات جس کے تحت مصوتوں اور مصوتوں کا قیام عمل میں آتا ہے۔ وہ اپنے کام کو اس بنیاد پر آگے بڑھتا ہے کہ پرنٹ رکنوں اور زبان کے دوسرے پھیلاؤ کے ساتھ کس طرح

آتے ہیں۔ اس کے بعد الفاظ کی ساخت کا جائزہ لیا جاتا ہے اور پھر الفاظ کی اس ترتیب کا جو جملے بنانے میں معاون ہوتی ہے۔ آخر میں مختلف معنوں کا تجزیہ ہوتا ہے جو الفاظ اور جملوں کے مختلف خوشنوں کی شکل میں فی ہر ہوتے ہیں یعنی معنیات۔ یہ ایک طریقہ کار ہے جس کی مدد سے ہم مواد پر ایک خاص تباہ بند کی کوہر دے کارہستے ہیں۔ زبان کے مطالعے کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے جو آٹھ تک کافی مقبول رہا ہے۔ اسے پہلے مذکور طریقہ کا حصہ ہے اس کا کیا جاسکتا ہے۔ اس نفاذ کے ذریعے ہم زبان کے معنی کے مختلف پریشانیوں سے شروع کرتے ہیں جو الفاظ اور ان کے مختلف سلسلوں کے درمیان بچھڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے غوی یا صدفی ساپنے ہیں جو ان معنوں کو فی ہ کرتے ہیں اور پھر ہمارے قہر کارمرکز ساپنوں PATTERN کے مختلف ہوتے ہیں۔

باقاعدگی، خاص درمی کاروں اور صحت مند قوانین TRADITIONAL کے علاوہ دوسرے صوفوں کی بھی سفارش کرتی ہے۔ یہ ہر صفا کو پرکھنے کے لیے سخت تنقید پر بھی زور دیتی ہے۔ ہمارے کچھ برقعہ، باری شناخت صلاحیت، اور ہمارے فیصلوں یا رائیوں وغیرہ کو جو زبان سے یا زبان کے کسی یک حصے سے متعلق ہیں کی صحیح نشانہ بھی لکھی گئی ہے۔ بنیات کے سامنے فکر (APPROACH) میں ہمارے قیاسات کی کڑی جانچ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں معروضات (HYPOTHESES) کو سمجھنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا مقولہ STATEMENT ہے جو دو یا دو سے زیادہ تغیرات (VARIABLES) کے درمیان کے تعلق کی نشان دہی کرتا ہے جیسے اردو ساخت کے بارے میں ہمارے قہر کو فی معنی کے ہر گرامر مفہم آئے تو وہ فی ہر جاتا ہے یا جیسے خد کر ہتر، فہر سے پہلے ہتے ہیں وغیرہ۔ باقاعدگی (REGULARITY) کے تعلق سے قیاس

کو سمجھنے کے لیے یہ ناہم میں رہن چاہیے کہ جو اسے قیاس کی کڑی جہان پر ضروری ہے یہاں کڑی جانے کو وضاحت، باضابطگی اور عاقلانہ انداز فکر کے سنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہ کڑی جانے سے جس سے ہم سمجھتے رہے اٹھ کرتے ہیں۔

اسانیت کو سائنسی فکر میں لکھنے کے لیے تیسری اہم چیز موضوعیت OBJECTIVITY ہے۔ اس مفاد کی وضاحت کے لیے ہمیں دیکھنا بہت ضروری ہیں۔ اس مفاد کا اطلاق ہر طرح کی چھٹی چیزوں پر کیا جاسکتا ہے۔ تجزیہ کی ہر منزل پر یہ کڑی دیکھنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ تنقیدی جائزے کی وہ ضرورت پڑتی ہے جہاں اصولی طور پر ہم کسی مفاد کے بارے میں مشکوک ہوں اور ہم کسی تجزیہ کی شہادت تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ یعنی میں اپنے (PERSONAL) کو مزید بھیجوں۔

چاہیے۔ میٹری ہونے سے مراد ہے کہ جو ٹیک نیک ہم مستعمل کر رہے ہیں اس کی عمومی درستگی کے سبب قائل ہوں۔ دوسرے وہ ٹیک نیک ایسی جو عوام طور پر اسانیت میں استعمال ہوتی ہیں۔ اس کی مثال اسانیت کے ایک مروجہ طریق کار سے دی جاسکتی ہے جیسے عام اصطلاح میں قی حوثی (Hypothesis) کہا جاتا ہے۔ موضوعات کے مطالعے میں "واژوں

کی بنیادی اور دینی مشیتوں کا تعین" ہی طریق کار (HYPOTHESIS) کی مدد سے کیا جاتا ہے۔ یہ تو زبان میں متعدد و زبانی ہوتی ہیں لیکن ان کے اعتبار سے ان میں بنیادی کو دیکھنا کہ وہ کی ہوتی ہیں۔ یہ جان کاری ہیں نقلی جوڑوں (HYPOTHESIS) کی مدد سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اردو کے قیاس و خیال کو سمجھنے۔ یہ نقلی جوڑا بھی جانا ہے کہ اردو میں قی اور خیال دو ہی چیزیں ہیں۔ اس طرح تو جوڑوں کو ہم تک

میاہری ٹیک نیک کہہ سکتے ہیں۔ اس کی دوسری مثال لسانیات میں استعمال ہونے والے (TRANSFORMATION EQUIVALENCES) سے بھی دی جا سکتی ہے جو زبان کی ساختوں کے درمیان تعلقات کی وضاحت کرتے ہیں۔

سائنس میں محدودیت پر دوسری طرح غور کرنے کے لیے ہمیں اس کے اپنے تعارضی موضوعیت کے تعلق سے دیکھنا پڑے گا۔ یہ اپنی انتہائی شکل میں ایک طرح سے موضوعی انداز فکر کہلایا جا سکتا ہے جہاں حقیقی کا تجربہ اور مواد دونوں مکمل طور پر کسی سنبھ کے بارے میں اس کے اپنے نظریے یا "حساس" یا "چھٹی جس" سے ماخوذ ہوتا ہے۔ اس میں صحت منہ شہادت پر مبنی حوالوں کا فقدان ہوتا ہے۔ ایسے مطالعے کو ایک غیر حقیقی QUANTITATIVE DIMENSION قرار دیا جا سکتا ہے۔ اپنی تمام خوبیوں کے باوجود موضوعی حقیقی جہاں تک میاری سائنسی فکر طریق کار کا تعلق ہے، غیر سائنسی فکر کہلائے گی۔ اس کی خیال انگیزی صحت مند اور حلیم تو ہو سکتی ہے لیکن سائنسی فکر نہیں۔ اس طرح کی کئی خیال انگیز باتیں جن ہم زبان کے مطالعے میں استہان کرتے آئے ہیں، محدودیتی پر پوری نہیں اترتیں۔ موضوعیت غیر دلچسپ اور بے سود تو جسب کہلائی جا سکتی لیکن اس سے بھی انکار ناممکن ہے کہ وہ سائنسی فکر سوالوں کے مناسب جواب دینے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ ہم اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ زبان کا "موجد" خدا ہے لیکن صحیح شہادتوں کے ذمے کی وجہ سے سائنس کی دنیا میں اس اعتقاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

جہاں تک محدودیت (SENTENCE FINENESS) کا سوال ہے جہاں شہادتوں کو جو لسانیاتی مفروضہ قائم کرنے کے لیے ضروری ہیں انہیں اپنے کردار کے اعتبار سے اعتبار، وضاحت اور قطعی ہونا چاہیے۔ اسی

کو ہم ایک معیاری سائنسی فلک انداز فکر کہتے ہیں۔ اگر مواد صرف کار اور نتائج تینوں عام سطح پر مشاہدے کے قاب میں نہیں ہیں یا انھیں پرکھا نہیں جاسکتا تو ہم بجا طور پر انھیں تسلیم نہیں کر سکتے۔ لسانیات کی روسے جس مواد پر ہم نے اپنا مفروضہ قائم کیا ہے اسے زبان بولنے والوں کے صحیح استعمال پر مشتمل ہونا چاہیے۔ تجرباتی انداز فکر: EMPIRICAL (APPENDIX) مواد کے لیے سانچے تجویز کرتے ہیں جن کا صوتی صرفی تجویز معنوی اور دوسری کسی بھی سطح سے تعلق ہو سکتا ہے۔ کچھ سانچوں کی بنیاد پر ہیں اپنے مفروضے کا انتخاب کرنا چاہیے اور مزید مواد جمع کر کے ہیں اپنے تجزیے کی جانچ پڑتال کو برقرار رکھنا چاہیے۔ بولی یا لکھی ہوئی زبان سے اکتھا کیا ہوا مواد جو ہمارے مفروضے کی بنیاد بھی ہوتا ہے، عام اصطلاح میں کارپس (CARPUS) معیاری مواد کہلاتا ہے۔

سائنس کا بنیادی مقصد نظریے کا قائم کرنا ہے۔ نظریہ یا تھیوری حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس کی تفکیک ہی حقیقت کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس کا دوسرا نام مواد ہے۔ لسانیات میں "حقیقت" کا تصور ہی اس لیے ہے کہ اس کی مدد سے ہم زبان کو سمجھنا اور اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ زبان کیسے عمل کرتی ہے۔ ان چیزوں میں صرف نظریہ ہی معاون ثابت ہوتا ہے۔ نظریے یا تھیوری کے عام طور پر دو مفہوم لیے جاتے ہیں یعنی "تھیوری" سوائے قیاس کے اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی کوئی بھی بات جو کہے یقین سے مبہم احساس تک بکھری ہو یا ایسا خیال جس کے پیچھے باقاعدہ ذہن کام کر رہا ہو، لیکن لسانی تھیوری کا مفہوم اس سے حد ہے۔ اس کی کوئی جامع تعریف تو نہیں کی جاسکتی پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ نظریہ یا تھیوری مواد یا PHENOMENON کی وضاحت کا ایک نام ہے۔ ہم اس میں حقیقت

کے کچھ پہلوؤں کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ان کے بیان میں باضابطگی پائی جاتی ہے۔ لسانیات کے اعتبار سے تصوری کا مطلب ہے کہ ہم جس مواد کی وضاحت کر رہے ہیں وہ بولی یا لکھی جانے والی زبان پر مشتمل وہ جملے ہیں جیسے زبان کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں اس حقیقت سے بھی باخبر رہنا چاہیے کہ تصوری محض مواد کو اختیار کے ساتھ پیش کرنے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی مواد کے کسی خاص حصے کی وضاحت کا نام ہے بلکہ تصوری کا تعلق عمومی وضاحت سے ہے۔ ایک ایسی وضاحت جو تمام تر مواد کو ایک ہی ڈھانچے تک محدود رہ کر دیکھتی ہو۔ یعنی اسے بھی جس کی پہلے وضاحت ہو چکی ہے اور وہ مواد بھی جو آئندہ سامنے آنے والا ہے۔ تصوری کا مطلب یہ بھی ہے کہ یہ ایک ایسے سانچے یا نظام سے متعلق رکھتی ہے جس کے ذریعے مواد پیش کیا جاتا ہے اور وہ یہ پیش گوئی بھی کرتی ہے کہ ایک خاص نظام کے ذریعے مواد کے دوسرے مستقل سانچوں کی بھی اسی طرح تشریح ہو سکتی ہے۔

## لسانیات کی شاخیں اور اس کا دوسرے علوم سے رشتہ

لسانیات کا دوسرے انسانی علوم کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جن میں تاریخ، فلسفہ، سماجیات، نفسیات، حیاتیات، جغرافیہ، ویکپیوٹرسائنس وغیرہ خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ انہیں علوم کی رعیت سے ہم لسانیات کو مختلف شاخوں میں تقسیم کرتے آئے ہیں؛ جیسے سماجیاتی لسانیات، نفسیاتی لسانیات، کمپیوٹر لسانیات۔ لسانیات کی ان علوم سے رشتوں کی بنیاد اس امر کے پیش نظر قائم کی جاسکتی ہے کہ دنیا کا کوئی علم محض اپنی جگہ تکمیل نہیں ہے۔ ایک علم کا کسی نہ کسی طرح دوسرے علم سے کوئی تعلق



مذکور ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم لسانیات کو زبان کے سائنسی فلک مطالعے کا نام دیتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زبان جو کسی سماج کے افراد کا واحد صوتی علامتی ذریعہ ہے وہ اس سماج سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح لسانیات کا سماج سے براہ راست تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ سماج کی رعایت سے جب ہم زبان کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ سماجیاتی لسانیات کا موضوع بن جاتا ہے۔ زبان کے مطالعے میں بولنے والوں کی نفسیات بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ بڑوں کے مقابلے میں بچوں کے لسانی رویے الگ ہوتے ہیں۔ زبان پر غور توں کی نفسیات کا مختلف اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی شخص کو نئی زبان سکھاتے وقت جو مسائل سامنے آئیں گے وہ اس کے نفسیاتی مسائل کا نتیجہ ہوں گے۔ اس طرح نفسیات کے تعلق سے زبان کا مطالعہ نفسیاتی لسانیات کا موضوع بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ایک زبان مختلف علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ یہ علاقے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جہاں دوسری زبانوں کے بولنے والے بھی رہتے ہوں۔ قدرتی بات ہے کہ وہاں ایک زبان کا دوسری زبان پر اثر پڑے گا جس کے نتیجے میں کسی خاص زبان میں تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ ان تبدیلیوں کو علاقائی بنیادوں پر ہی پرکھا جاسکتا ہے۔ ایسے مطالعے کو ہم بولی جنراٹو کے نام سے یاد کر سکتے ہیں۔ جب زبان کے مطالعے میں، عداوہ شمار کی کارفرمائی نظر آجائے تو، یہاں مطالعہ شمار یا قی لسانیات کہلاتا ہے۔

زبان سے متعلق مسائل کی نوعیتوں کے پیش نظر لسانیات کو مزید چھوٹی جیٹی تقسیم کیا جاسکتا ہے جو اس طرح ہیں: تاریخی لسانیات، ثقافتی لسانیات، علاقائی لسانیات، تبادلہ قواعد و روشنی لسانیات، تاریخی لسانیات میں زبان کے ماخذ، ارتقاء اور تشکیل یا بازیافت سے بحث ہوتی ہے۔ ثقافتی لسانیات

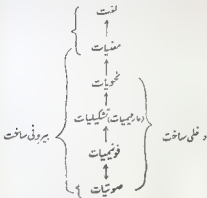
میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے باہمی رشتوں کی نوعیتوں کا جائزہ دیا جاتا ہے۔ تحقیقی لسانیات میں دو زبانوں کی ساختوں کے درمیان پائے جانے والے فرق کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اطلاق لسانیات میں زبان سیکھنے یا سکھانے کے طریقوں اور اسلوب کے مطالعے میں لسانیات سے مدد لے کر ان پر اس علم کے محققوں اور نظریوں کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ توضیحی لسانیات میں زبان کی ساخت کی توضیح پیش کی جاتی ہے۔

## توضیحی لسانیات

لسانیات کی اہم شاخوں میں ایک توضیحی لسانیات ہے بلکہ یہ کہنا شاید زیادہ مناسب ہو گا کہ یہی وہ بنیاد ہے جس پر لسانیات کے علم کا تقہر تعمیر ہوا ہے۔ توضیحی لسانیات میں زبان کی ساخت سے بحث ہوتی ہے جس کی نوعیت خالص توضیحی اور تجزیاتی ہوتی ہے۔ اس طرح ہم زبان کی ساخت کے تمام ایک و ختم کو باسانی سمجھ سکتے ہیں۔ زبانوں کی قاعدیں اس علم کے نظریوں اصولوں، قاعدوں اور تصورات کی مدد سے سمجھی جاتی ہیں۔ آج توضیحی لسانیات کا علم بھروسے پائے ناگزیر ہو گیا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ زبان مختلف آوازوں، ان گنت لفظوں، اور سبب شمار جملوں کا ایک باقاعدہ نظام رکھتی ہے جو ایک زبان سے دوسری زبان میں بدلتا رہتا ہے۔ اگر ذہن بھروسے صرف انے صوت کے مختلف انداز میں عمل پیرا ہونے سے تلفظ ہوتی ہیں۔ آوازوں کے سلسلوں سے، الفاظ تشکیل پاتے ہیں اور لفظوں کی مخصوص ترتیب سے فقرے اور جملے بنتے ہیں۔ یہاں آوازوں سے سے کڑیوں تک ہر جگہ ہمارا عمل، اختیار ہی ہوتا ہے جس سے ہم معانی و مضامین کا تسلسلہ کرتے ہیں۔ اس طرح ہم نے

دیکھا کہ ایک زبان آوازوں، لفظوں، جملوں و رموز کا ایک ایسا مجموعہ ہوتی ہے جہاں ہر سطح پر مخصوص نظام کا رفرنا ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر انہیں چیزوں کو ہم زبان کی ساخت کہتے ہیں۔ راہرٹ ہاں زبان کی ساخت کا فک کہ اس طرح پیش کرتا ہے۔



توضیحی لسانیات کی بنیادی دل چسپی کا موضوع ہی زبان کی ساخت ہے زبان کی ساخت کی رعایت سے توضیحی لسانیات کے مطالعے کو ہم مندرجہ ذیل حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔

۱. فونیامیات (Phonetics) یعنی زبان میں تلفظ ہونے والی مختلف آوازوں کی قویج اور ان کا تجزیہ

۲. فونیامیات (Phonology) یعنی زبان میں عمل کے اعتبار سے آوازوں

کی بنیادی اور ذیلی حیثیتوں کا تعین۔

۳۔ فونیم تقسیمیات (Phoneme) یعنی آوازوں کی مختلف رکنوں یا

لفظوں میں ترتیب و تقسیم

۴۔ ماریفیمیات (Morphemes) یعنی الفاظ کی تشکیل، عمل اور اقسام اور ان کی

ساختوں کا توضیحی و تجزیاتی مطالعہ

۵۔ مارفونیمیات (Morphonemes) یعنی مارفیموں کی تفکیک کے صوتی تیزت کا جائزہ

۶۔ فونیات (Phonics) یعنی لفظوں کی فقرہوں و فقرہوں کی جملوں میں ترتیب و

تقسیم و ان کی مطابقت

۷۔ معنیات (Semantics) یعنی الفاظ اور جملوں کے معانی اور ان کے سیاق و سباق

کا تجزیہ

۸۔ لفظیاتی (Lexical) یعنی زبان میں سرمایہ الفاظ و اس کی نوعیت وغیرہ

عام فونیات زبان میں تلفظ کی جانے والی آوازیں عام صوتیات کا موضوع

ہیں۔ وقت سے وقت کسے کہتے ہیں۔ وہ آوازوں کے تلفظ کے

وقت کس وقت عمل پیر ہوتے ہیں۔ ایک کے مقابلے میں دوسری آواز کو کس

وقت پہنچنا جاتا ہے۔ معنیوں اور صورتوں کے طریق ہائے تشخیص کیا ہیں۔

تفکیک کی بنیادوں پر ایک دوسرے سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ قطعہ در قطعہ

یہ قطعہ در قطعہ آوازوں کی تقسیم کے اصول کیا ہیں، لیکن بنیادوں پر تفکیک و زون

کی درجہ بندی کی جاتی ہے وغیرہ۔ ان تمام باتوں کا تفکیکی صوتیات (Phonetics)

حاط کرتی ہے۔ آوازوں کی بدولت کا تجزیہ بھی فونیات

صوتیات (Phonology) کا موضوع ہے جو ہونے والوں کے ہونے سے سننے

صوتیات کے مقابلے میں فونیات کی صورت زیادہ بڑی ہے۔



تسب بالسترہ اعضائے صوت کو ان کے مخصوص حلقوں کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی تلفظے ARTICULATOR اور مقامات تلفظہ POINT OF ARTICULATION۔ ان اعضائے صوت کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے حرکت کر کے تسلی آوازوں کو دے کر سکتے ہیں؛ جیسے ہونٹ اور دہری زبان، انوکھی زبان، زبان کا پتہ، زبان کا گلہ، درمیانی اور پچھلے حصہ اور زبان کی چڑا، گوا، فشتائی پردے، پنچا جھڑ اور برزمارہ۔ مقامات تلفظہ آوازوں کی ادائیگی میں حرکت یکے بنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں؛ جیسے دانت (وہری اور پچھلے) مسوئے (وہری اور پچھلے) اسٹوا سخت اور نرم) نالیاں امت ورناک کی، اور برزمارہ وغیرہ۔ (برزمارہ کو تلفظہ اور مقامات تلفظہ دونوں میں سے پہلے شامل کیا گیا ہے کہ یہ دونوں خصوصیات کا حامل ہے)۔ ہمارے اعضائے صوت مختلف انداز میں عمل پیرا ہو کر کس طرح تسلی آوازوں کو ادا کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کا الگ الگ جائزہ لیا جاتا ہے۔

ہونٹ: تسلی آوازوں کی ادائیگی میں ہونٹ چار حرا سے عمل کرتے ہیں یعنی باہم نہ کر، دہری سے کی شکل میں سکر، پیس کر اور پچھلے ہونٹ کے اوپری دانتوں کے ربط میں سکر۔ تو آوازیں ہونٹوں کے باہم شمسے تلفظ ہوتی ہیں انہیں دولبی آواز LABIAL SOUND کہتے ہیں؛ جیسے پ، ب، پچھ، بچھ، م، وغیرہ۔ دونوں ہونٹ دہری سے کی شکل میں آگے بڑھ کر گولائی دار یا مدور مسوئے (ROUNDED VOWELS) تلفظ کرتے ہیں؛ جیسے (ا، و، او، آ) وغیرہ ہونٹوں کے پچھلے سے غیر گولائی دار یا غیر مدور مسوئے (UNROUNDED VOWELS) تلفظ ہوتے ہیں؛ جیسے (ای، اے، آ، اے، وغیرہ) اگر پچھلا ہونٹ اوپری دانتوں کے ربط میں آکر کوئی آواز ادا کرے تو اسے صوتی اصطلاح میں

بد مثالوں کے لیے اردو زبان کی صوتی ساخت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔



اداکرتے ہیں: جیسے پ، ت، ک، ف، ر، د، س وغیرہ۔ بولنے کے ایک مخصوص انداز کو ہم کانالچوس یا گھسّر پھسّر کرنا کہتے ہیں۔ اس وقت غشائی پردے ایک دوسرے سے اس طرح مل جاتے ہیں کہ بولنے کے لٹکاس کا معمولی سا راستہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔

قالیاں: اعضائے صوت کے اعتبار سے ہم دونالیاں رکھتے ہیں: ناک کی نالی اور دوسری منہ کی نالی۔ اگر کسی آواز کو تلفظ کرتے وقت منہ کے بجائے ناک سے ہوا خارج ہو تو اس حرکت اور ہونے والی آوازیں، نفی (Nasal) کہلائیں گی! جیسے م، ن، یا ہا، ہوں، میں جیسے غاغہ کے آخری، نفی منہ سے نہیں ہونے سے غاغہ کی گئی ہے باقی آوازیں منہ کی نالی سے ہونے کے خرون کے ساتھ تلفظ ہوتی ہیں۔

آوازوں کی تقسیم میں حقیقی ذیلی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ حقیقی ذیلی کے اعتبار سے ہم اردو آوازوں کو مختلف درجوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ منہ کے راستے خارج ہونے والی ہوا اعضائے صوت کے عمل پر ہونے سے کسی رکاوٹ کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے کہیں رک جائے تو بندش (STOP) مصیبت اور ہوں گے جیسے پ، ت، ک، ف، ر، د، س وغیرہ۔ یہ بندش ہونٹوں سے ہے کہ صحت ملک کسی بھی جگہ ممکن ہے۔ ہوا مر کے گزرنے، ناک سے خارج ہو تو نفی (NASAL) مصیبت تلفظ ہوں گے: جیسے م، ن، وغیرہ۔ اگر ہوا سچے زبان پر گر کر پیدا کرتے ہوئے منہ سے خارج ہو تو رگڑ (FRICATIVE) مصیبت اور ہوں گے: جیسے ف، س، خ، ش، د، وغیرہ۔ اردو میں ایک حقیقی ذیلی یہ بھی ہے کہ ہوا کو زبان کے درمی سوڑوں سے مل کر زبان کی لہجوں سے خارج ہوتی ہے۔ اس طرح اور ہونے والی مصیبت بندر (ATRICAL) کہلاتے ہیں: جیسے ر، وغیرہ۔ خوب زبان کے بچے کی حرف م کو اور پری سوڑے سے ملنے ہونے ایک قہقہہ کے ساتھ ہوا کے خرون سے تشکیل دے (AFFRICATE) مصیبت تلفظ ہوتے ہیں: جیسے







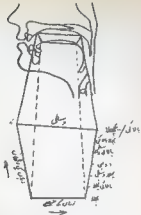
انھیں بے صوت کی مختلف انداز میں عمل پیرا ہونے کی بنیاد پر آد زوں کو دو بنیادی گروپوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی قسم مصوتوں کی ہے جن کی ادائیگی کے وقت ہونٹوں سے حق کے درمیان ہوا کا خروج کسی ایک مقام پر خلل انداز ہوتا ہے۔ یہ مداخلت بندش، گڑبگڑ یا کسی بھی شکل میں ہو سکتی ہے۔ ایسی آوازیں مینے کہلاتی ہیں جن کا مستقل ڈگر ویرا جیسا ہے دوسری قسم میں دھیر آد زیں آتی ہیں جن کی دھن میں منہ پر خیرکی لگاؤ یا مداخلت کے ذریعہ ہون ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر آد زوں کو مصوتے

(VOUELS) کہتے ہیں۔

مصوتوں کی ادائیگی میں چار اعضاء صوت پیدا کی کردہ دیکھتے ہیں یعنی ہونٹ، زبان، نچلا ہڈا اور ناک و منہ کی نالی۔ زبان کے اگلے درمیانی اور پیچھے حصے مختلف ڈگریوں میں اپنے حور پر ڈگر متقد مصوتہ لگاتے ہیں ہماری مدد کرتے ہیں۔ زبان کے حصوں کے اعتبار سے اگلے اور میانی اور پیچھے، اور حصوں کے مختلف ڈگریوں میں انھیں کی بنیاد پر مصوتوں کو باہائی (UPPER VOWELS) یا باہائی و سفلی (LOWER VOWELS) و سفلی

(HIGH VOWELS) یا نچلی و سفلی (LOWER VOWELS) باہائی کہتے ہیں۔

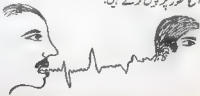
درپچھے کہتے ہیں مصوتوں کی ادائیگی کے وقت گڑبگڑ ہونٹوں ہوں تو وہ مدد دہندہ اور پیچھے ہونٹوں تو بغیر مدد دہندہ ہوں گے۔ یہاں گڑبگڑ سے خارج ہو تو سختی اور منہ سے خارج ہونے کی صورت میں ٹھیں سا دھ مصوتہ کہیں گے۔ ذیل کے جدول میں، اردو مصوتوں کی درجہ بندی ملاحظہ کیجیے۔



آوازوں کی درجہ بندی میں دو مزید آوازوں کا ذکر کرنا ضروری ہے جنہیں **نیم آواز** (DIPHTHONG) اور **نیم مصوتہ** (SEMI VOWEL)۔ طوائف مصوتوں میں ایک مصوتہ سے تلفظ شروع کر کے دوسرے پر ختم کیا جاتا ہے جس طرح ایک ساواہ مثلاً (او) بنتا ہے! جیسے اردو میں [آئی، آئی، آئی] اور [او، او، او] وغیرہ۔ ہم مصوتہ ایسی کو نہ کہہ سکتے ہیں جو مصوتہ اور مصوتہ دونوں کے خصوصیات رکھتا ہے۔ یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ لفظ میں کس طرح تلفظ ہو رہا ہے مثلاً کیا اور کیا میں بی کی گواہ نیم مصوتہ کا کردار ادا کر رہی ہے۔ مذکورہ بالا آوازوں، مصوتہ، نیم مصوتہ اور طوائف مصوتہ کو قطع در آواز (DIPHTHONG) بھی کہا جاتا ہے۔ انہیں بقول سے لگ کر کے لفظ دی جاوے۔ ہر نصرت یہی نہاں کیا سکتا ہے بلکہ ہر آواز اپنے طور پر تلفظ بھی ہو سکتی ہے جب کہ زبان میں انہیں آوازیں ہی ہوتی ہیں جو لگ

پر پانی تو جاسکتی ہیں لیکن تلفظ نہیں ہوتیں ! جیسے مسکوعیت (VOICING)، ہلاکت (ASPIRATION)، طوں (LENGTH)، الغیت (NASALIZATION) اور سرور (STRESS) اتصال (CONTACT)، تکرار (REPEATING) اور سرور (REPEATING) انہیں فرق نکالنے والا آواز ہے (SEGMENTAL SOUNDS) کہتے ہیں جو حرف یا ہر زبان میں پائی جاتی ہیں۔

سمعی فونیات (ACUSTIC PHONETICS) وہ علم ہے جو آوازوں کی ان ہر سے بحث کرتا ہے جو ہونے والے سے سے سے کر سنے والے کے کانوں تک پھیلی ہوتی ہیں۔ زبان میں استعمال ہونے والی آوازوں کا تجزیہ کرتے وقت مختلف آوازوں کی مدد سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ ایک آواز کس گونج کے ساتھ اور کس رفتار سے سفر کرتی ہوئی سننے والے تک پہنچی ہے۔ ایک ہونٹ مصنف کی / صغیری مصنف / رخ کے مقابلے میں نہ صرف اپنے ہر سے مختلف ہوگا بلکہ دونوں کی دلاستی (FLEXIBILITY) میں بھی فرق ہوگا۔ اسی طرح مصنف کے مقابلے میں مصنف ہر دو کے کرداروں کے اعتبار سے لگ ہوں گے، اسی طرح کے مباحث صوتی علم خانے میں مختلف آلات کی مدد سے پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ یہ آلات آواز کے بار بار سے بار بار فرق کی مباحث ہٹے جانے اور واضح طور پر پیش کرتے ہیں۔



سننے اور بولنے والوں کے درمیان آواز کی ہر دو کا  
اتصال سفر

## گوٹھی فونیمیات (AND TORY PHONETICS) میں سُننے واسے کے کا نو

کے اندرونی حصے میں حرج کام کرتے ہیں ان سے بحث کی جاتی ہے۔ کان کے اندر ایک پورامیکانگی نظام ہوتا ہے جو آواز کو قبضوں کرتے ہی حرکت میں آجاتا ہے۔ آواز جیسے ہی کانوں کے پردوں سے ٹکراتی ہے دماغ ایک خاص کیفیت کی شکل میں اس کو محسوس کرتا ہے۔ اس طرح ایک کے مقابلے میں دوسری آواز پہچانی جاتی ہے۔ کان کا اندرونی نظام ایک آواز کے مقابلے میں دوسری آواز کی جو شکل مرتب کر کے دماغ کو جس طرح اس کا حساس دلاتا ہے یا پوس کہیے کہ آواز کو سننے وقت ہمارے کان کے اندرونی حصے میں طرح عمل پیرا ہو کر دماغ کو اس آواز کی کیفیت کا حساس دلاتے ہیں۔ گوٹھی فونیمیات کی دلچسپی کا موضوع بن جاتا ہے۔ اس طرح ہم آواز کی تمام نزاکتوں اور ہارمونکوں کو معلوم کر لیتے ہیں۔



فونیمیات: اس علم کے تحت آوازوں کے عوامل کا تجزیہ کر کے ان کی بنیادی اور ذیلی شعلوں کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ زبان کے مٹھے میں اس کی ہیئت اس لیے ہے کہ یہ زبان کی ان گنت آوازوں کو ان کے بنیادی کردار کے مطابق سمیٹ دیتی ہے۔ فونیمیا کی تجزیہ میں چند اصول کار فرما ہوتے ہیں۔ پہلے ہم مواد کے طور پر زبان کے الفاظ کی اچھی خاصی تعداد دیکھا کرتے ہیں۔

بھینس تلفظ کی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کے ساتھ فونی رسم خط (PHONETIC  
(SCRIPTS) میں لکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہر ممکن آواز کو اس کے مخارج اور  
حرکت اور نیکی کے اعتبار سے ترتیب دے کر یہ پتہ لگاتے ہیں کہ اس کی زبان  
میں کب حقیقت ہے۔ اس کے لیے ہم قلی جوڑوں (MINIMAL PAIRS)  
سے مدد لیتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ دو آوازیں کے درمیان تضاد ہے کہ نہیں؛  
جیسے اردو میں غالب / ناقاب / ایک قلی جوڑ ہے۔ یہاں دونوں لفظ سوسا  
رٹا / و / رقی / مصمتوں کے ہم صوت ہیں اور انھیں کی وجہ سے دونوں لفظوں کے  
معنی بدل گئے ہیں۔ اس طرح رقی اور رٹا / ر دو کی بنیادی آوازیں ہوتی ہیں  
فونیمیاتی اصطلاح میں دو فونیم کہیں گے۔ یہی حرکت کا ہے جس سے زبان کے  
پورے صوتی نظام کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح جو بنیادی آوازیں ہمارے  
سلسلے آتی ہیں ان کی خارج و درخت اور نیکی کے اعتبار سے ترتیب کو زبان کا  
فونیمیاتی نظام کہتے ہیں۔

زبان کے فونی یا صوتی تجزیے میں عموماً تین مراحل میں استہاں ہوتی ہیں یعنی فون  
فونیم اور ذیلی فونیم (ALIOPHONS)۔ زبان میں تلفظ ہونے والی کسی بھی آواز کو  
فون کہا جاتا ہے۔ جب ان فونوں کی بنیادی اور ذیلی مشیتوں کا پتہ لگایا جاتا  
ہے تو یہ علی الترتیب فونیم اور ذیلی فونیم کہلاتی ہیں۔ ذیلی فونیم اس آواز کو کہتے  
ہیں جس سے لفظ میں معنی کے بجائے تلفظ کا فرق پایا جائے۔ مشہور امریکی  
ماہر فونیات پالنگ نے ان اصطلاحوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ تلفظ  
ہونے والی کوئی بھی چھوٹی سے چھوٹی ایسی آواز یا صوتی عنصر جو  
مواد کے طور پر استہاں کی جاسکے اور جس کا تجزیہ نہ ہو اور فون کہلاتی ہے۔  
کوئی بھی ایسی چھوٹی سے چھوٹی یا معنی آواز یا صوتی عنصر جس کی مزید تقسیم نہ  
ہو سکے کہ لفظ میں معنی کا فرق پیدا کر دے تو وہ فونیم کہلاتی ہے۔ ان کا رپاں میں  
پتہ لگانے کے لیے آوازیں ہی تضاد دیکھ پڑتا ہے جو اسی جوڑوں کی مدد سے لکھی ہیں۔

وہ آوازیں جن کے استبدال سے لفظ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہ ہو، ذیلی فونیم کہلاتی ہیں۔ ان ذیلی فونیموں کا مجموعی ہوا اس سے **COMPLEMENTARY DISTRIBUTION** (یا انگریزی میں **FREE VARIATION**) کہلاتا ہے؛ جیسے اردو میں ان کے ا، آ، ی، ای، اُ، اور ذیلی فونیم ہیں جو سب ترتیب کو نہی، تالوی اور غشائی مضموتوں سے پہلے آتے ہیں۔ (نٹڈا، پنچہ اور گنگا میں ان کی ذیلی شکلیں ملتی ہیں جو تکبیلی ہوا سے میں ہیں) اسی طرح ہندی میں ان کے آواز /ج/ اسی سے کی ذیلی شکل ہے جو آواز تبادلوں میں آتی ہے۔ جیسے زمانہ زمانہ (اردو کے یہ دونوں لفظ ہندی میں یک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں)۔

صوتی تجزیے کے وقت مخارج در طریقہ ادائیگی کے اعتبار سے زیادہ قریب آوازوں یا فونوں کو دائروں میں بند کر دیا جاتا ہے تاکہ انھیں دائروں کے مطابق آواز کے درمیان تغدد، تکبیلی ہوا سے اور آواز تبادلوں کے ذریعے ان کی نیچر یا ذیلی حیثیت کا پتہ لگا یا جاسکے۔ آوازوں میں تبدیلیوں کا جائزہ لینے کے لیے انھیں لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں پوزیشنوں میں دیکھا جاتا ہے۔ آوازیں اپنے ماحول سے متاثر ہوتی ہیں۔ اس لیے ہر آواز کے ماحول پر غور رکھنا بھی ضروری ہے۔ بالکل نے آوازوں کے تجزیے کے چند اصول مقرر کیے ہیں یعنی آوازیں تبدیلی کی طرف مائل ہوتی ہیں، آوازیں اپنے صوتی ماحول سے متاثر ہوتی ہیں اور آوازوں میں صوتی یکسانیت پائی جاتی ہے وغیرہ۔ زبان کے صوتی تجزیے کے وقت یہ اصول انتہائی کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ اور ایسے ہی اصولوں کی بنیادوں پر ہم کسی زبان کے فونی نظام کو فونیمیاتی نظام میں بدل دیتے ہیں۔

فونیم تقسیمیات : زبان کی اس سلسلہ پر ہم فونیموں کی الفاظ میں ترتیب، رنگوں کی ساخت، خوشروں کی قسمیں اور فونیموں کی تقسیم سے بحث کرتے ہیں۔



فونیم تقسیمات کی اصطلاح میں رکن (SYLLABLE) آواز یا آوازوں کا وہ  
 سلسلہ ہے جس میں محض ایک مصوتہ (VOWEL) تلفظ ہو۔ زبان میں اپنی ساخت  
 کے اعتبار سے مختلف رکن مل سکتے ہیں۔ رکن ایک مصوتہ پر بھی مشتمل ہو سکتا  
 ہے۔ وہ مصوتہ کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ مصوتوں پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے (آ)  
 ۱۶۴۱ (اب ۱۶۴۱) (عصر ۱۶۴۱) (کیا) (دیگرہ) (یہاں ۷ سے مصوتہ  
 VOWEL) اور ۷ سے مصوتہ (CONSONANT) (مرد ہے)۔ زبانوں میں یکے  
 سے کرپانچ رکنوں پر مشتمل لفظ مل سکتے ہیں۔ مصوتہ پر مشتمل ہونے والے رکن  
 کو کھلا رکن اور مصوتے پر رکن ختم ہوتا ہے۔ ہند رکن کہتے ہیں: جیسے ا، ک، پ،  
 (کھلا رکن) جب، سخت (ہند رکن) وغیرہ، خوشے (CLOSING) مصوتوں کے  
 ان سلسلوں کو کہتے ہیں جو پہلے درمیان کسی غلظت اندازی کے بغیر یک ہی رکن میں  
 تلفظ ہوں، جیسے اورنٹا۔ اس غلظت میں غلظت کو ایک مصوتی خوشے کہیں گے  
 زبانوں میں دوسرے کرچار مصوتوں پر مشتمل خوشے مل سکتے ہیں۔ خوشوں کی  
 تقسیم و ترتیب زبانوں میں پہلے پت مزاج کے مطابق ہوتی ہے۔ کچھ زبانیں  
 ایسی ہیں جہاں لفظ کے شروع میں مصوتی خوشے نہیں آتے: جیسے اردو، کی طرح  
 بعض زبانوں میں لفظ کے آخر میں خوشے نہیں آتے۔ یہی زبانیں بھی ہیں جہاں  
 مصوتی خوشے سرے سے ملتے ہی نہیں، جیسے ملیالم یا تیلگو وغیرہ خوشوں کی  
 بحث میں مصوتوں کی قسموں اور لفظ کی پوزیشنوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ  
 زبان کے تمام مصوتے ایک دوسرے کے ساتھ خوشوں کی شکل میں نہیں آتے۔ درند  
 یہ ہی سن ہے کہ وہ تمام خوشے لفظ کے شروع، درمیان، آخر میں آئیں۔ مصوتی  
 خوشے اور مصوتی سلسلے CONSONANT SEQUENCE میں بنیادی فرق یہ ہے کہ  
 ان میں نہ تو ایک ہی رکن میں اور مصوتی سلسلے کے مصوتے دو رکنوں میں تلفظ ہو سکتے  
 ہیں، آوازوں کی ترتیب و تقسیم میں زبان کے مزاج کو بہت بڑا دخل ہے۔ جس  
 طرح ایک کے مقابلے میں دوسری زبان میں مختلف آوازوں میں ملتی ہیں کی طرح

یہ بھی حقیقت ہے کہ زبانوں میں آوازوں کی ترتیب و تقسیم میں فرق ہوتا ہے مثال کے طور پر اردو میں /ڑ، ٹھ / مصحفے لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔ مختصر معنوں /س، د، ق / مصحفے لفظ میں یکے بعد دیگر سے نہیں آتے۔ یہ ممکن ہے کہ دوسری زبانوں میں ایسا نہ ہو۔ تو ختم تفسیرات میں ہم بھی پتہ لگاتے ہیں کہ زبان میں کون سی آوازیں کس آواز کے ساتھ لفظ میں کہاں آتی ہیں۔ اس طرح ہم زبان کے صوتی مزاج کو باسانی سمجھ سکتے ہیں۔ زبانوں میں زور (Stress) کا مطالعہ اس لیے اہم ہے کہ یہ زبان کے بچے کے تعلیم میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ دو یا دو سے زیادہ رکنوں پر مشتمل الفاظ میں اگر ہم ”زور“ پر غور کریں تو یہ بت چکے ہیں کہ پہلا رکن زیادہ زور کے ساتھ تلفظ ہو۔ یا چار رکنی لفظ میں دوسرے اور تیسرے کے مقابلے میں پہلا اور چوتھا رکن نسبتاً زیادہ ”زور“ رکھتا ہو یا پہلا رکن زیادہ کے ساتھ دوسرا اور تیسرا نسبتاً بہت کم اور چوتھا پہلے کے مقابلے میں زیادہ زور سے تلفظ ہو۔ کسی دوسری زبان میں صورت حال اس سے مختلف ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں وہ رکن زیادہ ”زور“ کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں جو ۱، ۱، ی، او، مصواتوں پر مشتمل ہو یا وہ رکن جو ساخت کے اعتبار سے c v c ہوں یا ایسے رکن جن کے آخر میں دو صحیحے آتے ہوں وغیرہ۔

ماہر فیما بینات: تو فیہی لہ نیات کی ایک ہم شاخ کا نام ماہر فیما بینات ہے۔ جو لہ کی ساخت سے متعلق تمام مسائل کا حل دے کر رہا ہے۔ لفظ کے ہوتے ہیں، وہ کس طرح تشکیل پاتے ہیں، ان کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں، سادہ (SIMPLE) پیچیدہ (COMPLEX) اور مرکب (COMPOUND) الفاظ میں کیا فرق ہے۔ ساخت کے عدد و عس کے اعتبار سے انھیں کتنے حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ سابقہ، لاحقہ کی ہوتے ہیں، یہ الفاظ کی ساخت میں کیا کردار ادا کرتے ہیں۔

لفظ اور دوسے یاوں سے (۲۰۰۲) میں کن بنیادوں پر فرق کیا جاسکتا ہے۔ گردانوں سے کیا مراد ہے۔ لفظوں کی ساخت میں تصریحی اور اشتقاقی عمل کیا جوتا ہے۔ کسی لفظ کو چھوٹے سے چھوٹے یا معنی حصوں میں کن بنیادوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ زبان میں لفظوں کی درجہ بندی کے کیا اصول ہوتے ہیں وغیرہ۔

مبارفیماتی تجزیے میں مارن (MORPH) مارفیم (MORPHEME) اور ذیلی مارفیم (ALLOMORPH) کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ امریکی ماہر لسانیات ٹامیڈل نے ان اصطلاحوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔ لفظ کا چھوٹے سے چھوٹا یا معنی حصہ جو ایک یا ایک سے زیادہ فونیمز پر مشتمل ہوا ہو کہلاتا ہے لفظ کے تجزیے میں اس کے اعتبار سے اس کی بنیادی در ذیلی حیثیت کا تعین ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں خبر، خبریں، خبروں، ایک ہی لفظ کے تین روپ ہیں۔ اگر ہمیں چھوٹے سے چھوٹے یا معنی حصوں میں تقسیم کی جائے تو تین مارن سامنے آئیں گے یعنی (خبر) ۱، (یں) ۲، (وں) ۳ اور (وں) ۴۔ جمع کا لاحقہ ذی علی حالت میں ڈیامرفیماتی تجزیے کے بعد یہ تین مارن دو مارفیموں میں بدل جائیں گے یعنی خبر ۱ اور این ۲۔ یہاں ۲۔ اول مارن ۱۔ میں ۱ کی ذیلی شکل ہے جو ذی علی حالت میں آتی ہے۔ کیسے ۱۔ در ۱۔ یا ۲۔ میں ۲ مارفیم کا ذیلی مارفیم ہوگا۔ در اصل ذیلی مارفیم، مارفیم کی بدلی ہوئی شکل ہوتی ہے جو، حوں یا قواعدی عنصر سے متاثر ہو کر وجود میں آتی ہے۔

لفظ اور مارفیم میں یہ فرق ہے کہ لفظ زبان کا چھوٹے سے چھوٹا یا معنی حصہ ہوتا ہے اور مارفیم کو لفظ کا سب سے چھوٹا یا معنی جز کہتے ہیں۔ مارفیم آزاد بھی ہو سکتے ہیں؛ جیسے قلم، کتاب، چاند وغیرہ وہ پابند (Bound)

بھی؛ جیسے کتابیں ہیں ۱۔ میں ۲، جمع کا لاحقہ ۳۔ پابند مارفیم اپنی جگہ کو ہی ہمت نہیں رکھتے بلکہ جب لفظ میں جڑ جاتے ہیں تو پابندی ہو جاتے ہیں۔ لفظ آزاد ہوتا ہے اور دو آزاد یا دو سے زیادہ پابند مارفیموں سے مرکب بن سکتا ہے۔

لیکن مارفیم یا آزاد ہو گا یا پابند اور پس۔ زبان کے سالتے اور لاسلتے پابند مارفیموں کی خبر مست میں شمار ہوتے ہیں۔ مارفیمات میں ایک لفظ کو تو مارفیم کہہ سکتے ہیں، لیکن اگر مارفیم آزاد میں ہے تو اسے لفظ نہیں کہہ سکتے۔ لفظ کو ساخت کے اعتبار سے تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے یعنی سادہ، پیچیدہ اور مرکب۔ سادہ لفظ آزاد مارفیم پر مشتمل ہوتا ہے؛ جیسے خط، صبح، کرسی، تاج وغیرہ۔ بغیر مزید با معنی حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری قسم پیچیدہ لفظ کہہ سکتے ہیں جن کی ساخت ایک آزاد اور ایک یا ایک سے زیادہ پابند مارفیموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ جیسے: بے پردہ (بے + پردہ)، لاجورث (لا + وارث)، قومی (قوم + قومی) وغیرہ۔ ان لفظوں میں مارفیمات کی رو سے آزاد مارفیم کو مادہ اور پابند مارفیموں کو سالتے یا لاسلتے کہیں گے۔ تیسری قسم میں مرکب لفظ کہتے ہیں جو ساخت کے اعتبار سے دو آزاد یا دو آزاد اور ایک یا ایک سے زیادہ پابند مارفیموں پر مشتمل ہوتی ہے؛ جیسے ڈاک خانہ (ڈاک + خانہ)، ستم ظریف (ستم + ظریف + ی + ان) وغیرہ۔

پابند مارفیموں کو تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ یعنی سالتے (PREFIX)، لاسلتے (SUFFIX) اور وسطیہ (INFIX)۔ ان میں سالتے آزاد مارفیم کے شروع، مانتے آخر اور وسطیہ درمیان میں ستموں ہوتے ہیں؛ جیسے بے شرم، قوی و متمثل وغیرہ۔ مارفیماتی مطالعے میں، دے (ROOT) کی ساخت و رسم کی بناوٹ کا تجزیہ جبری اہمیت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں، دے کی بناوٹ کے عمل کو دیکھیے جو کئی طرح کے ہیں: مادے میں سالتے یا مانتے کا جز کر لفظ بنا؛ جیسے ناکام، بے خبری وغیرہ۔ ایک مادے کو دہرا کر لفظ تشکیل دینا؛ جیسے بار بار، ساتھ ساتھ وغیرہ۔ مادے میں داخل تبدیلی مانا؛ جیسے کاٹ، اگت، اگت وغیرہ۔ دو یا دو سے زیادہ مادوں کو جوڑ کر لفظ اختراع کرنا؛ جیسے رقص گاہ، دوٹھا بھائی وغیرہ۔ ایک مادے کی شکل

بدل کر اسے دوسرے معنی میں استعمال کرنا ! جیسے جانا گیا، ایک - پہلا وغیرہ۔  
 مادے کی ساخت کی بنیاد کے لغو امل کو حسب ترتیب الحاقی (AFFIXATION) عکس (REDUPLICATION) و دخل تبدیلی (INTERNAL CHANGE) مرکبات (COMPOUNDING) در غصب (SUPPLETION) کہتے ہیں۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ مادہ لفظ کے اس حصے کو کہتے ہیں جس کے لفظ کی بنیاد میں مرکزی حیثیت ہو۔

نحوی زمروں کا (GRAMMATICAL CATEGORIES) کا تجزیہ بھی ماریفیات کی دلچسپی کا موضوع ہے جو اسماء، صفات، افعال اور ضنائر وغیرہ جیسے الفاظ میں تبدیلیاں لاتے ہیں۔ یہ زمرے تقریباً (INFLECTION) اور انتخابی (SELECTION) ہو سکتے ہیں۔ انہیں جنس، تعدد، حالت، زمانہ، شخص اور کیفیت جیسی اصطلاحوں سے پکارا جاتا ہے۔ زبانیں انہیں ساختیاتی خصوصیات کے اعتبار سے ان میں رد و بدل کرتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے ان کو ذمیتیں بدن جاتی ہیں ! مثلاً سنسکرت و جرمن زبانوں میں تین جنس (GENDER) ملتی ہیں یعنی مذکر، مؤنث اور NEUTRAL لیکن اردو میں صرف مذکر اور مؤنث ہی رائج ہیں جو مادے میں شتقاقی عمل سے ظاہر ہوتی ہیں : جیسے / لڑکہ / ایک مادہ ہے اس میں / ا - / کا اضافہ کر کے مذکر / لڑکے / اور / ی - / جوڑ کر مؤنث / لڑکی / بنائے ہیں اسماء، ضنائر، صفات و افعال وغیرہ اردو کے ایسے الفاظ ہیں جہاں جنس کی تفریق ملتی ہے۔ تمیز اور فجائیہ میں بھی جنس کا فرق دیکھا جاسکتا ہے ! جیسے : اسے، اری وغیرہ۔ نحوی زمرے کی دوسری قسم تعدد (NUMBER) ہے۔ دنیا کی زبانوں میں اس کی چار قسمیں ملتی ہیں یعنی واحد، دوئم، سوئم و جمع۔ لیکن اردو میں صرف دو ہیں : واحد و جمع جنہیں تصریفی رجحانوں سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اردو، اسماء و صفات میں جنس و تعدد دس گونہ ظاہر ہوتے ہیں۔ دوسری طرف افعال اور اسماء، حالت، کیفیت، زمانہ و شخص جیسے نحوی زمروں کے

ساتھ آتے ہیں۔ اسی طرح باقی نحوی زمرے ہیں جن کی ساخت اور عمل کا توضیحی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ساخت کے علاوہ عمل کے اعتبار سے بھی لفظوں کو مختلف درجوں میں بانٹا جاسکتا ہے: جیسے صفات، ضمایر، افعال، فعل امدادی، تہیز، ربطیہ، جنائے اجابہ موخر اور حرف (PARTICLE) وغیرہ۔ مارییات کی روشنی میں ان کی ساخت کی توجیح پیش کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو، سما کو نیچے جو مصنفوں اور مصنفوں پر رحم ہوتے ہیں اور علوانا انھیں کے مطابق ان میں تھمر لینی عمل ہوتا ہے۔ ہنسی، اسما پر اس اصول کا اطلاق نہیں ہوتا: جیسے چاند، سورج اور گنگا وغیرہ۔ یہ استثنا کی مثال ہے۔ اسما نقد اور وقت کے تعلق سے بھی گردان کرتے ہیں۔ سما اپنی جنس کے اعتبار سے مختلف اشتقاقی شکلیں رکھتے ہیں لیکن ہنسی، اسما اس فرق کو لگ لگائوں سے ظاہر کرتے ہیں: جیسے مرد (مذکر)، عورت (مونث) وغیرہ۔ الفاظ کی درجہ بندی میں اس بات کی ضرورت رکھا جاتا ہے کہ وہ ساخت اور عمل کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں مثلاً اردو اسم کے مادے افعال کے مادوں سے اس لیے الگ ہیں کہ ان میں نحوی زمروں کے اعتبار سے تھمر لینی عمل کی نوعیت الگ ہے۔ زبانوں میں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں کہ ایک درجے کے الفاظ سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے دوسرے درجے کے الفاظ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اردو میں متعدد ایسے اسماء ہیں جن کے مادے افعال، صفات اور ضمائر کے مادوں سے ماخوذ ہیں اور مختلف جزاء کے استہان سے اسماء کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح ردو صفات کی توجیح دیکھیے۔ اردو میں صفات کی دو بنیادی کھسیں ہیں یعنی تھمر لینی اور غیر تھمر لینی۔ نحوی اعتبار سے صفات کو الفاظ کی ایک ایسی قسم کہا جاسکتا ہے جن کا اسمائی فقروں میں براہ راست تعلق سرفظہ (فعلیہ) سے ہوتا ہے۔ اسماء کی طرح یہ بھی جنس، تعدد اور حالت کے مطابق

گردان کرتے ہیں۔ گردانی شکلوں کے اعتبار سے ان کی مزید ذیلی کلاسیں ملتی ہیں۔ اسمائی فقرہ میں الفاظ کی تقسیم کے تعلق سے صفات کو چار گروہوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اسمائی فقرے / یہ میری ایک اچھی کتاب / کو لیجیے۔ اس فقرے میں چار صفات آتی ہیں جو اسم کتاب سے تعلق رکھتی ہیں صفات کی یہ چاروں قسمیں حسب ترتیب کیفیت (QUALITATIVE) (اچھی) اور کمیت (QUANTITATIVE) (میری) (PRONOMINAL) اور اشاری (DEMONSTRATIVE) کہلاتی ہیں۔ صفات کے اپنے مادے ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی اسماء، افعال اور مفعول کے مادوں میں مختلف مادے اور مادے جوڑ کر بھی صفات بنائی جاتی ہیں۔ اردو میں مرکب صفات بھی ملتی ہیں۔ اسی طرح الفاظ کے دوسرے درجوں کی بھی ساخت درجوں کے اعتبار سے توضیح پیش کی جاسکتی ہے۔

مارنیمائی نقطہ نظر سے الفاظ کا تجزیہ کرتے وقت چند باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ پہلا بنیادی سوال یہ ہے کہ تجزیے کے لیے سو وکس طر تہ کیا جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بوزبان ہم جانتے ہیں ان کے الفاظ کو مختلف کلاسوں اور ساخت کے اعتبار سے مختلف شکلوں میں ترتیب دے کر ان کے حاشیہ تجزیہ ہونے والی زبان کے الفاظ کو تمام صوتی باریکجوں کے ساتھ ریکارڈ کر لیا جائے۔ اس کے بعد تقابلی کی محکمت عملی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مواد کے طور پر تجزیہ کیے ہوئے الفاظ کو چھوٹی سے چھوٹی بامعنی اکائیوں میں تقسیم کر لیا جائے۔ اس طرح مواد کو مختلف مارفوں (MORPHS) میں بانٹ کر ان کی بنیادی اور ذیلی حیثیتوں کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ اگر مارن ایک دوسرے میں تضاد رکھتے ہوں تو مارنیم اور گروہ تقیسی بنوار سے یا از قبیلہ میں ہوں تو ذیلی مارنیم کہلائیں گے۔ مارنیوں کی ساخت کا جائزہ لینے کے بعد ان کے نحوی مواد کا پتہ لگا کر ان کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ اس طرح ہم





ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے اور ہر وجود کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔ لفظ کی تشکیلات کے وقت جو صوتی تیزت ہوتے ہیں ان کی بھی کوئی وجہ ہوتی ہے جس کی توضیحات ہم مارتونیات میں پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر لفظ کی تشکیلات کے وقت کبھی کبھی ایک آواز کا مادے اور لفظ کے درمیان اضافہ ہوتا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ مادے کی بحری اور لاسقہ کی پہلی آواز کا جوڑ رہا کے صوتی مزاج کے مطابق نہیں ہوتا یا ان کو ایک سلسلے میں تلفظ کرنے میں وقت ہوتی ہے (کیونکہ زبان سہل پسندی کی طرف مائل ہوتی ہے) مثلاً اردو کے ایک لفظ / اٹھارہ / کو لیجیے جو آٹھ اور - را (دس کا لفظ) کا مجموعہ ہے۔ یہاں مادہ / آٹھ / اور لاسقہ - را کے درمیان - ا - / موصوفے کا اضافہ غالب اس لیے ہوا ہے کہ ان کے کب آٹھ / کا تلفظ اردو میں مشکل ہے۔ ایسی ہی توضیحات سے مسائل کی تفہیم ہوتی ہے اور وہی مارتونیات کا موضوع ہے۔

زبان کی ساخت ایک پیچیدہ عمل ضرور ہے لیکن اس کی بناوٹ کا ایک نظام ہوتا ہے اس لیے ہیں زبان کے لفظی م کی پیچیدگیوں و نزاکتوں کو سمجھنا چاہیے۔ زبان کی ساخت کے تجزیے اور توضیحات کے بعد ان نزاکتوں اور پیچیدگیوں کی وضاحت اور صورت کرتے ہوئے ایسے اصول مرتب کر دیے جاتے ہیں جن کا حقیقی پوری زبان پر ہوتا ہو۔ یہاں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارے وضع کردہ قاعدے اور اصول فطری و منظم ہوں ورنہ تجزیے کی تفہیمیں ہمارے مطالعے کو دھندلا دیں گی۔

**توضیحات:** زبان میں آوازوں سے مارتونیات اور مارتونیوں سے لفظ کی تشکیلات پاتے ہیں۔ بالکل سی طرح لفظوں سے فقرے اور فقروں سے کلمے اور جملے بنتے ہیں۔ یہاں آواز سے کہ جسے تک ایک ہی ص تر تیب کا فرما جاتی ہے۔ ہر زبان اپنے مزاج اور کردار کے مطابق ان ترتیبوں کی جائز دیتی ہے۔ جب یہ ترتیب اپنی خصوصیات کے اعتبار سے موضوع بحث ہوتی ہیں تو توضیحات کے مطالعے کا موضوع بن جاتی ہیں۔

در اصل لفظوں کی فقروں میں در فقروں کی تھیں در جیسے میں ترتیب، ان کی ہم  
مطابقت (AGREEMENT) اور لچولی طور پر جملے کی ترکیب یا تعمیر ساخت  
(CONSTRUCTION) غویات کے صل موضوعات ہیں جو یک زبان سے دوسرے

زبان میں بدلتے رہتے ہیں، لفاظ درجہ بندی کے اعتبار سے اسم، صفت، تفسیر،  
ضمیر اور فعل وغیرہ جیسے نام رکھتے ہیں، اور زبانوں میں اپنی ساخت، استعمال و  
عمل کے اعتبار سے یہ اپنے اپنے طور پر الگ پہچانے جاتے ہیں، یہاں جیسے کی توسیع  
بھی جاری و فہمپس کا موضوع بنتی ہے، جملے میں خود کو کوئی بھی ترتیب ہو، باہم مطابقت  
کی نوعیت کہی بھی ہو در کسی طرح کی توسیع ہو، جملہ یا اس کی تعمیر ساخت یا ترکیب اس  
وقت تک ممکن نہیں ہوگی جب تک وہ کسی خاص کو پورے طور پر پیش نہ کرے، مثال  
کے طور پر / امد جانا ہے / ایک ممکن جملہ ہے اس میں خبر کے طور پر ایک خیال پیش کیا گیا ہے،  
پچھلے تین لفاظ یعنی، ہم، فعل اور فعل مدد کی سے ایک خاص ترتیب میں ممکن ہو چکا ہے،  
جو در وجہ کی خصوص تعمیر ساخت ہے، اس جملے میں / امد، ہم، اور / جانا ہے /  
فعلی فقرے ہیں، ان کی توسیع کہتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تیر دوست محمد،  
اسی فقرے کی توسیع، بھاگت ہو جانا ہے، "فعلی فقرے کی توسیع"، اس کی خبر  
توسیع ہو سکتی ہے یعنی تیر ایک قریبی تیر بھاگت ہو گھر جانا ہے۔  
یہاں لفظوں کی ترتیب در فقروں کی توسیع کے کچھ حصوں وضع کیے جاسکتے ہیں، ان کے  
عد وہ لفظوں میں مطابقت اور علیحدت عمومی تعمیر ساخت کے قاعدے بھی مرتب ہو سکتے  
ہیں، جسے کی ساخت کے کی طرح کے مسائل غویات میں زیر بحث آتے ہیں،

زبان میں جملے کی ساخت کی توضیح کر سنے ہوئے ہم سے چھوٹے سے چھوٹے  
بامعنی اجزائیں تقسیم کر سکتے ہیں، یہ اس جز کی مطابقت کا پتہ لگاتے ہیں اس جز کے  
کے اجزاء کے رشتوں کی نوعیتیں معلوم ہو جاتی ہیں تو زبان کی عمومی قواعد مرتب کرنے میں  
مدد دیتی ہے، مثال کے طور پر اردو کا ایک جملہ دیکھیے،

ایک خوبصورت نور ہندہ کی چمکا، ہم صہب بنے، نی، ان کی گود میں بک رہے ہیں

اس جملے میں تینکس مانفم اور سترہ الفاظ ہیں۔ ان مافیہوں و لفظوں کا ایک دوسرے سے  
 رشتہ معلوم کرنے کے لیے ان کو حسب ذیل خاکے میں پیش کیا جا سکتا ہے جسے اجزائے نقل  
 (IMMEDIATE CONSTITUENT) کی ٹیک ٹیک کہتے ہیں:



یہ خاکہ مافیہوں، نحوی ذمروں کے مطابق ان کے تقریبی عمل، الفاظ میں مرکب  
 کے رشتے، فقرہوں میں لفظوں اور لکھوں میں فقرہ کی تقسیم و ترتیب کو جملے میں پیش  
 کرتا ہے۔ جس کی مدد سے ہم اردو کے اس جملے کی نحوی ساخت کو باسانی کر سکتے ہیں۔  
 نوریات کے مطالعے میں ایک اصطلاح تعمیر ساخت (CONSTRUCTION)  
 استعمال ہوتی ہے جس کے معنی ہیں جملے میں زبان کے مطابق لفظوں کی مکمل ترتیب؛  
 جیسے / جن میں بار آتی ہے یہ اردو زبان کے معنی کی مکمل ترکیب یا تعمیر ساخت  
 ہے جو زبان کے یہ فردی ہوتی ہے۔ اگر اس جملے کو بہار میں ہے میں آئی / کہیں تو  
 کسی نہ کسی حربہ جملے کا اسی مفہوم تو سمجھ میں آجائے گا لیکن یہ اردو کی نحوی ساخت کے  
 مطابق تعمیر ساخت نہیں ہوگی۔ البتہ جملوں میں فقرہوں کی ترتیب کے وقت ہم تھوڑے  
 لا پرواہ ہو جاتے ہیں۔ جملے کے تجزیہ میں جز (CONSTITUENT) کے مطالعے  
 کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ یہ جملے کا ایک ایسا حصہ ہوتا ہے جو جملے کے فقرہ کی خاصگی  
 کرتا ہے مثال کے طور پر اردو کا ایک فقرہ دیکھیے۔

ایک نہایت شریعت متوسلہ طبقے سے تعلق رکھنے والی خاتون۔۔۔

اس امی فقرے میں خاتون / کا لفظ بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ اس لیے یہ اس فقرے

کا جز (CONSTITUENT) کہلائے گا۔ جملے میں الفاظ کی اس ترتیب و تقسیم کو درون مرکزی ترکیب (ENDO-CENTRIC CONSTRUCTION) کہتے ہیں۔

اسی طرح ایک بیرون مرکزی ترکیب (EXOCENTRIC CONSTRUCTION) بھی ہوتی ہے جس میں فقرہ کی بیرونی ساخت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کی گیا کہ مطابقت اس تعلق کو کہتے ہیں جو جملوں میں بکھرے ہوئے الفاظ کا ایک دوسرے سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جملے کے تمام الفاظ ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان کا ایک دوسرے سے دور اور قریب کا تعلق ہو۔ فقرہ کا جملے میں اور لفظوں کا فقرہ میں یا بھی تعلق لگتا بھی مطابقت کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جملہ جیسے "وزیر اعظم مندرجہ ذیل کا ہیں" یا "پروگرامی ہندوستان کے لیے نعمت تھا"۔ اس جملے میں فاعل، مفعول، فعل اور فعل امدادی کی شکل میں مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے کہ جاسکتا ہے کہ اس جملے میں فاعلی، مفعولی اور فعلی تین فقرے ہیں۔ فاعلی فقرے میں چھ الفاظ ہیں۔ مفعولی چار اور فعلی فقرہ محض فعل امدادی پر مشتمل ہے۔ فاعلی فقرے میں اندر گاندھی کا وزیر اعظم سے ویر دگرام کا تعلق بیس لگاتی ہے۔ یہاں کا کو شامل کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ "ویر دگرام" سے پہلے کے پانچ الفاظ ویر دگرام کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ مفعولی فقرے میں "ہندوستان" کا تعلق "کے لیے" سے اور ان تینوں کا تعلق "نعمت" سے ہے۔ انہیں تنہا کی بنا پر فاعلی اور مفعولی فقرہ ایک خاص معنی میں وجود میں آتے ہیں۔

زبان کی اپنی قواعد کے تحت ان کی جملوں میں الگ الگ جگہیں ہوتی ہیں۔ جملے میں فاعل، فعل امدادی اور پھر فعل آتا ہے۔ اردو کے جملوں میں فاعل، مفعول، فعل اور پھر فعل امدادی آتا ہے۔ جیسے "مفتی کی شادی زیرباز سے ہو رہی ہے"۔ اس میں الفاظ کی جگہوں کا تعین مذکور بالا اصول کے تحت ہی ہوا ہے۔ اگر وہ سترہویں کلام جملے میں آ رہے ہوں تو فاعل اور فعل کی مناسبت سے ہی ان کی حیثیت مقرر

اردو کی تعمیر کی ساخت کو ہم تین اصولوں میں بانٹ سکتے ہیں یعنی فاعلی، مفعولی اور  
 غیر جانبدار۔ اردو میں یہاں مطابقت کے اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے ہم  
 کر سکتے ہیں کہ اگر فاعل غیر ضمیر یعنی ہے تو فعل، جنس، ضمیر، شخصی و تعداد کے مطابق ہوگا  
 اگر جملے میں کوئی فاعل، جنس، تعداد اور ضمیر شخصی کے اعتبار سے یکساں ہوں تو فعل جمع  
 میں، کسی جنس کے ساتھ آئے جو فاعل پر لکھتے ہیں۔ جیسے میں دو دن علی ہو رہا تو فعل  
 جمع میں ہوگا لیکن کبھی کبھی دو فاعل واحد فعل کے ساتھ بھی آتے ہیں؛ جیسے خوشی اور  
 غم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ / دو فاعل کے مختلف جنسوں میں ہونے کی صورت میں نکر مذکر جمع  
 میں آتا ہے لیکن مختلف فاعلوں میں چند مذکر و چند مؤنث ہوں اور آخری فاعل اور کے بعد  
 آئے تو فعل اپنے قریب کے فاعل کے مطابق ہوگا وغیرہ فعل کی فاعل سے مطابقت کے  
 بعد اردو میں فعل کی مفعول سے مطابقت کو دیکھیے۔ اگر آئے، آگیا، آئیں، آئیں گے، آئے گا، آئیں گے گا، آئیں گے گا  
 ہو تو فعل متعدی مفعول کے مطابق ہوگا لیکن جب مفعول کو آئے گا، آئیں گے، آئیں گے گا، آئیں گے گا  
 فعل ہمیشہ مذکر واحد میں ہوگا۔ اردو میں ہے ہمیشہ فاعل سے مطابقت رکھتا ہے۔  
 جہاں تک ضمیر اور اسم کی مطابقت کا تعلق ہے ضمیر کا تعلق ضمیر اور تعداد میں اس  
 اسم کے ساتھ ہوتا ہے جس کے وہ مفعول ہے؛ مثلاً آئے گا، آئیں گے، آئیں گے گا، آئیں گے گا، آئیں گے گا  
 اردو میں عام طور پر صفت اسم سے پہلے آتی ہے۔ جب جیسے میں کی صفت لیکن ہی  
 اسم کے ساتھ آ رہی ہوں تو آخر کی دو صفت صفت سے جڑ جاتی ہیں۔ یہ موصوفہ اسم کے بعد  
 مذکر و مؤنث میں ہوتی ہیں۔ جب جملے میں کسی اسم مختلف جنس اور تعداد کے ساتھ استعمال  
 ہوتے ہیں تو صفات ان میں سے اپنے فرقہ اور اسم کے مطابق شکل اختیار کرتی ہیں۔  
 غویات کا بہ رواجی انداز فکر ہے۔ دھرم چند دھرمیوں سے جتنے کے فرقہ  
 کے طریقہ کار میں ایک بڑا نقاب آیا ہے جیسے تبادلی قواعد کا تقریب وغیرہ۔ ان کے  
 تحت کئی قواعد کے ساکنی ملک اصول مرتب کیے جاتے ہیں جن کا اطلاق پوری  
 زبان پر ہوتا ہے۔

**معنیات :** زبان میں ان گنت الفاظ ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ ساخت کے علاوہ

ایک دوسرے کے متبادل میں معنی کے اعتبار سے پہچانے جاتے ہیں۔ زبانوں میں محوٹ ایک معنی کے لیے کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں محض ایک لفظ کے ذریعے ایک سے زیادہ معنی پیش کیے جاتے ہیں۔ بہر حال صورتوں کچھ بھی ہوں ان کے کچھ اصول ہوتے ہیں جو الفاظ کی معنوی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ معنی کیا ہیں ؟ ان کا دائرہ عمل کیا ہے۔ وہ کن بنیادوں پر ایک دوسرے سے الگ کیے جاسکتے ہیں۔ الفاظ میں معنوں کی تبدیلیاں کس طرح رونما ہوتی ہیں۔ یہ تمام مباحث معنیات کے موضوعات ہیں

لفظوں کے معنوں میں جو تیز رفتاری رونما ہوتے ہیں، وہ جزائیاتی ماحول، تاریخی پس منظر، سماجی دباؤ اور مختلف سیاق و سباقوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ لفظ معنی کے اعتبار سے کئی روپ اختیار کر لیتا ہے۔ یہ اس پر منحصر ہے کہ لفظ کا پس منظر کیا ہے اور اسی کے مطابق معنی کی توضیح کی جاتی ہے۔ دراصل لفظ کے معنی کو اس کا سیاق و سباق متاثر کرتا ہے۔ کوئی لفظ اگر منفرد طور پر کوئی ایک خاص معنی دیتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ جملہ میں اپنے سیاق و سباق سے متفرق ہو کر وہ کسی دوسرے مفہوم کو ادا کرے۔ مثال کے طور پر اردو کے ایک لفظ گھر کو کیجیے۔ اس کا ایک خاص مفہوم ہے یعنی وہ جگہ جہاں ہم رہتے ہیں۔ اس لفظ کے ادا کرتے ہی ہمارے ذہن میں چند کمروں، کھڑکیوں، دروازوں اور چھتوں، دیواروں اور فرش پر شیش ایک جگہ کا تصور ابھرتا ہے۔ لیکن اگر کہیں گے کہ چڑیاں اپنے گھروں کی طرف پرواز کر رہی ہیں تو یہاں جو تصویر سامنے آئے گی وہ سماں گھر کی تصویر سے مختلف ہوگی۔ اس جیسے میں گھر سے مراد چڑیوں کے گھونسلے یا صرف رہنے کی جگہ ہوگی۔ یہاں گھر کا مفہوم سیاق و سباق کی وجہ سے یکسر بدل گیا ہے ایک لفظ کہ ساخت کا جزو بن کر بھی اپنا مفہوم بدل دیتا ہے : جیسے چڑیا گھر، ڈاک گھر وغیرہ۔ یہاں گھر سے مراد رہنے کی جگہ قلمی نہیں ہے بلکہ وہ مقام ہے جہاں انور

اقسام کے جانور پائے جاتے ہیں اور جہاں ڈاک کا کاروبار چلتا ہے۔ اس طرح یہاں گھر کا مطلب پہلے دونوں معانی سے الگ ہو گا۔

ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں جو اصطلاح کے طور پر استعمال ہو کر اپنے معانی کو بہت محدود کر لیتے ہیں۔ اردو میں ایک لفظ ”نظم“ ہے جو شاعری کی ایک صنف کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور بحیثیت جموں شاعری کے لیے بھی؛ جیسے فیض کی ایک نظم کا عنوان ”تنہائی“ ہے اور ”اسے نظم و نثر دونوں پر قدرت حاصل ہے۔“ اس کے علاوہ ”اس“ اور ”اے“ کا نظم و ضبط بہت اچھا ہے۔ ان تینوں معنیوں میں نظم کے معانی جدا ہیں۔ الفاظ استعاروں میں بھی اپنا مفہوم بدل دیتے ہیں؛ خیر بنگل میں رہتا ہے ”اور“ خیر ہے۔ ان جملوں میں خیر کے مفہوم میں جو فرق ہے وہ عیاں ہے محاوروں میں بھی الفاظ اپنے معانی بدل کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ دراصل الفاظ کے معانی کی توجیہات ہی معنیات کا اصل موضوع ہے۔

**لغویات:** اس علم میں زبان کے سرایہ الفاظ سے بحث کی جاتی ہے۔ لفظ کی تعداد کیا ہے ان کی نوعیت کیا ہے۔ وہ کون سے ذرائع ہیں جن سے زبان میں الفاظ مستعار کیے گئے ہیں۔ مقامی اور مستعار الفاظ کا تناسب اور ان کا توڑ بھی یہاں موضوع بحث ہوتا ہے۔ لغت سازی کے اصول و ضوابط اور صوتی لغت کی تیار کی مسائل و ٹیک نیک بھی لغویات کے موضوع ہیں۔

زبان میں الفاظ مستعار لینے کی مختلف وجہیں ہو سکتی ہیں جنہیں ہم سانی، ثقافتی، تہذیبی، علمی، ادبی، سماجی، سیاسی اور ٹیک بنگل وغیرہ ناموں سے پکار سکتے ہیں۔ جو زبانیں سانی طور پر ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہوتی ہیں یا ایک زبان دو زبان کے سانی ماحول میں بولی جاتی ہے تو قدرتی طور پر ایک دوسرے سے الفاظ مستعار لیتی ہیں؛ جیسے اردو اور ہندی یا اردو اور پنجابی وغیرہ۔ ان زبانوں پر ایک دوسرے کے اثرات کی باسانی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ زبان کے درمیان ثقافتی

اور تہذیبی رشتے بھی ایک دوسری کو متاثر کرتے ہیں؛ جیسے عربی، فارسی اور اردو۔ جہاں تک الفاظ مستعار لینے کا تعلق ہے، ادبی اثرات کی وجہ سے اردو و فارسی سے اور زیادہ قریب ہو گئی ہے۔ سائنس میں نثر دی یا سائنسی فرق رکھنے والی قوموں میں جو سائنسی طور پر منظم ہے وہ کمزور طبقے کی زبان پر دگرنگ زبان ہے، ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح علمی و ٹیکنیکی دسیوں سے بھی نہایتیں الفاظ مستعار لیتی ہیں؛ جیسے انگریزی۔ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسی زبان ہو جس نے اس زبان سے علمی یا ٹیکنیکی الفاظ یا اصطلاحیں مستعار نہ لی ہوں۔

صفت سازی کے میکانیزم کا تعین بھی لغویات کا موضوع ہے۔ الفاظ کے اندراجات ان کے معانی کا تعین اور حرفی ترتیب میں جو اصولوں پر مشتمل نظر رکھنے چاہئیں ان کی طرف لغویات ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ یہاں ایک مسئلہ الفاظ کے معنوں کا بھی ہے جس سے اس کے پیش کو بخش کرنا چاہیے کہ الفاظ کے تمام معانی و مطالب سامنے آجائیں۔ کمزور استعمال کے تناسب سے لفظوں کے معنوں کے اندراج ہونے چاہئیں۔ زبان میں الفاظ کے قواعد کی بحث بھی ایک دلچسپ موضوع ہے جس سے زبان بولنے والوں کے ذہنی رویوں اور سابق زندگی کی دلچسپیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہیں سمجھنے کے لیے بھی لغویات کا علم ناگزیر ہے۔

نوٹ: لسانیات سے عام دلچسپی رکھنے والوں کے تفصیلی مطالعے کے لیے حوالہ دی گئی ہیں۔

1. GLEASON, M. A. AN OUTLINE TO DESCRIPTIVE LINGUISTICS

2. HOCHST, F. L. A COURSE OF MODERN LINGUISTICS

3. BLOOMFIELD, L. LANGUAGE

4. CAVALIERE, B. LINGUISTICS

5. HARTNER, J. GENERAL PHONETICS

6. PIKE, A. PHONETICS

7. LYONS, J. AN INTRODUCTION TO THEORETICAL LINGUISTICS

8. HALL, A. A. INTRODUCTORY LINGUISTICS

9. ROBINSON, R. H. GENERAL LINGUISTICS: AN INTRODUCTORY JOURNEY

10. NIDA, E. MORPHOLOGY





# اردو فونمیاں

1۔ اردو میں کل فونموں کی تعداد 55 ہے۔ ان میں 48 قطعہ (SEGMENTAL) اور 7 فونموں میں اور 7 غیر قطعہ دار (SUPRA SEGMENTAL) فونم ہیں۔ قطعہ دار فونموں میں 37 مصمتے (10 مسوتے اور ایک نیم مسوتہ ہے) غیر قطعہ دار (SUPRA SEGMENTAL) فونموں میں تین "سر" (PITCHES) چار انتہائی لمبر سے (TERMINAL LENGTHS) ایک وقفہ (GAP) ایک انفیٹ (NASALIZATION) اور ایک طول (LENGTH) شامل ہے۔

مصمتوں کو دو بڑے گروپوں میں شامل کیا جاسکتا ہے یعنی بند شمی مصمتے (STOP CONSONANTS) اور جاریہ مصمتے (CONTINUANTS)۔ اپنے حریف ادائیگی کے اعتبار سے بند شمی مصمتے چھ شقی تضاد رکھتے ہیں، یعنی ان میں ہرٹ، دانت، کوز، تالو، فضا اور ہبات کی مدد سے فرق محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہ قطعہ دار تضاد کے لحاظ سے چار شقی تضاد بھی رکھتے ہیں یعنی ہکا، ریت اور مسوویت کی موجودگی اور غیر موجودگی کے باعث ان میں تفریق پیدا ہو جاتی ہے



# ۱. ۲. ۱. قطعه دار فونیم

## الف: مصمتی

خارج	طریقہ ادائیگی		دوبلی	سبب دفن	دندان	لشکر	کونری	تکوی	خضاب	پانی	عظمی	۴
	سورٹ	غیرکاری										
بندش	سورٹ	غیرکاری	پ		تا		تا	ج	ک	ق		۴
	سورٹ	غیرکاری	ب		د		د	ج	ک			۴
	سورٹ	غیرکاری	ب		د		د	ج	ک			۴
	سورٹ	غیرکاری	ب		د		د	ج	ک			۴
انفی	سورٹ	غیرکاری	م			ن			گ			۴
صغیری	سورٹ	غیرکاری	ن		ن	س		ش	خ	و		۴
	سورٹ	غیرکاری	ن		ن	س		ش	خ			۴
بقی	سورٹ	غیرکاری				ل						۴
پروار	سورٹ	غیرکاری				ر						۴
تفصیل	سورٹ	غیرکاری				ر						۴
	سورٹ	غیرکاری				ر						۴
نیم مصمتی	سورٹ	غیرکاری	و					ی				۴



## ۱۔۳۔ اردو فونیموں کی ذیلی شکلوں کی ٹومی توضیحات

### الف : مصنتے اور ان کی ذیلی شکلیں :

اردو میں بعض مصنتے ایسے ہیں جو ماحول سے متاثر ہو کر اپنے میں تبدیلیاں لاتے ہیں، ذیل میں مصنتوں کے ایسے ہی تیزرات سے مخصوص ماحول کے ساتھ بدلتے کی جاتی ہے۔

۱۔۳۔۱۔ دو مصنتوں کے درمیان یا لفظ کے آخر میں مصنتے اپنے محاسن کے اعتبار سے نسبتاً کم زور ہوتے ہیں، مصنتوں کے محاسن کا یہ کم زور پن رکن کے آخر میں لفظ کے درمیان بھی محسوس کیا جاسکتا ہے، مثلاً

م م [س] ات ر = مسافر

م ا [ل] دم م الموم (معلوم)

د [ل] خ ات = درخت

ر [د]ش [و] ات = رشوت

ف [ر] اس [ت] = فرست (فرست)

س [ج] [و] [د] [و] = مسجد

۲۔۳۔۱۔ عام طور پر غیر ملاکاری ہندو ٹپی مصنتے لفظ کے درمیان یا آخر میں

کسی دوسرے مصنتے سے پہلے آئیں تو ساکت ہو جاتے ہیں، جیسے:

م [ک] ات ب = مکتب

م [ت] ان = متن

ق [ب] [ز] ہ = قبض

۳۔۳۔۱۔ مصنتوں کا خروج انفی عنصر کے ساتھ ہوتا ہے اگر وہ لفظ میں

کسی انفی مصوتے سے پہلے آتے ہیں؛ جیسے:

[بھ] یں س = بھینس

د گھ [ا] دں گ 'ٹ = گھونٹ

ٹں [ا] ت یں = شرتیں (شرطیں)

لٹا ہی، تالوی یا غشائی مصوتوں کے بعد اگر دندلانی بندش

مصوتے آئیں تو وہ ماقبل لٹا ہی ہو جاتے ہیں؛ جیسے:

ب 'ر [ا] ت [ن] = برتن

س 'ک [ا] ت [ہ] = سکتہ

م ال [ا] د [ا] ر = مال دار

لٹا ہی انفی مصوتہ جبری SONANT ہونے کی وجہ سے اپنے ماحول

سے جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی متعدد ذیلی شکلیں

ملتی ہیں جنہیں تفصیل سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(الف) لٹا ہی انفی مصوتہ کو زری مصوتے سے پہلے کو زری انفی مصوتے کی شکل

اختیار کر لیتا ہے؛ جیسے:

[ا] [ن] [ا] ڈا = انڈا

ٹھ [ا] [ن] [ا] ڈ = ٹھنڈ

تھو [ا] [ن] [ا] ڈ = تھنڈ

(ب) لٹا ہی انفی مصوتہ تالوی مصوتوں سے پہلے تالوی انفی مصوتے کی

شکل اختیار کر لیتا ہے؛ جیسے:

پ [ا] [ن] [ا] ج 'ہ = پنچہ

گ [ا] [ن] [ا] ج 'ا = گنجا

ک [ا] [ن] [ا] ج = کاپج

(ج) نشا ہی انفی مصدغ نشائی مصعتوں سے پہلے نشائی انفی مصعت کی شکل اختیار

کرتا ہے، جیسے :

س' [ک] [ک] ی = سنکی

گ' [گ] [گ] ا = گنگا

س ی [گ] [گ] = سنگ

(ج) نشا ہی انفی مصدغ اگر دندانہ مصعتوں سے پہلے آئے تو دندانہ

انفی مصعت میں بدل جاتا ہے؛ جیسے :

گ' [ن] [ت] ی = گنتی

ب' [ن] [د] ر = بندر

ا [ن] [دھ] ا = اندھا

۱. ۶. ۳ مسودع نشا ہی بھلی مصعت اگر کوڑی مصعت سے پہلے آئے تو مسودع

کوڑی بھلی مصعت میں بدل جاتا ہے، جیسے :

ا' [ل] [ٹ] ی = الٹی

ب' [ل] [ٹ] ی = بالٹی

۱. ۷. ۳ مسودع نشا ہی ہر دو مصعت قدسے بھلی مصعت میں بدل جاتا ہے

اگر وہ بھلی مصعت سے پہلے آئے؛ جیسے :

ب' [ر] [ل] ا = برلا

ن' [ر] [ل] ان گ = فرلانگ

اب، مصدغے اور ان کی ذیلی شکلیں :





طویل اور نا طویل، طوالت یہ آخری سب قریب کھلے، در بند کھنوں  
 "OPEN AND CLOSE SYLLABLES" میں محسوس کی جاسکتی ہے:  
 مثالیں:

خ [و] ب - خوب  
 ذ [ر] ک - ذکر  
 گ [ا] [ے] = گائے  
 ج [ا] ن د [ا] ر = جانور

۱۲.۳.۱ / اے، او، مصوتے لفظ کے آخر میں نسبتاً نچلے ہو جاتے ہیں:

جیسے:  
 گ [ا] [ے] = گائے  
 ج [ا] [و] = جاؤ  
 چ [ا] [ے] = چھ

۱۲.۳.۲ فونیموں کی صوتی تشریح

۱۲.۳.۱.۱ مصمتے اور ان کی صوتی تشریح

۱۲.۳.۱.۱.۱ دولبی بندشی مصمتے:

(الف) /پ/ = غیر مسومہ، غیر باکاری، دولبی، بندشی مصمتہ جیسے:

پانی، پردہ، سپاہ، کپاس، سانپ، دھوپ

(ب) /پھ/ = غیر مسومہ، باکاری، دولبی، بندشی مصمتہ جیسے:

پھول، پھڑ، اچھان (یہ مصمتہ لفظ کے آخر میں نہیں آتا)

ج ۔ پ ۔ مسوم، غیر ہکاری، دولہی، بندشی مصمت : جیسے :  
 باقی، بھار، سیت، سنبل، شراب، غصب  
 د ۔ / بھ ۔ مسوم، ہکاری، دولہی، بندشی مصمت : جیسے :  
 بھروسہ، بھوک، کبھی، ابھار، دیہ مصمت لفظ کے آخر میں  
 نہیں آتا)

### دندان بندشی مصمت :

۲۔۱۔۳۔۱

( الف ) / ت / غیر مسوم، غیر ہکاری، دندان، بندشی مصمت : جیسے :  
 تماشہ، تقدیر، متاع، متب، صلب، ثبات، بہت  
 ( ب ) / تھ / غیر مسوم، ہکاری، دندان، بندشی مصمت : جیسے :  
 تھوک، تھوڑا، ہاتھی، گتھا، نتھ، سالتھ  
 ( ج ) / د / مسوم، غیر ہکاری، دندان، بندشی مصمت : جیسے :  
 دماغ، دوست، مدرسہ، صدا، خود، مسجد  
 ( د ) / دو / مسوم، ہکاری، دندان، بندشی مصمت : جیسے :  
 دھول، دھوپ، کدھر، اندھا، گدھ، باندھنا،

### کوزی بندشی مصمت :

۲۔۱۔۳۔۱

( الف ) / ٹ / غیر مسوم، غیر ہکاری، کوزی، بندشی مصمت : جیسے :  
 ٹاٹ، ٹوکن، چٹا، چائٹا، سٹ، گھونگٹ  
 ( ب ) / ٹھ / غیر مسوم، ہکاری، کوزی، بندشی مصمت : جیسے :  
 ٹھوڑی، ٹھوکر، مٹھائی، ٹھنڈا، ٹھک، کاٹھ  
 ( ج ) / ڈ / مسوم، غیر ہکاری، کوزی، بندشی مصمت : جیسے :  
 ڈر، ڈارھی، مینڈک، انڈا، قبضہ، ٹھنڈ

( ۳ ) ( ۱ ) ڈھول ، مسوع ، ہکاری ، کوزی ، بندشی مصمت : جیسے :  
ڈھائی ، ڈھیر ، ڈھال ، سونڈھا

۱۔۲۔۱۔۳۔ تاوی بندشی مصمت :

( الف ) ( ۱ ) پ = غیر مسوع ، ہکاری ، تاوی بندشی مصمت : جیسے :

چلن ، چاندی ، پانی ، گچھ ، پچ ، ناپ

( ب ) ( ۲ ) چھ = غیر مسوع ، ہکاری ، تاوی ، بندشی مصمت : جیسے :

چھال ، چھوڑ ، پھلی ، پچھڑ ، پچھڑ ، کچھ

( ج ) ( ۳ ) چ = مسوع ، ہکاری ، تاوی بندشی مصمت : جیسے :

جسم ، جوانی ، مسجد ، سجاد ، چ ، چ

( د ) ( ۴ ) چھ = مسوع ، ہکاری ، تاوی ، بندشی مصمت : جیسے :

چھوڑ ، چھوڑ ، چھوڑ ، چھوڑ ، چھوڑ

۱۔۲۔۱۔۵۔ غنائی بندشی مصمت :

( الف ) ( ۱ ) ک = غیر مسوع ، ہکاری ، غنائی بندشی مصمت : جیسے :

کت ، کثرت ، مکان ، مکتب ، پاک ، تھلک

( ب ) ( ۲ ) کھ = غیر مسوع ، ہکاری ، غنائی بندشی مصمت : جیسے :

کھور ، کھ ، کھڑ ، کھڑ ، کھڑ ، کھڑ

( ج ) ( ۳ ) گ = مسوع ، ہکاری ، غنائی ، بندشی مصمت : جیسے :

گگ ، گدھا ، جگ ، مگائی ، سنگ ، آگ

( د ) ( ۴ ) گھ = مسوع ، ہکاری ، غنائی ، بندشی مصمت : جیسے :

گھر ، گھونسلا ، سو گھنا ، گھن ، سو گھن ، سنگھ

۱۔ ۳۔ ۱۔ ۴۔ لہائی بندشی مصمت :

ق / = غیر مسوع، غیر باکاری، لہائی بندشی مصمت ؛ جیسے :  
قلب، قسمت، مقام، عقل، خلق، برق

۱۔ ۳۔ ۱۔ ۷۔ دولہی انفی مصمت :

م / = مسوع، دولہی انفی مصمت ؛ جیسے :  
معلوم، مالک، ثمن، زمانہ، سلام، خم

۱۔ ۳۔ ۱۔ ۸۔ لٹا ہی انفی مصمت :

ن / = مسوع، لٹا ہی انفی مصمت ؛ جیسے :  
نازک، لذت، مناسب، صنم، ذہن، اعلان

۱۔ ۳۔ ۱۔ ۹۔ غشائی انفی مصمت :

گ / = مسوع، غشائی انفی مصمت ؛ جیسے :  
گنج، تنگی، جنگ، رنگ، بجنگ ایہ مصمت لفظ کے  
شروع میں نہیں آتا

۱۔ ۳۔ ۱۔ ۱۰۔ لب دندانہ صغیری مصمت :

الف، و - غیر مسوع، لب دندانہ صغیری مصمت ؛ جیسے :

غیم، فقیر، مسافر، غفلت، تلخ، خلاف

ب، و / = مسوع، لب دندانہ صغیری مصمت ؛ جیسے :

وباہ، واحد، سوال، محور، محور، لنو

۱۔ ۳۔ ۱۔ ۱۱۔ لٹا ہی صیفری مصمتے :

( الف ) / س / = غیر مسوع ، لٹا ہی صیفری مصمتے : جیسے :  
 سفر ، صبح ، مسافر ، مصلحت ، احساس ، رکوس  
 ( ب ) / ز / = مسوع ، لٹا ہی صیفری مصمتے : جیسے :  
 زہر ، زائد ، مضمر ، مظہر ، فرض ، راز

۱۔ ۴۔ ۱۔ ۱۲۔ تالوی صیفری مصمتے :

( الف ) / ش / = غیر مسوع ، تالوی صیفری مصمتے : جیسے :  
 شباب ، شرط ، عشق ، چشم ، کاش ، رکوش  
 ( ب ) / ث / = مسوع ، تالوی صیفری مصمتے : جیسے :  
 ثول ، مڑگان ، اڑدہا ، ٹاڑا ، مڑدہ ، پڑدہ

۱۔ ۳۔ ۱۔ ۱۳۔ غشائی صیفری مصمتے :

( الف ) / غ / = غیر مسوع ، غشائی صیفری مصمتے : جیسے :  
 خوبصورت ، غیر ، اختہ ، قریب ، گنج ، سوراخ  
 ( ب ) / غ / = مسوع ، غشائی صیفری مصمتے : جیسے :  
 مزدب ، غافل ، مغرب ، لغت ، قبلیح ، سراغ

۱۔ ۴۔ ۱۔ ۱۴۔ حلقی صیفری مصمتے :

( ح ) / = غیر مسوع ، حلقی صیفری مصمتے : جیسے :  
 حسن ، حاصل ، سہارا ، مہلک ، نکاح ، گنہ

۱۔ ۴۔ ۱۔ ۱۵۔ لٹا ہی بغلی مصمتے :

ر ب مسو، ٹا ہی، بھلی مصمت : جیسے :  
لو، مست، علم، مالک، علیل، دل

۱۔ ۳۔ ۱۶۔ ٹا ہی لہردار مصمت :

ر ب مسو، ٹا ہی، لہردار مصمت : جیسے :  
رکوع، رونق، سرب، قرش، ہنر، عصر

۱۔ ۳۔ ۱۶۔ کوزی تھپک دار مصمت :

د الف، ر ٹا مسو، غیر باکاری، کوزی تھپکدار مصمت : جیسے :  
پڑا، چھڑا، اچڑا، پورڈیہ مصمت لفظ کے شروع میں نہیں آتا،  
ر ب، ر ٹھ مسو، باکاری، کوزی، تھپکدار مصمت : جیسے :  
پھنسا، کارمب، علی گڑھ، پڑھ (یہ مصمت لفظ کے شروع میں  
نہیں آتا)

۱۔ ۳۔ ۱۸۔ تالوی نیم مصمت :

ر ی مسو، تالوی، غیر صغیری نیم مصمت : جیسے :  
پیار، کیا، گئی، (یہ نیم مصمت بھی لفظ کے شروع میں نہیں آتا)

۱۔ ۳۔ ۲۰۔ مصوتے اور ان کی صوتی تشریح :

۱۔ ۳۔ ۱۰۔ اگلے مصوتے :

د الف، ر ی غیر مدور، بالائی، اگلا مصوت : جیسے :

ایمان، عید، نیند، مین، دی، کل

( ب ) / اے = غیر مدور، پھلا بالائی، اگلا مصوٹ : جیسے :

برادہ، ارہم، کنارہ، ستم، ( یہ مصوٹ لفظ کے آخر میں نہیں آتا )

( ج ) / اے = غیر مدور، وسطی، اگلا مصوٹ : جیسے :

ایک، ایڑ، میلا، تیل، اڑکے، ہوتے

( د ) / اے = غیر مدور، پھلا وسطی، اگلا مصوٹ : جیسے :

اعلان، ایسا، میدان، کیسا، جیسے، ہے

۱۔۲۔۳۔ درمیانی مصوٹے :

( الف ) / اے = غیر مدور، وسطی، درمیانی مصوٹ : جیسے :

اند زہ، عمر، کھنت، درخت ( یہ مصوٹ لفظ کے سطر

میں نہیں آتا )

( ب ) / اے = غیر مدور، پھلا، درمیانی مصوٹ : جیسے :

آوی، غلات، ساوہ، دماغ، عطاء، غذا

۱۔۲۔۳۔ پچھلے مصوٹے :

( الف ) / او = مدور، بالائی، پچھلا مصوٹ : جیسے :

اودھم، ادب، دودھ، سولی، خوشبو، آب جو

( ب ) / اے = مدور، پھلا بالائی، پچھلا مصوٹ : جیسے :

اواس، عمر، مسلم، تعلق ( یہ مصوٹ لفظ کے آخر میں نہیں آتا )

( ج ) / او = مدور، وسطی، پچھلا مصوٹ : جیسے :

اوس، چڑھس، مور، جو، کھو

( د ) / او = مدور، پھلا وسطی، پچھلا مصوٹ : جیسے :



### ۱.۳.۳. غیر قطعہ دار فونیم اور ان کی تشریح

مجموعی طور پر اردو میں کل غیر قطعہ دار فونیموں کی تعداد دس ہے۔ ان فونیموں کے ذیل میں باکارت کو شامل نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ باکارت کی بذاتہ خود کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بندشی اور تھپک دار مصوتوں کے ساتھ یہ ایک پونٹ کے طور پر استوار ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سمویت (نغمہ) کے لیے دیکھتے ہیں: ۱.۳.۳.۱ - ۱۵۔  
غیر قطعہ دار فونیم چار ہیں:  $\text{SEGMENTAL}$  فونیموں کے ساتھ آتے ہیں  
تعداد پیش کرتے ہیں، انفرادی طور پر ان فونیموں سے ذیل میں بحث کی جاتی ہے۔

#### ۱.۳.۳.۱۔ انہیت

اردو میں انہیت کو دو حیثیتوں میں بانٹا جاتا ہے یعنی کمزور  $\text{WEAK}$  اور طاقتور  $\text{STRONG}$  کمزور انہیت ماتحت سے متاثر ہو کر وجود میں آتی ہے اور کسی بھی مصوتے یا مصوتے کے ساتھ مل کر تلفظ ہو سکتی ہے جب کہ طاقتور انہیت کی حیثیت تبدیل ہے۔ یہ محض سادہ مصوتوں کے ساتھ لفظ کی مختلف پوزیشنوں میں تلفظ کی جاتی ہے۔ اس کی حیثیت فونیموں ہے۔ صوتی سطح کے ساتھ ساتھ انہیت کی صرفی یا انشعابی سطح پر بھی، جیسا کہ یہ کیوں کہ اس کی موجودگی لفظ میں تعداد و غیرہ کے فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ اردو کے روایتی وزن نگار میں اسے نون غنی کی مدد سے ظاہر کیا جاتا ہے، ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن کی مدد سے ہم انہیت کو فونیم کے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

ی = قی : ی = قی  
ہ = سکا : ہ = سکا

لائے = لائے	:	لائے = لائے
لائے = لائے	:	لائے = لائے
لائے = لائے	:	لائے = لائے
لائے = لائے	:	لائے = لائے
لائے = لائے	:	لائے = لائے
لائے = لائے	:	لائے = لائے
لائے = لائے	:	لائے = لائے
لائے = لائے	:	لائے = لائے

## ۱. ۲. ۳. ۴. ۵. ۶. ۷. ۸. ۹. ۱۰. ۱۱. ۱۲. ۱۳. ۱۴. ۱۵. ۱۶. ۱۷. ۱۸. ۱۹. ۲۰. ۲۱. ۲۲. ۲۳. ۲۴. ۲۵. ۲۶. ۲۷. ۲۸. ۲۹. ۳۰. ۳۱. ۳۲. ۳۳. ۳۴. ۳۵. ۳۶. ۳۷. ۳۸. ۳۹. ۴۰. ۴۱. ۴۲. ۴۳. ۴۴. ۴۵. ۴۶. ۴۷. ۴۸. ۴۹. ۵۰. ۵۱. ۵۲. ۵۳. ۵۴. ۵۵. ۵۶. ۵۷. ۵۸. ۵۹. ۶۰. ۶۱. ۶۲. ۶۳. ۶۴. ۶۵. ۶۶. ۶۷. ۶۸. ۶۹. ۷۰. ۷۱. ۷۲. ۷۳. ۷۴. ۷۵. ۷۶. ۷۷. ۷۸. ۷۹. ۸۰. ۸۱. ۸۲. ۸۳. ۸۴. ۸۵. ۸۶. ۸۷. ۸۸. ۸۹. ۹۰. ۹۱. ۹۲. ۹۳. ۹۴. ۹۵. ۹۶. ۹۷. ۹۸. ۹۹. ۱۰۰.

صوتی نقطہ نظر سے وقفہ یا نقطہ دار عناصر سے مختلف ہے کیوں کہ اسے ایک آواز کی حیثیت سے نہیں سنا جاسکتا۔ اس کی موجودگی کا، انحصار محض انداز گوئی پر ہے یعنی ہم کس طرح اور کس رفتار سے بولتے ہیں، آہستہ بول چال میں یہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ ہر کیفیت وقفے کی فونیاتی حیثیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ یہ گفتگو میں آنے سے معنی کا فرق پیدا کر دیتا ہے۔ وقفہ واجب صوتی تفصیلات کو پیش کرتا ہے ان میں معصومے کی کیفیت QUALITY اور مقدار QUANTITY مصیحتے کا ساکت ہونا یا نہ ہونا، ہوا کے جھونکے کا چلنے سے نہ سے خارج ہونا، اننی خروج اور مصیحتے کی قوی PORTIS یا کمزور LEWIS خصوصیات شامل ہیں۔ یہاں ہم وقفے کی جس قسم کو فونیم کی حیثیت دے رہے ہیں اس کی موجودگی سے ماریفوں کی سرحدوں کا تعین بھی ہو سکتا ہے۔ صوتی طرز تکرار میں دو ماریفوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑ کر اسے ظاہر کیا جاتا ہے، ذیل میں وقفے کی فونیاتی حیثیت کو سمجھنے کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

پلی

:

پلی

ہنا : ہنا  
سرا : سرا

### ۱. ۳. ۳. ۳. طول یا مدت

اردو زبان میں طول یا مدت کی دو ڈگریاں میں کی جاسکتی ہیں یعنی طویل اور مختصر۔ طول کی یہ ڈگریاں مصمتوں کی سطح پر بنیادی ہیں یعنی فونیم کا رد و کھتی ہیں۔ اور جہاں تک مصوتوں کا تعلق ہے، ان کی ذیلی حیثیت ہے۔ ان ڈگریوں سے مصمتوں اور مصوتوں دونوں سطروں پر ذیل میں بحث کی جاتی ہے۔

#### (الف) مصمتی طول

صوتی سطح پر مصمتی طولیں اور مختصر ہو سکتے ہیں۔ اردو میں یہ فرق بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ طویل مصمتے ہمیشہ لفظ کے درمیان میں / و / ی / ا / مصوتوں کے بعد آتے ہیں۔ فونیمیائی سطح پر جو مصمتے طویل ہو سکتے ہیں ان میں / ت / د / ت / پ / ک / ن / م / و / س / ل / ر / ی / و / غیرہ اہم ہیں۔ اردو میں طویل مصمتوں کو تشدید کی مدد سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جو طول کی بنیاد پر معنی کا فرق ظاہر کرتی ہیں۔

مختصر مصمتے	طویل مصمتے
رت / = تبا (پتہ)	رت / ت = پتا
رد / = گدا	رد / د = گدا
رٹ / = مٹی	رٹ / ٹ = مٹی
رچ / = بچا	رچ / چ = بچا

اک / = پکا	:	اک / = پکا
ام / = ماں	:	ام / = ماں
ان / = سنی	:	ان / = سنی
او / = خوا	:	او / = خوا
اس / = رسی	:	اس / = رسی
ال / = بلا	:	ال / = بلا
ار / = سری	:	ار / = سری
ای / = نیا	:	ای / = نیا

## ب) مصوقی طول

یوں تو مصوقوں کے خفیف اور طویل کے درمیان طوں یا مدت کی مختلف ڈگریوں کو محسوس کیا جاسکتا ہے لیکن یہاں ہم ان ڈگریوں کا ہی ذکر کریں گے جو صرف زیادہ روشن ہیں بلکہ جن کی تقسیم اس بحث میں اہمیت بھی رکھتی ہے۔ اپنے ماقول سے متاثر ہو کر مصوقوں کی دو ذیلی شاخیں سامنے آتی ہیں یعنی مصوے بند رکن CLOSE SYLLABLE میں نسبتاً کم اور کھلے رکن OPEN SYLLABLE میں زیادہ طویل ہو جاتے ہیں۔ یہ فرق مصوقوں کے تعلقاً کو کسی ایک ڈگری پر رکھ کر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

### بند رکن

### کھلا رکن

ای / = م	اس [ی] مانا = میما	:	ن [ی] ان د = نیند
او / = ج	ار [ان] اج = جناح	:	د [ار] ان = دن
اے / = م	اے [ے] را = میرا	:	م [اے] ال = میل
اے / = اے	اے [اے] اس ا = آلیا	:	پ [اے] ان = چین



مٹی ہے ایسے رچ، بچ، تھ، دھ، تھ، کھ، چھ، تھ، کھ، گھ اور ڈھ / ان ہاکاری مصوتوں کو ایک صوت اور ایک صوت عنصر یعنی بندشی آوازیں ہاکاری عنصر یا تھپک دار مصوت اور ہاکاری عنصر جیسے خوشوں کی شکل میں بھی پہچانا جاسکتا ہے۔ لیکن اردو میں یہاں نہیں ہے۔ اس زبان میں بندشی ہاکاری اور تھپک دار ہاکاری مصوتے ایک یونٹ کے طور پر شمار کیے جاسکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں بندشی ہاکاری اور تھپک دار ہاکاری مصوتے خوشوں کے بجائے محض بندشی اور ہاکاری مصوتوں کی طرح ہی استعمال ہوتے ہیں کیوں کہ :

(الف) اردو میں لفظ کے شروع میں مصوتے سے پہلے صرف ایک بندشی مصوتہ یا ایک ہاکاری بندشی مصوتہ ہی آسکتا ہے۔

(ب) ہاکاری بندشی مصوتہ لفظ کے درمیان میں کسی حرف آتا ہے جیسے ایک بندشی مصوتہ، مثلاً: شلم، الجھن یا بندھ: کندھا، ان مثالوں میں / ل / ج / کے مقابلے میں / ل / تھ / یا / ن / د / کے مقابلے میں / ان دھ / دو مصوتوں کے خوشوں کی طرح آتے ہیں اور / ل / ج / د / یا / ن / دھ / تین مصوتوں کے ایسے خوشے SEQUENCE نہیں ہیں جن میں پہلے دو مصوتے ایک ہی رکن میں آئیں۔

(ج) اگر غور سے دیکھا جائے تو بندشی یا تھپک دار مصوتوں کو تلفظ کرنے میں جو مدت درکار ہوتی ہے وہی مدت بندشی ہاکاری یا تھپک دار ہاکاری مصوتوں کو ادا کرنے کے لیے ضروری ہے۔

## اردو نویم تقسیمات

کسی زبان کی صوتی ساخت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے فونیموں کے مختلف خوشیوں اور ان فونیموں کی الفاظ میں تقسیم و ترتیب کو سمجھا جائے۔ اس لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ موجودہ بحث میں فونیموں کی مختلف کلاسوں میں تقسیم ان کے خوشیوں کی ساخت کی مختلف بناؤں اور رکنوں میں ان کی تقسیم کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔

جہاں تک فونیم کی کلاسوں کا تعلق ہے صوتی خصوصیات کی بنا پر انہیں ہم مصوتوں، مصوتوں، نیم مصوتوں، انفیت، طول، وقفہ، سحر اور اختتامی ہرپے، عیسی کلاسوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ مصوتے، نمونہ لفظ کی چھوٹی سے چھوٹی ساخت میں پہلی یا آخری پوزیشن میں آتے ہیں جیسے /کی/ یا /اب/۔ بڑی ساختوں میں یہ لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں مصوتوں کے ساتھ آتے ہیں۔ اردو میں لفظ کے شروع میں مصوتوں کے خوشوں کا رواج نہیں ہے البتہ نیم مصوتے کے ساتھ یہ شروع میں آ سکتے ہیں جیسے /کی/ مصوتوں





## ۱.۱. رکنوں کی ساخت

اردو فونیمیات میں رکن ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی اہمیت کو ماریفوں کی تشکیل میں بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ایک رکن صرف ایک مصوتے پر مشتمل ہوتا ہے جس کے شروع یا آخر میں ایک یا ایک سے زائد مصوتے آسکتے ہیں۔ رکن اپنے شروع میں دو سے زیادہ مصوتوں کے خوشوں کی اجازت نہیں دیتا۔ شروع کے خوشے عام طور پر مصیحت اور نیم مصوتے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ دو مصوتوں کے خوشے ایک رکن میں لفظ کے درمیان یا آخر میں آتے ہیں۔ ایک رکن طویل مصیحت یا مشدد مصیحت کی شکل میں شروع میں ہو سکتا ہے۔ ایک مصیحت جو لفظ کے شروع میں آئے ہمیشہ اپنے بعد کے مصوتے سے متعلق ہوتا ہے۔ لفظ کے شروع میں ہی کوئی رکن نہ رہے گی۔ مصوتوں سے شروع نہیں ہو سکتا۔ کچھ رکن لفظ کے آخر میں آتے ہیں۔ یہ مصوتوں کے ساتھ نہیں آتے۔ ایک چھوٹے۔ بڑھو مارکہ حرف۔ ایک مصوتے پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے جیسے (آ۔ اردو میں جتنے رکن پائے جاتے ہیں۔ ان کی ساخت اور ساخت کی مختلف قسموں کو مثالوں کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

## ۱.۱.۱. ایک رکنی ساخت

ا	:	v
آ	:	vc
ے	:	ev
ک	:	evc
شرط	:	evvc

کیا	:	۷۷۷
چپاز	:	۷۷۷۷

### ۲.۱.۱. دو کئی ساخت

آئی	:	۷-۷
آدھا	:	۷-۷۷
چائے	:	۷۷-۷
صد	:	۷۷-۷۷
سردی	:	۷۷۷-۷۷
مزدور	:	۷۷۷-۷۷۷
باغن	:	۷۷-۷۷۷
امنام	:	۷۷-۷۷۷
عورت	:	۷-۷۷۷
اتنا	:	۷۷-۷۷
سرویاں	:	۷۷-۷۷۷
جنتری	:	۷۷۷-۷۷۷
لنگڑا	:	۷۷۷۷-۷۷
درخت	:	۷۷-۷۷۷۷
سور	:	۷۷-۷۷
پیادہ پیادہ	:	۷۷۷۷-۷۷

### ۳.۱.۱. سہ کئی ساخت

ارادہ (ارادہ)	:	۷-۷۷-۷۷
---------------	---	---------

سلائی	:	CV-CV-CV
دروازا (دروازہ)	:	CV-CV-CV
خوبصورت	:	CV-CV-CV
پیشانی	:	CV-CV-V
پیشک	:	CV-CV-CV
بے ذائقہ	:	CV-CV-CV
حق منہ	:	V-CV-CV-CV
شرمندہ (شرمندہ)	:	CV-CV-CV-CV
شرمندگی	:	CV-CV-CV-CV
معاہدہ (معاہدہ)	:	CV-V-CV-CV
عدالتی	:	V-CV-CV-CV
پرہیزگار	:	CV-CV-CV-CV
رضامند	:	CV-CV-CV-CV

### ۱.۱.۲. چہار کئی ساخت

گر خنداری	:	CV-CV-CV-CV
ارادتن (ارادتنا)	:	V-CV-CV-CV
بار اوقات (بارہ اوقات)	:	CV-CV-CV-CV
دیاسلائی	:	CV-CV-CV-V
سرے دانی (سرمدانی)	:	CV-CV-CV-CV
مچھروانی	:	CV-CV-CV-CV
غسل خانہ (غسل خانہ)	:	CV-CV-CV-CV
دولہا بھائی	:	CV-CV-CV-V

## ۱.۱.۵۔ پانچ رکنی ساخت

مقدور بازی	:	cv. cvc cv cv cv
ستم غریبیاں	:	cv cvc. cv cvc cv

یہ بھی ممکن ہے کہ تین یا چار رکنوں والے الفاظ میں پہلے دو یا پہلا اور تیسرا یا دوسرا اور چوتھا رکن باقی رکنوں کی نسبت زور کے ساتھ تلفظ ہو۔ یہ تعزیری دو رکنی سے چہار رکنی الفاظ میں آسانی سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ عام طور پر لفظ میں ایک رکن ہی زور کا حامل ہوتا ہے لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں کہ مرکب لفظ میں دو رکن بھی "زور" کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔  
(الف) اردو کے عام الفاظ میں ساق کے مصوٹے پر زور ہوتا ہے لامستے نسبتاً کم زور کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں۔

(ب) دو رکنی الفاظ میں ر۔ پ۔ ے / مصوٹے رکھنے والے رکن نسبتاً زیادہ زور سے تلفظ ہوتے ہیں۔ اگر دونوں ہی رکن مصوٹوں کے ساتھ آئیں تو دوسرے رکن پر زیادہ زور ہوگا جیسے بتا کن ا، عکنا، رم دوا، مدد، ال، ف نای = لفظی وغیرہ

(ج) الفاظ کے پہلے رکنوں میں جب بھی / ی، ے، اے، او، و، او / مصوٹے آئیں تو وہ ہمیشہ زور کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں جیسے: م پان، ناچس، دی وار = دیوار، م دت ی = موتی وغیرہ

## ۱.۲ فونیموں کی تقسیم

ہر زبان کی طرح اردو بھی فونیموں کی تقسیم میں انجی انگ انفرادیت رکھتی ہے۔

اردو میں بعض فونیم ایسے ہیں جو لفظ کی مخصوص پوزیشنوں میں آتے ہیں بلکہ دوسرے فونیم ہر جگہ آ سکتے ہیں۔ یہ پابندی مصوتوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس کا اطلاق مصوتوں پر بھی ہوتا ہے۔ ذیل میں مصوتوں اور مصوتوں کی انگ انگ تقسیم کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

## ۱.۲.۱ اردو مصوتوں کی تقسیم

۱۔ ا، آ، او، / مصوتے ہلاروک ٹوک لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں

۲۔ ا، آ، او، / مصوتے بھی لفظ کی تینوں پوزیشنوں میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں لیکن یہ لفظ کے آخر میں اگر کھلے رکن میں آئیں تو اے، او، تقریباً / اے، او، کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں یہ تبدیلی آزاد تبادلہ (FREE VARIATION) کی حیثیت رکھتی ہے! جیسے:

پچھلے لے لے اے پہلے

سے لے لے اے سے

چھلے لے لے اے چھلے (چھ)

وے لے لے اے وے لے لے وے

۳۔ ا، آ، او، / تمام سادہ مصوتے دونوں رکنوں میں آ سکتے ہیں یعنی کھلے اور بند رکنوں میں لیکن اے، او، مصوتے کھلے رکن میں لفظ کے آخر میں نہیں آتے۔

۴۔ ا، آ، او، / ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مصوتے بغیر مصوتوں کی مدد کے لفظ میں استعمال ہوں۔ عام طور پر مصوتے مصوتوں سے پہلے یا ان کے بعد یا



## ۱۔ ۲۔ ۲۔ اردو مصمتوں کی تقسیم

۱۔ ۲۔ ۱۔ اردو کے تمام مصمتے سوائے / پچھ، بچھ، ڈ، ڈھ اور گن / کے لفظوں کی تینوں پوزیشنوں میں آ سکتے ہیں۔ ان مصمتوں میں سے / پچھ، بچھ / لفظ کے اخیر میں نہیں آتے اور دوسری طرف / ڈ، ڈھ اور گن / لفظ کے شروع میں نہیں آتے ہیں۔

۲۔ ۲۔ ۲۔ تمام مصمتے مصوتوں سے پہلے اور بعد میں آ سکتے ہیں۔ / ڈ، ڈھ / لفظ البتہ لفظ میں مصوتوں کے بعد نہیں آتے۔

۳۔ ۲۔ ۱۔ مصمتوں کے خوشے ( CLUSTERS ) لفظ کے شروع میں نہیں آتے البتہ ا۔ پ۔ ب۔ ک۔ گ / مصمتے / ی / نیم مصمتے کے ساتھ اس پوزیشن میں ممکن ہیں۔

۲۔ ۲۔ ۲۔ نیم مصوتہ لفظ کے اخیر میں مصوتے کے بعد نہیں آتا ہے۔

۳۔ ۲۔ ۲۔ ہاکاری مصمتے لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آ سکتے ہیں لیکن ان کی متحدہ شکلیں (طویل ہاکاری مصمتے) ممکن نہیں ہیں۔ درمیان میں جہاں یہ صورت ہوتی ہے، وہاں ان مصمتوں کی طوالت ختم ہو جاتی ہے۔

بے باجیچے م کھ کھ ی م ک کھ ی = مکھی، م چھ چھ = م پچھ پچھ = م پچھ وغیرہ

۳۔ ۲۔ ۲۔ بحیثیت خوشیم کے صغیری مصمتوں کی مصوتہ شکلیں طویل یا متحدہ نہیں ہو سکتیں۔

۳۔ ۲۔ ۲۔ طویل مصمتے مصوتوں کے درمیان محض اس بنیاد پر آ سکتے ہیں کہ ان مصمتوں میں سے پہلا مصوتہ، ی، پ، ب، م / مصوتوں میں سے کوئی

ایک ہو۔

۸.۲.۳.۱. کوزی، تھکدار، ہاکاری اور غیر ہاکاری رٹا اور ٹھہر دونوں ایسے مصعے ہیں جو دوسرے کوزی مصعتوں کے ساتھ نہیں آتے ہیں۔

۹.۲.۳.۱. مسووع صغیری کبھی بھی غیر مسووع صغیری مصعتوں کے ساتھ خوشوں میں نہیں آتے۔

۱۰.۲.۳.۱. ہاکاری ہندشی مصعے کسی دوسری شق کے ہندشی مصعتوں کے ساتھ نہیں آتے۔

۱۱.۲.۳.۱. دو ہاکاری مصعے کبھی ایک ساتھ نہیں آتے، اگر ایسا ہو تو پہلے مصعے کی ہاکاریت ختم ہو جاتی ہے۔

۱۲.۲.۳.۱. مختلف شقوں کے دو کوزی مصعے ایک ساتھ نہیں آتے۔

۱۳.۲.۳.۱. نیم مصوع کسی خوشے میں پہلے مبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔

۱۴.۲.۳.۱. رٹا اور ٹھہر / مصعے ہمیشہ جملعی مصوعے یا انفی مصوعے کے بعد ہی آتے ہیں۔

۱۵.۲.۳.۱. لب دندان، غیر صغیری مصوعے اور کسی خوشے میں پہلے مبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔

ذیل کے جدول میں مصعتوں کی تقسیم پیش کی جاتی ہے۔

مصعے	۱-۲	۳-۴	۵-۶	۷-۸	۹-۱۰	۱۱-۱۲	۱۳-۱۴	۱۵-۱۶
پ	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
بکھ						✓	✓	
با	✓	✓		✓	✓	✓	✓	
بھ						✓	✓	
ت		✓	✓	✓	✓	✓	✓	
کھ		✓		✓	✓	✓	✓	



	✓		✓	✓		✓	✓	ده
	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	ط
	✓	۱				✓	✓	ظ
	✓	۱	✓	✓	✓	✓	✓	ذ
	✓					✓	✓	ژ
	✓		✓	✓	✓	✓	✓	ح
	✓		✓	✓		✓	✓	ج
	✓		✓	✓	✓	✓	✓	چ
	✓		✓	✓	✓	✓	✓	ک
✓	✓		✓	✓	✓	✓	✓	گ
	✓		✓	✓	✓	✓	✓	خ
✓	✓		✓	✓	✓	✓	✓	گ
	✓		✓	✓		✓	✓	ن
	✓		✓	✓		✓	✓	ق
	✓		✓	✓		✓	✓	م
	✓		✓	✓		✓	✓	ن
	✓		✓	✓		✓		گ
	✓		✓	✓		✓	✓	ف
	✓		✓	✓		✓	✓	و
✓	✓		✓	✓		✓	✓	س
	✓		✓	✓		✓	✓	ز
	✓		✓	✓		✓	✓	ش

	م			م		م	م	ز
م	م		م	م		م	م	خ
	م		م	م		م	م	غ
	م		م	م		م	م	ہ
	م		م	م		م	م	ل
	م		م	م		م	م	ر
	م		م	م		م		ڑ
	م		م	م		م		ڑھ
			م	م		م	م	ی

## ۱۳۔ اردو فونیم اور ان کے خوشے

اس سے پہلے کہ خوشوں (CLUSTERS) کی بحث کی جائے، ہمیں ان سے متعلق عام غلط فہمی کو دور کر لینا چاہیے۔ عام طور پر لفظ میں کسی مصوتے کی مداخلت کے بغیر جو مصوتے برابر برابر آتے ہیں، انہیں خوشے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ ماہرین لسانیات نے خوشوں کی جو تعریف کی ہے، اس کے لحاظ سے یہ غلط ہے البتہ ایسی تقسیم کو مصوتوں کا سلسلہ کہا جاسکتا ہے۔ زبان میں ایسے سلسلے مصوتوں کے بھی مل سکتے ہیں۔ خوشوں کی تعریف کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مختلف مصوتوں کا کوئی ایسا سلسلہ جو بنا کسی صوتی رکاوٹ کے ایک ہی رکن کے ساتھ ادا ہو، مصوتوں کا خوشہ کہلاتا ہے۔ یہ خوشہ اردو میں دو سے تین مصوتوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

مصمتوں کی تعداد کی بنیاد پر خوشوں کو دو مصمتی خوشہ یا سہ مصمتی خوشہ کہا جاسکتا ہے۔ اسی تفریق کی بنیاد پر ہم اردو کے مختلف خوشوں کا جائزہ لیتے ہیں۔  
 اردو میں خوشوں کی تعداد دوسری ہند آریائی زبانوں کے مقابلے میں کم ہے۔ مصمتوں کے خوشے لفظ کے شروع میں نہیں کے برابر ہیں۔ البتہ درمیان میں اور لفظ کے اخیر میں ان کی تعداد خاصی ہے۔ شروع کے خوشے چند مخصوص مصمتوں + نیم مصمتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ درمیان میں جو خوشے ملتے جلتے ہیں وہ مصمتوں کی مختلف قسموں پر مشتمل ہو سکتے ہیں لیکن یہاں بھی ان کی تعداد محدود ہے۔ لفظ کے اخیر میں البتہ دو مصمتوں کے خوشے کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ اردو میں مصمتوں پر مشتمل خوشوں کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ ایسے خوشوں میں عام طور پر تیسرا ممبر نیم مصمت ہوتا ہے۔ دو مصمتی خوشوں میں ایک ہی خوشے کے بندشی مسموع اور بندشی غیر مسموع مصمتے نہیں آتے۔ رٹ مصمت کسی خوشے میں پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آ سکتا۔ ہ مصمت ایک خوشے میں دوسرے ممبر کی جگہ نہیں لے سکتا اور نہ ہی ایک خوشے میں نیم مصمت کو پہلے ممبر کی جگہ نصیب ہو سکتی ہے۔

اردو میں عام رواج یہ ہے کہ مستعار الفاظ کے خوشوں کو اس صورت میں مصمتوں کی مدخلیت سے توڑ دیا جاتا ہے جب وہ لفظ کے شروع یا آخر میں خوشوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ جیسے۔  
 کول = سکول، انگریزی، اس کول = اسکول، اردو  
 بازہ = مٹ = برہمن، سنسکرت۔ بدرہ = مہن = برہمن، اردو  
 ذیل میں اردو میں پائے جانے والے مختلف خوشوں کی صورتیں دی گئی ہیں۔

اردو میں ابتدائی خوشے (Initial Diphthongs)

پہلا نمبر + دوسرا نمبر  
 پ، پ، ک، گ، و، س، خ، ہ / ی، ا

مثالیں :-

پ، ی، / : پیادہ، پیالی، پیاس  
 ب، ی، / : بیاد، بیاسی  
 ک، ی، / : کیا، کیاری  
 گ، ی، / : گیارہ  
 س، ی، / : سیاہ، سیاہی  
 و، ی، / : خیال، خیانت  
 و، ی، / : دیا، دیاسلائی

۱۔ ۲۔ ۳۔ درمیانی خوشے (MEDIAL CLUSTERS)

پہلا نمبر + دوسرا نمبر  
 ر، و، ژ، ن، پ، م، ب، ل، / + ہ، د، خ، ڈ، گ، ک، ن، ذ،  
 / و، س، ت، / ہ، د، س، ت، م، و، ت

مثالیں :-

ر، ت، / : گنگو  
 و، و، / : سرویاں  
 و، خ، / : مہنیاں  
 و، ڈ، / : پنڈی  
 ا، گ، / : جنگو  
 ر، و، / : جنزری، سنزہ  
 ا، ک، / : سکیا  
 پ، ک، / : چپکلی





اک /	:	ذکر
ات /	:	قنر (قطر)
اصف /	:	وصف (وصف)

---

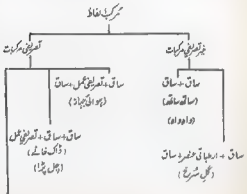
# اردو میں مرکب الفاظ کی ساخت

تشکیلات کی اصطلاح میں زبان کی چھوٹی سے چھوٹی یا معنی آزاد لفظی کو لفظ کہتے ہیں۔ ساخت کے اعتبار سے اردو میں ایسی لکائیوں کی تین قسمیں ہیں۔ یعنی سادہ، پیچیدہ اور مرکب۔ سادہ لفظ آزاد تشکیلیہ یا ایک آزاد مارفیم ہو تا ہے یعنی کوئی ایسی شکل یا فام جس کے مزید یا معنی ٹکڑے نہ کیے جاسکیں؛ جیسے کتاب، قلم اور بھول وغیرہ۔ دوسری قسم میں پیچیدہ الفاظ آتے ہیں جن کی ساخت ایک سادہ تشکیلیہ یا آزاد مارفیم اور ایک یا ایک سے زیادہ پابند تشکیلیہ یا مارفیم یعنی سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے تشکیل پاتی ہے؛ جیسے بدنام = بد نام، بے + وفا + ی - بے وفائی، ایمان + دار + ی - ایمان داری وغیرہ۔ تیسری قسم مرکب الفاظ کی ہے جو دو یا تین آزاد مارفیوں یا ن مارفیوں کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ پابند مارفیوں کا مجموعہ ہوتی ہے؛ جیسے: تاج + محل = تاج محل، کھاتے + رہ = لاء کھاتے رہا، ستم + ظریف + ی + آں = ستم ظریفان وغیرہ۔ اردو کا تمام سرمایۂ الفاظ اپنی ساخت کے اعتبار سے انہی تین خصوصیات کا حامل ہے۔

یہ مقالہ کل ہند سمینار، مشکوہ، اردو لیرچ اور ٹریننگ سینٹر، کھنویس، ٹپکانگا۔



اردو الفاظ کو تشکیل داتی اور نحوی سطحوں پر مختلف درجوں میں بانٹا جاسکتا ہے اور الفاظ کے یہ درجات اپنی مرکب ساخت کے اعتبار سے بھی الگ کیے جاسکتے ہیں۔ انھیں ایک دوسرے کے مقابلے میں بآسانی پہچانا جاسکتا ہے۔ ان درجات میں بعض مرکب الفاظ ایسے ہیں جو محض دو آزاد تشکیلیوں یا سادہ فیوض سے تشکیل پاتے ہیں ایسے: ظرف، ADVERB، حرف جار، مرکب جار، مفعول، OBJECTIVES، مفعول فی ینس، INTERJECTIVE، خبرہ۔ انھیں ہم غیر تصریفی مرکبات بھی کہہ سکتے ہیں۔ باقی مرکبات تصریفی ہیں جو دو یا بھی بھی تین آزاد مادہ فیوض اور ممکنہ سابقوں و لاحقوں کی مدد سے اپنی ساخت کو مکمل کرتے ہیں۔ ان میں اسماء، افعال، ضمایر، صفات اور فعل امدادی وغیرہ اہم ہیں۔ مجموعی طور پر اردو زبان کے مرکب الفاظ کی اس درجہ بندی کو ذیل کے جدول سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔



ساق + تصریفی عمل + ساق + تصریفی عمل + ساق  
(بیٹھا ہوا)

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ مرکب لفظ اور فقرہ دو الگ چیزیں ہیں۔ ان میں ساخت اور عمل دونوں اعتبار سے فرق کیا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں بعض اوقات اپنی ساخت کے لحاظ سے اتنے قریب آجاتے ہیں کہ ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہاں اردو میں مرکب لفظ *COMPOUND WORDS* اور فقرے *PHRASES* کے درمیان پائے جانے والے فرق کو کچھ لینا ضروری ہے۔

(الف) مرکب لفظ کے دونوں یونٹوں کے درمیان کسی طرح کی صوتی مداخلت نہیں ہوتی جب کہ فقرہ میں ایسا نہیں ہے۔ وہ اپنے یونٹوں کے درمیان مختلف لسانی عمل قبول کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کمزور / کو لیجیے جو ایک حلقہ بھی ہے اور فقرہ بھی۔ مرکب لفظ کی صورت میں اسے دو آزاد تظیلیوں یا مانجھوں پر مشتمل ایک مکمل یونٹ کہیں گے یعنی کم - زور = کم زور۔ ایسی صورت میں اس مرکب لفظ کے دونوں حصے ایک دوسرے میں پیوست ہوں گے۔ وہ ایک کمزور آدمی ہے؛ جب کہ ایک فقرے کی حیثیت سے اس میں "کم" اور "زور" کے درمیان ایک خارجی کھلے اتصال *INTERNAL OPEN JUNCTION* کی شمولیت ضروری ہے؛ جیسے ہم نے کیجئے وقت کم زور لگا یا۔ /۔ مرکب لفظ "زور" کی حیثیت سے یہاں دونوں جملوں میں "کم زور" کے درمیان پائے جانے والے فرق کی وضاحت ہو سکتی ہے۔

اب، مرکب لفظ کی ساخت میں خاص قسم کی لسانی اکائیاں ہی استعمال ہوتی ہیں۔ جب کہ فقرے اس پابندی سے آزاد ہوتے ہیں، مثلاً ایک سادہ قائم دوہا / کو لیجیے۔ اس کی مدد سے اردو میں مرکب لفظ بناتے وقت / بھائی / جیسا آزاد سار فہم ہی استعمال کیا جاسکتا ہے؛ جیسے / دولہا بھائی / یہاں "دولہا" کے ساتھ "بھائی" کے بجائے اگر ہم ایسی دوسری اکائی استعمال کریں جس کی مرکب ساخت اجازت نہ دیتی ہو تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ مرکب لفظ کے بجائے کوئی فقرہ بن جائے؛ جیسے / نانا دولہا / / نانا بھوت دولہا / / دولہا دولہن / دینرہ۔ ایسی ترکیبیں مرکب لفظ نہ کہلا کر فقرے ہی کہلائیں گی۔









مرکبات میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ عموماً ایسے مرکبات صوتی اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف  
 یونٹوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جیسے: ہر روز، روزانہ، لگاتار، جی ہاں، دوبارہ اسی طرح نہایت  
 عجیب وغیرہ

فعل اعدادی: الفاظ کی کافی محدود قسم ہونے کے باوجود بھی ان کی مرکب شکلیں ملتی ہیں۔  
 ان کے مرکبات کے دونوں یونٹ تصریفی عمل رکھتے ہیں یعنی ان کی ساخت ساق، تصریفی عمل  
 پر مشتمل ہوتی ہے۔ جہاں تک ان میں تصریفی عمل کا تعلق ہے جنس، تعداد، زمانہ اور حالت  
 کے لیے یہ گردان کرتے ہیں! ہوا ہے، ہوئی ہے، ہوئے ہیں، ہوئی ہیں (حال)؛ ہوا تھا؛  
 ہوئی تھی؛ ہوئے تھے، ہوئی تھیں (ماضی)؛ ہوگا؛ ہوں گے، ہوگی؛ ہوں گی (مستقبل)  
 وغیرہ۔

اردو الفاظ کی دوسری قسمیں بھی اپنے اندر مرکب ساخت رکھتی ہیں لیکن ان کی مختصر  
 تجربے میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ الفاظ کی ان قسموں کے مرکبات بنانے کے طریقے تقریباً  
 وہی ہیں جن کا ذکر اوپر دوسرے مرکبات کے بیان میں کیا گیا ہے البتہ یہ مرکبات غیر تصریفی  
 ہوتے ہیں اور صوتی اعتبار سے عموماً مختلف یونٹوں سے ترتیب پاتے ہیں۔ نمونے کے طور پر

چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ جار مؤخر POST POSITION میں سے ہے۔ رابطہ CONNECTIVE  
 -IVES- کیوں نہ، پھر بھی، مگر PARTICLES میں بھی تو۔ اور جہاں INTERJECTION  
 -ایں ہیں، -ایں ہیں، واہ واہ بھی واہ، اے خدا، ارے بھئی وغیرہ

# کرخنداری اردو کی صوتی ساخت

کرخنداری اردو کی ہندو اہم بولیوں میں سے ایک سماجی بولی ہے جو ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں جامع مسجد کے اعراف کے علاوہ پرتی فصیں کے اندر کے ان محلوں میں بولی جاتی ہے جہاں مسلمانوں کی زیادہ آبادی ہے۔ لکھنؤ کی مرہم شہری کے مطابق دہلی میں اردو بولنے والوں کی مجموعی تعداد دو لاکھ اکتیس ہزار ایک سو ستائیس ہے جنہیں دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ پہلے گروپ کا تہوں مزدور پیشہ ان لوگوں سے ہے جو نسل و نسل دہلی میں رہتے چلے آ رہے ہیں۔ دوسرے گروہ میں اعلیٰ پچھلے متوسط در متوسط طبقے کے لوگ آتے ہیں جو تعلیمی اور سرکاری اعتبار سے خوش حال ہیں۔ ان دونوں گروپوں کے لوگ اردو کو اپنی مادری زبان کہتے ہیں۔ کرخنداری اردو بولنے والوں کے ایک مخصوص جھگڑے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے اردو کی سماجی بولی کہلاتی ہے۔





اس کے علاوہ، اس صفت بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ لفظ کی تینوں پرزیشنوں میں اس میں مصمتے جس کیفیت کے ساتھ آتے ہیں، گرفتاری میں نہیں۔ یہی حال مصمتی خوشوں کا بھی ہے۔ رکنوں کی سخت بھی بڑی حد تک بدلتی جاتی ہے۔ البتہ مصوتوں کے انفی ہونے کا رجحان گرفتاری میں نسبتاً زیادہ ہے۔

گرفتاری میں اردو الفاظ کے ساتھ تماش (ASSIMILATION) ، انقلاب (MATATHESIS) ، ابتدائی الحاق (PROTHESIS) ، خوشی ترخیل

(ANAPHTHESIS) اور حذف صوت مکرر (TYPOLOGY) جیسے صوتی عمل کا ہونا ایک عام بات ہے؛ مثلاً بد صورت ے بس صورت، لکھنؤ، لکھنؤ، درو، درو، شہادت، شادوت وغیرہ۔ ایسی مثالیں مل جاتی ہیں جہاں رکنوں میں مصمتے کا اضافہ ہو رہا ہے؛ جیسے اچانک ے اچانک، حرفی یا مار فیماقی سطح پر بھی متعدد تبدیلیوں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے؛ مثلاً غیر خاصی حالت میں غائب ضمیروں کا واحد درجہ میں فرق جیسے: اُس ے دس، اُن ے دُن، اُنھوں نے۔ دونوں، مجھ ے تُو، تجھ ے تُو وغیرہ۔ ایسی مثالیں بھی دیکھنے کو مل جاتی ہیں جہاں وحد اور جمع بنانے کے طریقے الگ ہیں؛ جیسے مستقبل کا فعل امدادی لگا۔ گرفتاری میں "اُن" ہو جاتا ہے۔ اس فرق کی نوعیت کلی بٹوارے کی ہے۔ وقت، جگہ، درست کی ضمیروں کے اشتقاقی عمل میں بھی فرق ملتا ہے؛ جیسے جیسی ے جدی، کبھی ے کدیا، یہاں ے یاں، وہاں ے وال، جہاں ے جاں، کہاں ے کلاں، ادھر ے ادرہ، اور، ادھر ے فورہ، یہیں ے ریکی، وہیں ے وکیں وغیرہ۔ لفظی سطح پر دو طرف کا فرق ہے۔ نہر ایک اردو الفاظ کا صوتی تغیر کے ساتھ استعمال؛ جیسے درخت ے درکت، جنگ ے جنگ، ٹھنڈا ے ٹھنڈا، مسجد ے مسجد، پتھر ے پتھر، سیر ے سیر، کبیل ے کبیل، چاقو ے چقو، کبوتر ے قبوتر، گئے ے اُگڑو، بادام ے بدہم وغیرہ۔ نہر ۲۔ خاص گرفتاری الفاظ؛ جیسے لٹا (لٹکا)، بھلا (بھریک)، کھنڈک (خلل)، منا دی (منوید)، زمان (زہستہ)، دھیاری (جرت)، تڑی (جرات)، ناواں (رقم)۔

کمزور مذاق وغیرہ۔ گزشتہ درجہ میں عربی و فارسی الفاظ یا فقرات کا تلفظ تلفظ یا غلط استعمال بھی  
 کتاب ہے ؛ جیسے بے فضول و راصل میں ، انشاء اللہ اگر اللہ نے چاہا ، پاپیادہ پیدل چل کر  
 لب جنائے کنارے ، ماہ رمضان کا مہینہ ، غشہ کے واسطے ، سنگ مرمر کا پتھر اور چنبدے  
 آپ چند سے مانتا ہے وغیرہ۔

گزشتہ درجہ کی فہرستوں اور مصوتوں کی فہرستیں تیار کیوں کر بیان کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے  
 ہیں کہ :

۱۔ جب مصوتے لفظ کے شروع میں رکن کے پہلے جز کی حیثیت سے آئیں یا لفظ کی  
 درمیانی نشست میں کسی مصوتے کے بعد رکن کے شروع میں آئیں تو وہ قوی (POSTIS)  
 ہو جاتے ہیں ؛ جیسے پتا ، چمٹا وغیرہ۔

۲۔ مصوتے لفظ کے آخر میں یا دو مصوتوں کے درمیان کمزور (LENIS) ہو جاتے  
 ہیں ۔ باکاری بندشی مصوتے اور جاریے CONTINUANTS بھی لفظ کی درمیانی  
 نشست میں رکن کے آخر میں آکر کمزور ہو جاتے ہیں ؛ جیسے چٹان ، دشتا ، مندا وغیرہ۔  
 ۳۔ غیر باکاری بندشی مصوتے کسی دوسرے مصوتے سے پہلے آکر غیر نکاسی  
 (UNRELEASED) ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ لفظ کی درمیانی نشست میں رکن کے  
 آخر میں آئیں ؛ سیپائی ، بدنا وغیرہ۔

۴۔ مصوتے انفی و انفر کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ رکن کی ابتدائی پوزیشن  
 میں انفی مصوتوں سے پہلے آئیں ؛ جیسے عینس ، سانس ، باتیں وغیرہ۔

۵۔ مصوتے قدرے دہلی ہو جاتے ہیں اگر وہ کچھ مصوتوں سے پہلے آکر ایک  
 ہی رکن میں تلفظ ہوں ؛ جیسے انگورٹھ ، ٹھوکر ، بھوت وغیرہ۔

۶۔ مسسورے مصوتے قدرے غیر نکاسی ہو جاتے ہیں اگر وہ لفظ کے آخر میں آئیں ؛  
 جیسے دُرُود ، ٹھنڈا ، دماغ وغیرہ۔

۷۔ غیر مسسورے مصوتے بندشی مصوتے کے بعد ملحق ہو جاتا ہے اگر وہ رکن کے  
 شروع میں آئے مصوتوں کے علاوہ ہر مصوتے سے پہلے آئے ؛ جیسے کبوتر ، قبوتر ،





کو پہنچاتے ہیں مدد دیتا ہے۔ یہ مختلف رکنوں پر مشتمل لفظ میں کسی ایک (یا دو) کو زیادہ، متیازی بناتا ہے۔ مثلاً بل کسی ایک رکن پر ہی ہوتا ہے لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں کئی رکنوں والے الفاظ میں دو رکنوں پر / بل / استعمال ہوا ہو۔ گرخنداری میں پہلا رکن بل دار ہوگا، اگر دونوں رکن مصوتوں کی پہلی کلاس، یعنی / ا، ی، اے، / پر مشتمل ہوں یا پہلا رکن مصوتوں کی پہلی کلاس اور دوسرا رکن دوسری کلاس / ز، ب، ر، ج، / پیش آ رہکتا ہو! یا دونوں رکن مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتے ہوں یا پہلا رکن / ۷، ۷، ۷، ۷، / جیسی ساخت میں مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتا ہو اور دوسرا رکن پہلی کلاس پر مشتمل ہو۔ گرخنداری کا دوسرا رکن بل دار ہوگا۔ گریخت کا پہلا رکن مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتا ہو، جب کہ دوسرے رکن کا مصوتہ پہلی کلاس سے متعلق ہو یا دونوں رکن مصوتوں کی دوسری کلاس کے حامل ہوں بشرطیکہ اس رکن کی ساخت / ۷، ۷، ۷، ۷، / ہو۔

گرخنداری بونی کے الفاظ کی سرکئی ساخت میں پہلا رکن بل دار ہوگا اگر لفظ کا پہلا اور تیسرا رکن مصوتوں کی پہلی اور دوسرا رکن دوسری کلاس رکھتا ہو۔ یا تینوں رکن مصوتوں کی پہلی کلاس سے متعلق ہوں یا بل دار رکن کے بعد وانا کھا رکن مصوتوں کی دوسری اور تیسرا رکن لفظ کے آخری رکن پہلی کلاس رکھتا ہو یا لفظ کے پہلے دو رکن مصوتوں کی پہلی اور تیسرا رکن دوسری کلاس رکھتا ہو۔ دوسرا رکن بل دار ہوگا، اگر پہلا رکن مصوتوں کی دوسری اور باقی رکن پہلی کلاس پر مشتمل ہوں یا پہلا اور تیسرا رکن مصوتوں کی دوسری اور دوسرا رکن پہلی کلاس رکھتا ہو یا تینوں رکن مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتے ہوں یا پہلے دو رکن مصوتوں کی دوسری اور تیسرا رکن پہلی کلاس کے ساتھ لفظ کے آخر میں آئے۔ تیسرا رکن بل دار ہوگا اگر پہلے دو تیسرے رکن کے مصوتے اپنی پہلی اور دوسرا رکن مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتا ہو لیکن شرط یہ ہے کہ لفظ مسختہ پر ختم ہو۔ پہلا اور تیسرا رکن بل دار ہوگا اگر پہلے اور آخری رکن میں مصوتوں کی پہلی اور دوسرے رکن

میں دوسری کلاس آئے اور لفظ مصیبت پر ختم ہو یا پہلے دو رکن مصوتوں کی دوسری اور مصیبت پر ختم ہونے والا آخری رکن پہلی کلاس رکھتا ہو۔

چهار رکنی الفاظ میں بن کی نوعیت اس طرح ہے: پہلا رکن بن دار ہوگا اگر پہلا اور آخری رکن مصوتوں کی پہلی اور باقی رکن دوسری کلاس رکھتے ہوں۔ پہلا اور آخری رکن بن دار ہوگا اگر تیسرا رکن مصوتوں کی دوسری اور باقی رکن پہلی کلاس پر مشتمل ہوں۔ پہلا رکن بن دار ہوگا اگر شروع کے تین رکن مصوتوں کی دوسری اور آخری رکن پہلی کلاس رکھتا ہو۔ دوسرا رکن بن دار ہوگا اگر پہلا رکن مصوتوں کی دوسری اور باقی رکن پہلی کلاس رکھتے ہوں یا پہلا اور تیسرا رکن مصوتوں کی دوسری اور دوسرا و چوتھا رکن پہلی کلاس کا حامل ہو۔ تیسرا رکن بن دار ہوگا اگر بن ایسے کھلے رکن کے ساتھ آئے جن میں پہلا رکن مصوتوں کی دوسری اور باقی رکن پہلی کلاس رکھتے ہوں یا تمام رکن مصوتوں کی پہلی کلاس سے تعلق رکھتے ہوں یا پہلے دو رکن مصوتوں کی دوسری اور آخری دو پہلی ذیلی کلاس رکھتے ہوں یا تیسرا رکن مصوتوں کی پہلی اور باقی رکن دوسری کلاس سے متعلق ہوں۔

### (ج) کرخنداری فونیوں کی تقسیم

کرخنداری فونیوں کی لفظوں میں تقسیم کا تجزیہ کرنے کے بعد ہم حسب ذیل نتائج نکالتے ہیں۔

۱۔ ری، وا، / مصوتے لفظ کی تینوں پولیشنوں میں بلا کسی رد کی ٹوک کے آتے ہیں۔

۲۔ / اے، آے، او، آو مصوتے بھی لفظ کے شروع اور میان اور آخر میں کہ نہ طور پر آتے ہیں لیکن لفظ کی آخری نسبت میں بن کی مخصوص تقسیم ہے یعنی اے، آو مصوتے حسب ترتیب آ، اے، و کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اگر وہ لفظ کے آخر میں کھلے رکنوں کے ساتھ آئیں۔

۳۔ تمام مصوتے بند اور کھلے رکنوں میں آتے ہیں البتہ /ز بر /از بر /پیش /لفظ کے اخیر میں کھلے رکنوں کے ساتھ نہیں آتے۔

۴۔ آخری مصوتے سے پہلے دو مصوتے لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔

۵۔ /ڈ / کے علاوہ کوخنداری کے تمام مصوتے لفظ کے شروع میں آ سکتے ہیں۔

۶۔ دو مصوتوں کے خوشے لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔ سوئے / پد / با ک / گ / اس کے جن کے ساتھ نیم مصوتہ / ی / دوسرے جہتی سے استعمال ہوتا ہے۔

۷۔ / ڈھ / کے علاوہ تمام مصوتے دو مصوتوں کے درمیان آ سکتے ہیں۔

۸۔ کوخنداری کے تمام باکاری مصوتے لفظ کے اخیر میں عموماً غیر باکاری ہو جاتے ہیں۔ دو مصوتوں کے درمیان بھی کثر مصوتوں کی باکاریت ختم ہو جاتی ہے۔

۹۔ یکساں خوشے کے دو باکاری مصوتے ایک ساتھ نہیں آتے۔

۱۰۔ / ڈ / مصوتہ کسی دوسرے کوڑی مصوتے کے ساتھ نہیں آتا۔

۱۱۔ کوئی مسکورہ صغیری مصوتہ کسی غیر مسکورہ صغیری مصوتے کے ساتھ ایک خوشے میں پہلے یا دوسرے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔

۱۲۔ کوئی ہندشی مصوتہ باکاری ہندشی مصوتوں کے بعد نہیں آتا۔

۱۳۔ دو باکاری مصوتے ایک ساتھ نہیں آتے۔ اگر ایسا ہو تو اس میں سے پہلا جزو باکاری ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ مختلف خوشوں کے دو مسکوسی (کوڑی) مصوتے ایک ساتھ نہیں آتے۔

۱۵۔ کسی خوشے میں نیم مصوتہ پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔

۱۶۔ / ڈ / مصوتہ کسی الفی مصوتے کے بعد ہی ممکن ہے۔

۱۷۔ جہزی مصوتہ ہر کسی مصوتے کے بعد لفظ کے درمیان پاس میں نہیں آتا۔

۱۸۔ مسکورہ لب ندنی غیر صغیری مصوتہ / د / ایک خوشے میں پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔





میں دو مصمتی خوشے اور لفظ کے صرف درمیان میں تین مصمتی خوشے پائے جاتے ہیں۔ ایک مسکورہ بندشی مصمت کسی خوشے میں اسی شق کے ایک غیر مسکورہ بندشی مصمت سے پہلے نہیں آتا۔ آخری خوشوں کی تعداد درمیانی خوشوں کے مقابلے میں بہت کم ہے جو خوشے، غیر میں آتے ہیں ان میں پہلا ممبر / ک، و، ہس / اور دوسرا ممبر / ت / ہے۔ ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں پہلا ممبر / ن / اور دوسرا ممبر / د، ڈ، ہن / گ / وغیرہ ہیں۔ کرخنداری میں درمیانی خوشے / ز، نو، زہ / طور پر آتے ہیں۔ درمیانی خوشوں کا پہلا ممبر پہلے مصوتے اور دوسرا ممبر بعد میں آنے والے مصوتے کے ساتھ عام طور پر تلفظ ہوتا ہے۔ تین مصمتی خوشوں میں یا تو پہلے دو مصمتے / ن، گ، ل، ت، ن، ڈ / وغیرہ پہلے مصوتے اور تیسرے مصمتے / ت، ف، ب، ر، ڈ / وغیرہ بعد میں آنے والے مصوتے کے ساتھ تکلف ہوتے ہیں یا پہلا مصمت / ت، ن، پ، ک / کس / وغیرہ پہلے مصوتے اور باقی کے دو مصمتے / ت، ر، ک، ل / وغیرہ بعد میں آنے والے مصوتے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔

---

## شہر پونا کی اردو کی صوتی ساخت

ہردوں جو ایک ہند آریائی زبان ہے، ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کردہروں کی تعداد میں بڑی پرکھی اور لکھی جاتی ہے۔ ان میں ایک شہر پونا بھی ہے۔ جو معیاری مرلھی کا علاقہ ہے اور جسے مرلھا شہذیب کے اعتبار سے مرکزیت حاصل ہے۔ یہ ایک ثقافتی شہر ہے جہاں اردو بولنے والوں کی تعداد ہندوں میں ہے۔ یہاں اردو بولنے والے اپنی زبان کو دکنی اردو کہتے ہیں۔ یہاں کے مقامی باشندے دوستی ہیں اور اردو کی دت مرلھی بھی بڑی روانی کے ساتھ بولتے اور روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔

فونیمیائی نقطہ نظر سے پونا میں اردو بولنے والوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک پڑھنے والے لوگوں کا گروپ ہے جو اردو کو اس کے صوتی مرد کے متبت بولتا ہے۔ دوسرے میں غیر تقسیم یافتہ دکنی پڑھنے والے ہوتے ہیں جو

---

یہ مقدار تعلیم کی فرض سے اکن کا راج پونا میں قی کے دوران لکھا گیا۔

اردو کے لیے سے نادائق ہیں اور عربی و فارسی اصوات یعنی ر، ز، خ، ہ، اور ق کا صحیح تلفظ نہیں کر پاتے۔ یہاں دل چسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ قرآن پڑھے ہوئے ہیں (خصوصاً فوجیں) اور اس کی تہذیب کے وقت منکر وہاں موت کو سزا طور پر دیا کرتے ہیں۔ اس مقالے کے لیے منظر ایلم کو بنی و باکران کی بولی چاں سے مودعہ کی گئی ہے جو متوسط طبقے کے پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ انہوں نے مسلم گھرانوں کی روایتی انداز کی تعلیم حاصل کی ہے اور آج کل، لیکن کاروبار میں پتہ شوہر کے ساتھ قیام پذیر ہیں جو شہرہ تعلیمات میں ریڈر کے منصب پر فائز ہیں۔ ان خاتون کا آبائی وطن بھی پولانڈی ہے۔

پولانڈی۔ دو کے مصنفوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے مختار جے کے اعتبار سے بندشی، انجمنی، صغیری، خندار اور ہمدار در طرزِ تلفظ کی بنیاد پر دو بولی، لب دندانی، گوزی، تالوی، جلیقی اور مخجری کہہ سکتے ہیں۔ بندشی مصنفوں میں مسعود وغیرہ سمیت اور ہمداری وغیرہ کاری کی تفریق ملتی ہے۔ ر دو کی س بولی میں مخجری بندشی، جلیقی نہیں ملتا اور نہ ہی خندار و ہمدار مصنفے ہمداری ہو سکتے ہیں۔ انجمنی، ر دو کاری و ہمداری، ر اور ڈھ / بھی نہیں ہیں۔ بولی میں مسعود تالوی بندشی مصنفین اور مسعود تالوی صغیری، زہ کے ساتھ بدستار ہوتا ہے؛ مثلاً دلیز سے دلیج وغیرہ کاری و دوہی بندشی مصنفین / چھ / غیر مسعود لب دندانی صغیری مصنفے / ف کے ساتھ ہمدار تالوی رکھتا ہے؛ مثلاً سفید سے سفید، پچھا ملک سے ف ملک۔ مذکورہ شروع میں ہمداری آواز میں نسبت زیادہ ہمداری ہو جاتی ہیں، جیسے پھٹی (تالو)، کھانا وغیرہ۔ مسعود، غیر ہمداری گوزی بندشی ڈ / اور مسعود غیر ہمداری، گوزی تشکیل دار، ڈ / مصنفوں کے درمیان تخلیقی تقسیم

CONV 1 THE STORY

DESTR 12

ہونے کی وجہ سے ان کی حیثیت فنی ہے۔ سب سے پہلے یہ اردو کی طرح لگ فونیم نہیں ہیں؛ جیسے پہاڑ، نہ پہاڑ، کھڑکی، نہ کھڑکی، پوٹری۔ نہ لومٹی وغیرہ۔

میاری اردو کی طرح پونا کی بولی میں بھی مصمتی فونٹے لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔ یہ عام طور پر لفظ کے درمیان میں آتے ہیں، مرکب الفاظ میں عین مصمتوں پر مشتمل خوشوں کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ الفاظ اپنی صوتی ساخت کے اعتبار سے دو رکنی اور سر رکنی ہوتے ہیں۔ لفظوں کی ایک رکن ساخت بھی ملتی ہے جہاں لفظ کبھی کبھی محض ایک مصوتے پر مشتمل ہوتا ہے۔ رکنوں کے اعتبار سے الفاظ کی منصف قسمیں ذیل میں ملاحظہ کیجیے :

اے (v) آم (v e) ایسا (v e v) صلی (v e e v) مودھ (v e)  
 گھاس (v e) کونا > کونا (e v e v) جنگ > جنگ (v e v e e) اُدے  
 > دیک (e v e v e) لکرا (e v e e v) دیواں > دیوار (e v e v e)  
 انگار > آگ (v e e v e) انگٹھی > انگوٹھی (v e e e v) آگاکا (v e v e)  
 قبلی > بمبیلی (e v e v e v) بٹوہی > چوڑی (e v e e e v) چنگاری (e v e e v e)  
 (e v) مگورو > منورو (e v e e v e) نند > نند (e v e v e) بیو لکوپور  
 > بوقون (e v e v e v e) سمندر (e v e v e e v e) اندیر > اندھیرا  
 (v e e v e v) کھو بصورت > خوبصورت (e v e e v e v e) ٹھٹھا (e v e v e e v)  
 چٹکڑی > چٹکڑی (v e e e e v e v) گوندال > زخم (e v e e v e e v) بابیل  
 (v e v e v e)

### صوتی عنصروں کا تقابلی مطالعہ :

میاری اردو اور پونا میں بولی جانے والی اردو کے صوتی عناصر کا اگر تقابلی مطالعہ کیا جائے تو ہم متدد ایسے نتائج خذ کر سکتے جو دل چسپی سے خالی نہیں ہیں۔

۱۔ پونا کی اردو میں سوائے تہ کے تمام بندہ شی مصمتے ملتے ہیں، ارق

مصنعت کبھی اکھ اور کبھی رک میں بدل جاتا ہے ؛ مثلاً قنہ یں کنہ یں  
مشرق ۽ مشرق

۲۔ اردو کے مقابلے میں اس بولی میں صغیری مصعتوں کا زیادہ رواج  
نہیں ہے۔ کچھ بندشی مصعتوں اور نیم مصوتہ رو : w / میں بدل گئے  
ہیں اور کچھ ایسے میں جن میں فونیمیاتی امتیاز نہیں ہے ؛ مثال کے طور پر  
الف : غیر سمورع لب دندان صغیری مصعت / ان / اپنی فونیمی قدر و قیمت  
کھو بیٹھا ہے۔ ن مصعت / پچھلے کے ساتھ آزاد تبادلہ

میں آنے کی وجہ سے ذیلی فونیم کی حیثیت  
رکھتا ہے ایسے

پھول ۾ قول ، پھر ۾ فر

ب : اردو کا سمورع لب دندان صغیری مصعت / و > ۷ / بدل کر وھو  
کی شکل میں استعمال ہوتا ہے ؛ جیسے

دیوال > دیوار ، ویسا > ویسا

ج : سمورع مسوڑی صغیری مصعت / ز / بدل کر سمورع تاوکی بندگی  
کی شکل اختیار کر گیا ہے ؛ جیسے ۔

جنگ > زنگ ، جیوڑ > زیوڑ

ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں ز کی شکل س میں بدل جاتی ہے

ایسے قیس ۾ کھیس دینرہ

د : حلق صغیری مصعت / ر / حسب ترتیب اکھ اور گ / مصعت  
میں بدل گئے ہیں ؛ جیسے

آخری ۽ آکھری ، ختم ۽ کھتم ، بیچ ۽ باچھو ، غصہ ۽ گھسہ

۳۔ بلند اور مست لب / ایک امتیازی نو ذہبے جو مسوڑی کے بجائے اکثر گولی  
بوجاتی ہے جو غائب راجھی کا اثر ہے ۔ اسی کے علاوہ ہم دار مصعت / ر /



پیشانی ، پیشانی ، پیشانی ، پیشانی ،

ج : بالائی وسطی اگلا سادہ مصوتہ / سے / کبھی کبھی بالائی پچھلا سادہ مصوتہ  
ہو جاتا ہے ! جیسے

نیچے ، نیچے ، نیچے ، نیچے ،

د : اردو کا وسطی ، درمیانی سادہ مصوتہ جو زبر سے نکلا ہوا ہے  
کبھی کبھی بولی میں بدل کر اگلا مصوتہ / ا / ہو جاتا ہے ! جیسے

نمک ، نمک ، چچا ، چچا وغیرہ

ہ : بالائی وسطی پچھلا مصوتہ / و / کبھی کبھی بالائی پچھلا مصوتہ / و / میں بدل  
جاتا ہے ! جیسے

اوٹھلی ، اوٹھلی

۸۔ عام طور پر ہا کاری بندھی مصوتے دو مصوتوں کے درمیان اور لفظ کے  
آخر میں آ کر اپنی ہا کاریت کھو بیٹھتے ہیں ! جیسے

ہتھیلی ، ہتھیلی ، ہاتھیلی ، ہاتھیلی ، ابی ، ابی

ہاتھ ، ہاتھ ، کچھ ، کچھ

۹۔ اردو کے الفاظ کے ساتھ پونا کی بولی میں تغلیب METATHESIS کا  
عمل بھی ہوتا ہے ! جیسے گزج کا گزج ، ہو جانا وغیرہ

۱۰۔ پونا کی اردو میں لفظ کے آخر میں مصوتی خوشوں کا ردواج نہیں ہے اس  
لیے مصوتی خوشوں کے درمیان مصوتہ داخل ہو جاتا ہے البتہ مصوتی  
خوشوں کا پہلا جز اگر / ر / ہے تو وہ لفظ کے آخر میں آسکتے ہیں ! جیسے

نقند ، نقند ، گند ، گند

سکھنت ، سکھنت ، دُرڈ ، دُرڈ

۱۱۔ اس بولی میں سادہ مصوتوں کو مشدّد کرنے کی طرف عام رجحان پایا جاتا

ہے ! جیسے : پکار (ہوا) ، پکار (ہوا) ، آؤ (ہوا) ، آؤ (ہوا) ، آؤ (ہوا) وغیرہ



موجودہ مقالے کے لیے جو مواد جمع کیا گیا ہے اس کے الفاظ کو ہم تین حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ پہلا حصہ ان الفاظ پر مشتمل ہے جو میاری اردو اور پونا اثر کی اردو میں یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ دوسرے حصے میں وہ الفاظ آتے ہیں جن میں میاری اردو کے مقابلے میں فرق ملتا ہے اور تیسرے حصے کا تعلق ایسے الفاظ سے ہے جو میاری اردو میں استعمال نہیں ہوتے۔ غالباً پونا کی اردو پر یہ علاقائی بولی کا اثر ہے۔ ذیل میں الفاظ کی مذکورہ بالا درجہ بندی کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ صوتی اعتبار سے مشترک الفاظ :- بیٹی، بونا، بتانا، بجلی، باسن، بند، بچھو، بی، بی، بھتیجہ، بھائی، چولا، چنگاری، چمٹا، چاول، چار، چالیس، چودھا، چٹائی، چکنا، مسال، کرنا، سایہ، چھت، دم، دادا، دادی، دو، دس، دوبارہ، دوستی، حمل، حاملہ، دھوا، ڈنٹھل، ڈھال، گوند، گال، گاج، گوبر، بھکی، بھر، گھوڑا، گھنگھرو، ہوشیار، ہرا، پیٹنگ، عید، جنگل، جنوب، جگ، جلدی، جوتنا، جھپٹنا، کرنا، کاجو، کالی، کچا، کٹلی، کان، کون، کیوں، کتا، کتا، کرلا، کھانا، لوہار، لمبا، لانا، مکھن، موم، تبن، مالک، میٹھا، ماریں، نورس، پتھر، کین، پوٹلی، پکھا، پھوکن، پھوٹنا، رکابی، رنگ، راستہ، رشتہ، سمدھن، سوکھ، ترچھا، کتا، بھڑنا، اٹھانا، یادگار وغیرہ۔

۲۔ صوتی تغیر رکھنے والے الفاظ :- آقا (آخا)، انگٹھی (انگوٹھی)، ابی (ابھی)، اڈار (دھار)، آکھ (آنکھ)، آکھری (آکری)، بچھڑا (بچھڑا)، چوڑی (چوڑی)، بدب (بدب)، بسا (بھوسا)، بھوسے (بھنوس)، بھوت (بھت)، بجا میر (باہر)، چکو (چاکو)۔

چٹا، چٹا، اچوڑا، کچوڑا، چٹھنا، چٹھنا، چھٹا، چھٹا، دیوال (دیوالا دھنکے)  
 (دھنکی)، دھیشٹ، دھیشٹ، ٹھنڈی (ٹھنڈی)، گتے (گتے)، ہلک (ہلک)، گھوڑا  
 (گھوڑا)، کپڑا (کپڑا)، کٹہر (کٹہر)، کٹہر (کٹہر)، کٹہر (کٹہر)، کٹہر (کٹہر)  
 مرگی (مرگی)، ٹپٹی (ٹپٹی)، ٹپٹی (ٹپٹی)، ٹپٹی (ٹپٹی)، ٹپٹی (ٹپٹی)  
 بھرا ہوا، بچانی (چانی)، بھرا ہوا، بھرا ہوا۔

۳۔ منفرد صوتی ہیئت رکھنے والے الفاظ :- انگارہ، آگ، استری، آنت،  
 اکڑی، خمدار، ہاگ، سر شیر، بابو  
 ہمت، بیدار، بھلی، بیڈکا، سب دار، ہسی، تان، بندھلی، مینڈک،  
 بھر پوری، پھوہ، کھینے، لوی، داور، سیرھی، ڈکڑ، سوہ، ڈہیس، لباس،  
 دھنڈی، پٹو، ایدا، دیوان، گوم، کھجور، گھاسیٹ، تیل، گھوہر، حق،  
 ہور، چاہا، جال، چھینی، جوانی، داماد، جاڈا، موٹا، جھیر، چپٹر، کوئی،  
 پوست، کوئی، ٹھیکر، کھلا، کیل، کھٹیا، پٹنگ، منگی، چوٹی، میری، کان، مرج،  
 مٹی، جڑ، منگٹ، کلائی، مٹو، طوطا، مانڈی، بران، لواو، لوسے، ناگمڑا،  
 پانی، پلک، چنید، کھل، پھلی، لونگ (ناک میں پہننے کی)، ہس، ہند، ریڈا،  
 بھینسا، ساں، بھولنا، سکے، واسے، رشتہ دار، مٹار، برہمی، سرکے، ہلکا،  
 موسا، خرگوش، ٹٹٹی، ٹھہر، آہلی، گھٹا، دیرن، چارہ۔



## ترجمے کے مسائل اور مترجم

توجہ دیکھ ایک ایسا فن ہے جس کی نور داری قبول کر سکتے ہی ہیں مختلف ہیں مہرِ اہل  
سے گزرتا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر ایسے مسائل سامنے آتے ہیں جنہیں سبھا مابعد ہر ناسک  
معلوم ہوتا ہے ترجمہ کرتے وقت ہم پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں سو دناؤں سے بھی ہیں  
اور وقت طلب بھی لیکن باوجود تمام کاوشوں اور بھینوں کے ہزاروں سالوں سے یہ  
عمل ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ پتھر کے نئے یوں یا شیلکس کے ڈرائے، البرونز  
کے اشیاء ہوں یا ختم کی رہا میاں، غالب کی شاعری ہو یا کان داس کی مشکستہ یا سنگوہ  
کی جہازات، ابھی تک ہم یہ دعویٰ کرنے سے قاصر رہے ہیں کہ ان شہادکاروں کو من و عن  
بغیر خیالات، کیفیات، احساسات اور تاثرات کے ساتھ دوسری زبانوں میں پیش  
کر دیا گیا ہے۔ یونانی زبانوں میں، مصلو کے کجھرت ہوئے خیانات کے بارے میں  
بھی یہی کہا جاسکتا ہے "مانس ٹائٹس، بلزک، موپاساں، فلاپیر، ایکٹی ہر دستے،

وغیرہ کے شہ پاروں اور فاکس، آرٹلڈر، دھڑکس اور ایلیٹ وغیرہ کے تنقیدی کارہائے بھی اس الزام سے بری نہیں ہیں۔ ان کمزوریوں اور کوتاہیوں کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں جن پر ذرا تفصیل سے غور کرنا شاید دل چاہی سے خالی نہ ہو۔

در اصل صحت مند اور کامیاب ترجمہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم لکھنے والے کے ذہن میں سفر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم ان کیفیات اور احساسات سے گزر سکتے ہیں جو تصنیف کا باعث بنی ہیں۔ اس طرح ترجمہ ہونے والے فن پارے کی روح بچا جاسکتا ہے۔ ترجمہ محض ایک جسم کو دوسرا جس کی پہچان کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ایک جسم کے مقابلے میں بالکل ویسا ہی جسم تراش کر اسے دوسرے لباس میں اس طرح سے آنا ہے کہ دونوں قابلوں میں ایک ہی روح ہو۔ یہاں لباس جسم اور روح سے مراد ترجمے کی زبان، اصل عبارت کا مرکزی خیال اور وہ تاثر ہے، جو پڑھنے کے بعد دل و دماغ میں قائم ہوتا ہے۔

ترجمے کے وقت مختلف مسائل سامنے آ سکتے ہیں۔ یہ اس پر منحصر ہے کہ ترجمہ کا مواد کیا ہے۔ اگر ترجمہ ادبی شاہکار، دل کا ہے تو ہمارے مسائل علمی یا تکنیکی مضامین کے ترجمے کے مقابلے میں بالکل مختلف ہوں گے۔ اول الذکر میں اگر شاعری ہے تو مجموعی تاثر، خیال کی شدت، مرکزی خیال، تخیل کی پرواز، زبیری کی نوعیت، الفاظ کی نشست و برخاست، صوتی آہنگ، بھری تناسب، اسلوب اور ریتم وغیرہ سمجھ کر ساتھ لے کر چلنا پڑے گا۔ نوا میں مرکزی خیال، مجموعی تاثر، سیاق و سباق اور اصطلاحوں جیسی باتوں پر ہماری خاص توجہ مرکوز ہوگی۔ مرکزی خیال، اور مجموعی تاثر کو دونوں جگہ اہمیت حاصل ہے۔ ان پر مترجم کی مضبوط گرفت ہونا ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ترجمہ کی جانے اور ترجمہ ہونے والی دونوں زبانوں پر مادری زبان کی طرح عبور حاصل ہو۔ شاعری کے مقابلے میں نثر میں ترجمہ کو تناسب، آسان ہے کیوں کہ اس میں مرکزی خیال اور مجموعی تاثر کو پالنے میں زیادہ وقت نہیں ہوتی۔ شاعری کے ترجمے میں شاعر کے دل و دماغ

میں سفر کرنا پڑتا ہے۔ ان کیفیات اور محسوسات اور کرب سے گزرنا پڑتا ہے جو شعری تخلیق کا باعث بنے ہیں۔ زبان بولنے والوں کے سماجی، تہذیبی اور معاشرتی اقدار اور رویے مرکزی خیال کو پکڑنے میں رکاوٹ بنتے ہیں اس لیے ان سے مترجم کی واقفیت ضروری ہے۔ ترجمہ کرتے وقت ہر بات کو اس کے سیاق و سباق میں ہی دیکھنا چاہیے۔ زبان کی ادنیٰ روایت سے ناواقفیت بھی ترجمے کو بھروسہ کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ زبان کے مزاج کو بھی سمجھنا چاہیے۔ شاعری میں استعمال ہونے والے ان اشاروں، کنایوں، استعاروں اور علامتوں کی جانکاری ضروری ہے جن میں خیال من منور کر سائے آیا ہے۔ لسانی ساخت کے پچ و خم پر بھی دسترس ہونی چاہیے۔ ان تمام باتوں کے بغیر ہم ترجمہ ہونے والے مواد کے مرکزی خیال اور مجموعی تاثر کو پیش نہیں کر سکتے۔

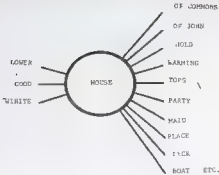
ترجمے میں بڑی وقت اس وقت پیش آتی ہے جب ترجمہ کی جانے والی زبان ان مشابہات و تجربات، تخیل کی پرواز، خیالات، کیفیات اور احساسات کو پیش کرنے سے قاصر رہتی ہے جو ترجمہ ہونے والی زبان میں ملتے ہیں۔ اس کی کوڑاں کے مزاج کے مطابق اختراعی عمل یا الفاظ مستعار لے کر پورا کیا جاسکتا ہے۔ پس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس زبان کی توہمی مسابحات سے پوری طرح واقف ہوں جس میں الفاظ اختراع یا مستعار لیے جا رہے ہیں۔ ترجمہ کی جانے والی زبان سے بھی یہ واقفیت ضروری ہے۔

مرکزی خیال اور مجموعی تاثر کے علاوہ ترجمہ میں تیسری اہم چیز شدت ہے یعنی جس شکل میں فنکار نے اپنے خیالات پیش کیے ہیں لغز بیاویں بات ترجمے میں آنی چاہیے۔ ورنہ وہ ترجمہ ناقص ہوگا۔ اس کے لیے الفاظ کا صحیح انتخاب اور استعمال ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب الفاظ کے معنی کو سیاق و سباق میں جکڑ دیا جائے۔ اس طرح ترجمے کے الفاظ کے معانی و مطالب اپنے استعمال سے ایسا ہی مفہوم اور اکریں گے جیسا کہ ترجمہ ہونے والی تحریر چاہتی ہے۔ تشبیہات

واستعارات اور علامتوں اور انگریزی کا بھی مناسب ترجمہ ہو نا چاہیے تاکہ تخلیق اپنی شدت کی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کے ساتھ سامنے آجائے۔

ترجمے میں الفاظ کا صحیح استعمال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو مرکزی خیال مجموعی تاثر اور خیال کی شدت عینوں چیزیں متاثر ہو سکتی ہیں۔ اس عمل سے گزرتے وقت خصوصاً شاعری میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ہر لفظ معنی کے اعتبار سے ایک دائرہ بناتا ہے اس لیے یہ دائرے اصل کے جتنے مطابق ہوں گے، ترجمہ کے لیے اتنے ہی مفید ہوں گے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زبان میں وہ لفظ نہیں ملتا جس میں کسی خیال کی ادائیگی کے لیے ہم ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں زبان کی ساخت سے مطابقت رکھنے والے لفظ کو کسی قریبی زبان سے مستعار لے سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جس زبان سے ترجمہ کیا جا رہا ہے، اس کے کسی لفظ کو اپنالیں۔ بہر حال جو بھی صورت ہو یہاں بھی یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ترجمہ کی جانے والی زبان کی انفرادیت، مزاج، صوتی آہنگ اور گروانوں میں وہ لفظ ساختی خصوصیت کے اعتبار سے اپنی اجنبیت برقرار نہ رکھے۔ یہاں زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ سادہ SIMPLE الفاظ ہی مستعار لیے جائیں تاکہ وقت ضرورت ان کے مادیوں سے پیچیدہ COMPLEX یا مرکب (COMPOUND) الفاظ وضع کیے جا سکیں۔ یہ ترجمہ کی جانے والی زبان کے مین مطابق ہوگا۔

ترجمے کے وقت سیاق و سباق کے مطابق الفاظ کا انتخاب کرنا زیادہ صحیح ہے کیوں کہ یہی واحد طریقہ ہے جو لفظ کے صحیح معنی ہم تک پہنچاتا ہے۔ انگریزی لفظ ہاؤس (HOUSE) کا اردو میں ترجمہ کرنا بہت آسان ہے لیکن گھر یا مکان۔ لیکن انگریزی میں یہ لفظ انفرادی طور پر یا دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر تحریر میں الگ معنی بھی دیتا ہے۔ اب یہ سیاق و سباق ہی بتائے گا کہ عبارت میں یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ انگریزی میں "ہاؤس" کے مختلف استعمال اور معنوں کو ذیل میں دیکھیے :



اسی طرح اردو میں رہنے کی جگہ کے لیے مختلف الفاظ مستعمل ہوتے ہیں جن میں سخی کے برے معنی فرق کو جو دو ہیں: جیسے / گھر، مکان، بھونڈی، گھنیا، محل، تھوڑی رہائش گاہ، دولت گدہ / وغیرہ۔ اب یہ سیاق و سباق سے ہی طے ہوگا کہ عبارت میں کہاں کون سا لفظ آئے گا کیوں کہ ہر لفظ میں رہنے کی جگہ کے معنی عیاں ہیں۔ کہیں کہیں الفاظ کو دار سے منسوب ہوتے ہیں اس لیے یہ ترجمے کے وقت ہی طے ہوگا کہ کہاں کس لفظ کا کیا ترجمہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر ہندی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت اگر کوئی جسٹ / سمرٹ / شوک نے پرستھان کا ادیش دیا ہے تو اس کا مناسب ترجمہ "شہنشاہ / شوک" کے بجائے "سمرٹ / شوک" نے کوہ کا حکم دیا ہو گا۔ یہاں شوک کی رعایت سے شہنشاہ کے بجائے سمرٹ لفظ ہی زیادہ صحیح ہے۔ عام طور پر رسم و رواج، تہوار، لباس اور مکانوں کے نام ترجمہ نہیں ہوتے البتہ عایشیوں میں ان کی تشریح کر دی جاتی ہے۔ یہ اسی صورت میں مناسب رہے گا جب دو زبانوں



کے معاشروں میں بڑا فرق ہو۔ مثال کے طور پر عصمت کے "جو تھی کا ہو" کا انگریزی میں ترجمہ کرتے وقت ہیں کچھ سی طرز کی حکمتِ عقلی سے کام لینا ہو گا۔ تفسیہوں، استعاروں اور علامتوں کا ترجمہ کرتے وقت کوئی خاص وقت نہیں ہوتی سوائے اس وقت کے جب وہ ترجمہ ہونے والی زبان میں نہ لیں۔ ان کا زبان بولنے والوں کے رجحانات، کیفیات اور سوچنے کے انداز سے بہت جڑا تعلق ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ زبان میں کسی تشبیہ یا استعارے سے جو کام لیا جا رہا ہے، دوسری زبان میں بھی یہ وہی تاثر پیدا کریں۔

شاعری کا ترجمہ کرنا ایک مشکل کام ہے۔ یہاں کئی تفسیہیں ہونے کے امکانات رہتے ہیں۔ ایک شاعر اپنے استعارہ کی تخلیق میں جتنی محنت کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ کاوشیں مترجم کو کرنی پڑتی ہیں۔ شاعر کی آمد کو مترجم "آورد" سے اُمد سنا ہے۔ جس کے لیے دونوں زبانوں پر گرفت کے علاوہ مترجم اپنے دل و دماغ کے گداز پن کو اس ماحول میں ڈھال دیتا ہے جس سے تخلیق وجود میں آئی ہے۔ شاعر اور مترجم دونوں کے (CONFLICT)، (TENSION)

اور (COMPROMISE) تقریباً یکساں ہونے چاہئیں۔ الفاظ کے معانی و مطالب سے صلح کرنے کے لیے مترجم کو جنگ بھی کرنی پڑتی ہے اور صوتی تاثر کے لیے الفاظ کی ایک ایک آواز کو ناپنا اور قوتنا پڑتا ہے۔ غرض ایک نئی تلاش، نمائش اور تلاش و کاوش کے بعد روح کو صحیح قالب ملتا ہے۔ شاعری کے ترجمے کے وقت ہیئت یا فارم کا صحیح فیصلہ کرنا بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اردو میں غزل، نظم، رباعی، مثنوی، مرثیہ اور قصیدہ وغیرہ مختلف اصنافِ سخن ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی الگ خصوصیات اور اپنا الگ طرزِ بیان ہے۔ ظاہر ہے ہر ادب میں یہ اصنافِ رائج نہیں ہیں۔ اس لیے ترجمے والی مروج، اصناف میں سے کسی ایک صنف کو اپنے مقصد کے لیے اس طرح چننا چاہیے کہ وہ سارے لگانے پر کمرے۔ شاعری کے ترجمے میں صرف مرکزی خیال کو ہی ظاہر کر دینا کافی نہیں ہے،

ہیں وہ تاثر بھی پیش کرنا چاہیے جو اصل کو پڑھ کر قاری کے ذہن میں قائم ہوتا ہے۔  
 زیر مشق میں وصیت نامے کے ترجمے کے بعد مرکزی خیال کے ساتھ اگر وہ تاثر  
 اور شدت ذہن میں قائم نہیں ہوگی جو اصل میں ہے تو ترجمہ اور اصل دونوں  
 کے ساتھ نا انصافی ہوگی۔

ترجمے میں ایک خاص پریشانی محاورات کے ساتھ درپیش آتی ہے۔ ہر زبان کے  
 محاورے بولنے والوں کی روایات اور تہذیبی قدروں کے مطابق درجہ حرار  
 مفہوم ادا کرتے ہیں ان کے پیچھے ایک تاریخی جوتی ہے۔ ایک خاص محاورے  
 کے ذریعے ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں بہت ممکن ہے دوسری زبان میں اس خیال کو  
 ادا کرنے کے لیے کوئی محاورہ سرے سے موجود ہی نہ ہو ایسی صورت میں برکتی  
 عبارت کے سن کو بگاڑ دیتی ہے اس لیے ائمہ ان سے کام لیتے ہوئے ہمیں  
 محاورے کی جگہ محاورے کی جگہ کے بجائے اپنی ضرورت کے مطابق محاورے  
 کے مفہوم کو الفاظ سے اور الفاظ کے معنوں کو محاورے کے ذریعے پیش کرنے  
 کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ترجمے والی زبان میں کسی خاص چیز  
 کا مفہوم ملتے تو اس کے لیے صحیح قالب ڈھونڈ لکنا یقیناً ایک دشوار کام  
 ہو گا۔ انگریزی کے قالب میں اردو محاورہ ”بھاگتے بھوت کی ٹکڑی“ کی ترجمہ  
 ہمارا یا آسے ٹھینا، تڑے سے بولو، سرے کھیلو کے لیے صحیح قالب ڈھونڈنا  
 مشکل کام ہے اردو میں جیگات کی زبانوں کے ساتھ بھی تقریباً ہی بات ہے  
 جہاں کہتے ہی ایسے الفاظ، فقرے درجہ مل جائیں گے جنہیں روسی،  
 فرانسیسی، جرمن یا انگریزی کے قالب میں ڈھاننا تقریباً ناممکن ہے۔ اس کی  
 وجہ یہ ہے کہ اردو کے مقابلے میں ان زبانوں کی عمر توں کی عمر زندگی عادات  
 اطوار اسوچنے اور بات کرنے کے انداز قطعی مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ مشرق  
 میں بعض رسومات، خاندانی روایات اور رشتوں کے اعتبار سے بہت سی  
 باتیں اور ان کے بیان کرنے کے انداز ایسے ہیں جو مغرب والوں سے منہ نہیں کھاتے۔

ترجمے کے وقت اگر ان باتوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ عبارت کے متبادلے کمال پر اثر پڑے یا وہ فضا ہی قائم نہ رہے جو اس تقریر کی جان ہے۔ مثال کے طور پر سرتور کی فضاء بجا ب "سرت رکی" "فساد آزاد" اور عصمت کا "چوگھا کا جوڑا" وغیرہ کو لیجیے، ان تشریحوں میں اتنی ہندوستانییت ہے کہ انھیں مغرب کی کسی زبان میں لانے کے لیے اس زبان کو اردو "بٹنا پڑے گا۔"

کسی علمی یا تخلیقیکل مضمون کے ترجمے میں بنیادی مسئلہ اصطلاحوں کا ہونا ہے۔ بعض اوقات اصطلاحوں کو ہم بے دریغ مستعار لے کر حشیوں میں ان کی تشریح کر دیتے ہیں مگر اصطلاحی زبان کے صوق و صرفہ مزاج کے مطابق ہیں اور عبارت میں لغات کو نہیں بٹھنے دیتیں تو انہیں کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہاں ایک مسئلہ یہ کھڑا ہو سکتا ہے کہ اپنی وقتی ضرورت کے تحت ہم جو اصطلاح اپناتے ہیں، اسی قسم کے مضمون کے لیے جب مختلف اشتقاقی عمل دیکھنے والی اصطلاحیں آئیں تو کیا انھیں بھی جوں کا توں مستعار لیا جائے گا؟ ظاہر ہے یہ ممکن نہیں۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ پوری اصطلاح کے بجائے ہم اس کی ساق (STEM) کو لے لیں اور مستعار لینے والی زبان کے مروجہ سالجے اور لاسجے ہی اس میں استعمال کر دیں۔ مثلاً انگریزی میں لسانیات کی اصطلاح (MORPH) کو لے کر ساق میں ماحقوں اور سابقوں کی مدد سے متعدد اصطلاحیں بنائی گئی ہیں؛ جیسے

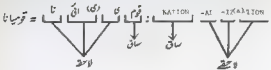
ALLOMORPH : MORPHONE

~ MORPHOLOGICAL ~ MORPHOLOGY ~ MORPHEMICS ~

MORPHEMIZATION ~ MORPHOPHONEMICS ~ MORPHOLOGICALLY

وغیرہ۔ اس طرح اردو میں مارون / مارفیم کو مستعار لے کر اپنے سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے علی الترتیب ذیلی مارون، علم مارفیم، مارفیمیات، مارفیمیاتی، مارفیمیاتی طور پر، مارون فونیمیات اور مارفیم نہ جیسی اصطلاحیں بنائی جاسکتی ہیں۔ اس عمل کے لیے بہتر ہوگا کہ پہلے ایک ساق سے متعلق جتنی بھی ممکن اصطلاحیں ہیں، ایک سیٹ کی شکل میں جمع کر کے انھیں چھوٹی سے چھوٹی

بامعنی اکائیوں میں بانٹ دیا جائے اور ان کے متبادل اردو میں تلاش کر کے اصطلاحیں بنائی جائیں مثلاً



اصطلاحات وضع کرنے میں بعض دوسری قسم کی دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر لسانیات کی اصطلاحات کو پیچھے۔ اس علم کے کسی مضمون کا ہم ترجمہ کرنے بیٹھیں تو جلد جلد میں سوچنا پڑے گا کیوں کہ ہماری زبان اس علم سے بڑی حد تک بے بہرہ ہے۔ الفاظ کی ساخت کو زیر بحث لاتے وقت (ROOT) اور (STEM) کے لیے ہم حسب ترتیب مادہ اور ساق کا استعمال کرتے ہیں لیکن NUCLEUS جو مادے اور ساق سے ذرا ہٹتی ہوئی چیز ہے، ہمارے پاس کوئی لفظ نہیں ہے۔ اسکی طرح صوتیات میں CONCOID اور VOICED کے لیے اگر مصحفے اور منصوئے کی اصطلاح نہیں رکھ سکتے کیوں کہ یہ وہ مفہوم ادا نہیں کرتے جو بالک نے اختیار کیے ہیں درہنہ اپنی تصریفوں کے اعتبار سے VOWEL اور CONSONANT سے مختلف ہیں۔ بعض اوقات قواعد کے کچھ ایسے بنیادی عناصر ترجمے کے وقت پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں جو نظر انداز نہیں کیے جاسکتے۔ مثال کے طور پر جرمن سے اردو میں کسی ترجمے کو پیچھے۔ یہاں اسکا کی تذکرہ و تائید مقرر کرتے وقت مسئلہ کھڑا ہو سکتا ہے کہ جرمن زبان کے مذکورہ مؤنث در NEUTRAL کے فرق اردو اسما میں کس طرح ظاہر کیے جائیں کیوں کہ اردو میں NEUTRAL جنس

کا تصور ہی نہیں ہے۔ اسی طرح زمانوں TEALIES میں ABORIST والے جملوں کا کیا ہو گا جب کہ اردو میں ماضی حال اور مستقبل ہی ملتے ہیں۔ جرمن زبان میں ہر مہر کے سلام کے لیے الگ الگ الفاظ ہیں۔ تحریر میں کبھی کبھی پہر کا تعین کرنے کے لیے مصنف محض سلام کے الفاظ سے کام لے لیتا ہے۔ اردو میں سلام کے لیے مختلف لفظ ضرور ملتے ہیں لیکن ان سے پہر کا اندازہ نہیں ہوتا۔ ترجمہ کرتے وقت ایسی صورت اگر سامنے آجائے تو ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے مگر اس کے صورت کے کہ جب عبارت میں پہر کی ضرورت محسوس ہو تو ہم وقت کے تعین کے لیے کسی جملے کا اضافہ کر دیں۔

کسی ادب پارے کے ترجمے کے وقت متعلقہ زبانوں کی ادبیات پر مترجم کی گہری نظر ہونی چاہیے۔ جس مصنف یا شاعر کی تخلیق زیر نظر ہے اس کے دوسرے شاہکار یا سے بھی واقفیت ضروری ہے مصنف کے اسلوب کی مجموعی خصوصیات بھی ذہن میں ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ دونوں زبانوں میں زبان اور بولی کے فرق کی جانکاہی ترجمے میں مفید ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ نثری زبان پارے کے ترجمے کے دوران بہت ممکن ہے کہ مصنف نے اپنی سوانحی اور متوسط و دیہاتی لوگوں کی زندگی کو اپن موضوع بنایا ہو اور اپنی تحریر میں جگہ جگہ سماج کے ان طبقوں سے مکالمے ہوئے ہوں۔ مکالموں کے اس فرق کو زبان اور بولی کے فرق کو سمجھنے کے بعد ہی ترجمے میں صحیح طور پر پیش کیا جا سکتا ہے اور کرداروں کے مکالموں کے ساتھ انصاف کیا جا سکتا ہے۔

ترجمے میں جملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر جملے کی ساخت کو پوری طرح ذہن میں نہ رکھا جائے تو مفہوم کی روح تڑپا کر ہوتی ہی ہے، تحریر میں خیال کا تسلسل بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ انجی نثر میں ہر پرہیزگار کا آخری جملہ عام طور پر اس پر اگر ان کا پتہ نہ ہوتا ہے اس لیے خصوصاً اس جملے کے ترجمے کے وقت بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ ایسے موقعوں پر جہاں جملے کا مفہوم سمجھ میں نہ آ رہا ہو، جیسے کہ پچھلے

چھوٹے ہامنی حصوں میں تقسیم کر کے عمل ( FUNCTION ) اور ان کی مطابقت ( AGREEMENT ) کے لحاظ سے جملے کے معنی کو سمجھنا چاہیے۔ عمل اور مطابقت کو مادیہنوں سے لفظوں میں، لفظوں سے فقروں میں اور فقروں سے جملوں میں تقسیم کرنا ( CLAUSES ) میں دیکھنا کارآمد ہو سکتا ہے؛ جیسے:



انگریزی کے اس جملے میں مختلف الفاظ فقرے اور کلمے ملتے ہیں جنہیں پڑے ہوئے مرث قوسین کی مدد سے ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ مرث قوسین پہلے سابق اور لاحقوں کی مدد سے تشکیل پانے والے پیچیدہ الفاظ COMPLEX WORDS کی نشاندہی کرتے ہیں۔ پھر ان الفاظ سے مل کر بننے والے فقروں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ اس بات کا بھی پتہ دیتے ہیں کہ فقروں کی ترتیب نیم جملوں یا کلموں میں کیا ہے۔ انہیں مرث قوسین کی مدد سے جملے کی مجموعی ساخت سامنے آتی ہے۔ یہ مرث قوسین جملے میں ہر یونٹ کی مطابقت کو ظاہر کرتے ہیں جن کے ذریعے ہم باسانی جملے کے صحیح مفہوم تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہی وہ طریق کار ہے جس سے یہ چٹا لکایا جاسکتا ہے کہ ترجمے میں اصل یونٹوں کے مطابق مختلف عملوں اور مطالبوں کا صحیح تسبیح ہوا ہے یا نہیں۔ اس طریق کار کی روشنی میں انگریزی کے مذکورہ بالا جملے کا اردو ترجمہ ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

(دیجیے الحاضریہ)



## اردو میں علمی اصطلاحات کا ارتقار

اردو ایک اہم ہند آریائی زبان ہے جو بھارتی مذہب و ملت بڑھاپہ ہندو پاک کے تقریباً دس کروڑ و نصف لوگوں کی مادری زبان کہلاتی ہے۔ یہ ہندوستان کے ہندو زبانوں میں سے ایک ہے جس کے تعلق کی ضمانت ہندوستان کا کتب دیتا ہے۔ اردو کی عام فہم شکل جسے ہم "ہندوستانی" بھی کہتے آئے ہیں "ہندوستان کے ہر گوشے میں کہی جاتی ہے۔ اس زبان کو اردو زبان کی حیثیت سے پکارنے والے ملک کے ہر صوبے میں مختلف ٹکڑوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ جموں و کشمیر میں پہلی اور جہاں پیر ویش، پیر، مغربی بنگال اور آندھرا پرادیش کے مختلف اضلاع میں یہ دوسری سرکاری زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ تو پریش، مدھیہ پریش، راجستھان، مہاراشٹر، ورنکناٹک وغیرہ کی حکومتوں، درصوبائی سبلیوں سے اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کیے جانے کی مانگ جاری ہے۔ پاکستان میں اسے صرف قومی زبان کا درجہ حاصل ہے بلکہ راجپوت کی زبان انگریزی کے علاوہ اردو بھی ہے۔ اردو کی ترویج و اشاعت کی زبان وہی کوششیں ہو رہی ہیں جو ہندوستان میں ہندی کے لیے جاری ہیں۔ بنگلہ دیش میں بھی ایک بڑی قدر اردو و بولتی اور کہتی ہے۔

ہندوستان میں ایک رابطے کی زبان کی ضرورت نے سینکڑوں سال پہلے ہی یہ دعویٰ  
 یہ مضمون ٹیکسٹ کی تصویر آئینہ دار میں منسلک ہے۔ اس میں اردو کی گول بیرونی فریم میں لکھی گئی ہے۔



بارہویں صدی میں اردو کو جنم دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو برصغیر ہندوپاک کے کسی ایک نقطے یا مخصوص علاقے کی زبان نہیں ہے بلکہ ہمیشہ اس سے اس کا مرکز کی گردوارہ رہا ہے۔ ہندوستان کے مشرق، مغرب اور شمال میں اکثر و بیشتر ہندو آریائی زبانیں بولی جاتی ہیں جب کہ جنوبی ہند غالباً دراوڑی خاندان کی زبانوں کا علاقہ ہے لیکن ہندوستان میں اردو و لہجہ ایسی زبان ہے جس کی نشوونما اور تشکیل و ارتقا میں دونوں لسانی خطوں نے حصہ لیا ہے۔ اردو و نورس علاقے خود بھی اس سے فیضیاب ہوئے تھے۔ اردو ہمیشہ سے شہروں کی زبان رہا ہے اور بہرہ اقتدار طبقے کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہر حال قریبی ہے اس لیے اس کو ترقی کے خاطر خواہ مواقع مل رہے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دکن کے بہمنی دور (مملوک و شاہی)

دکن کی زبان ہندی اور شمال میں منلیہ سلطنت کے زوال سے لے کر انگریزوں کی حکومت کے خاتمے تک (۱۹۴۷ء) اردو کی تعلیم نہ صرف لازمی تھی بلکہ ۱۸۲۵ء میں غازی کی جگہ اردو سرکاری زبان بھی بن گئی تھی۔ اردو سیاسی، معاشی، تجارتی، کاروباری، ادبی، علمی اور تعلیمی فرض مختلف سماجی ضروریات کے پیش نظر مختلف عہدوں میں مختلف علوم کے ماہرین کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہے۔ اس سلسلے میں مقامی عاملوں کے ساتھ ساتھ بعض مغربی اسکالرز کے نام بھی ملے جاسکتے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے طور پر اردو کی قواعد میں تعلیم، لغات مرتب کیں، علمی و ادبی کتابیں تصنیف کیں، درسی نصاب تیار کیے، ترجمے کا کام کیا۔ سائنس کے مختلف قدیم و جدید علوم کی اصطلاحیں وضع کیں۔ زبان کو انتظامیہ کی ضرورت کے قابل بنادیا اور ایسے اسکول و کالج قائم کیے جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہو۔

فورسٹ ولیم کالج انگلنڈ کے قیام (۱۸۰۰ء) کے بعد اردو زبان و ادب اور اس کی علمی و تعلیمی زندگی میں ایک انقلاب آیا۔ پرانے کہانی قصوں کے لکھنے میں لکھی گئیں، ترجمے ہوئے، تاریخ پر بھی کتابی شکل میں کئی جڑ سے کام ہوئے۔ اردو زبان و قواعد اور لغت پر خود کالج کے پروفیسر جان گل کرسٹ ( ) نے کام کیا۔ اردو پڑھانے اور اردو کے ذریعے پڑھانے پر بھی خاص توجہ دی گئی۔ اردو میں علمی و تعلیمی سرگرمیوں کے سلسلے میں ایک بڑا کام دہلی کالج ادبی (قیام ۱۸۲۵ء) کا بھی ہے۔ جو مدرسہ غازی الدین (قیام ۱۸۶۲ء) سے ترقی کر کے

اور نیشنل کالج دہلی بنا۔ یہاں فلسفہ مشرق میں سسکرت، عربی، فارسی کے علاوہ سماجی علوم اور جدید مغربی سائنس کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ ترجمے کا کام دہلی کالج ورنا کوثر انیسویں سوسائٹی کی سرپرستی میں ہوتا تھا جس کے زیرِ اہتمام اردو کی تقریباً ۵۰ اکٹا ہیں لکھی اور ترجمے کی گئیں۔ اس سلسلے میں نیشنل ٹیوٹ آف سائنسی ٹک سوسائٹی، علی گڑھ کا نام بھی یاد جاسکتا ہے جس کا قیام ۱۸۸۷ء میں سرسید احمد خاں (۱) کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اس کا مقصد بھی مغربی علوم اور ادب سے دنیا کو روشناس کرنا تھا۔ انٹیلی ٹیوٹ نے انجمن سائنس، ٹیکنالوجی، پریٹیکل اکائی اور ہندوستان، یونان، جاپان، چین اور مصر و ایران کی تارِ پختہ تقریباً ۱۰۰ اکٹا ہیں شائع کیں۔ یہاں سائنسی موضوعات پر توفیقی خطبات کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا بعد میں سرسید احمد خاں نے ۱۸۸۳ء میں سوسائٹی کے مقاصد کو سمیت کر سائنسی علوم کے اردو قراجم تک محدود کر دیا۔ اسی سلسلے کی دو اور کڑیاں مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ اور علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گرٹ میں جہاں مختلف سائنسی علوم پر کام ہوتے رہے۔ سسٹم میں انجمن ترقی اردو ہند کا قیام مل میں آیا جس کے مقاصد میں اردو زبان کو فروغ دینا، اردو میں جدید علوم پر تصنیف و تالیف کا کام کرنا، دنیا کی اہم کتابوں کے اردو میں ترجمے کرنا، تحقیق کے سائنسی ٹک اھولوں کی مدد سے اردو کے کلاسیکی سرمایے کو ترتیب دینا۔ اردو کی ایک سانی (HINDI-URDU) اور دو زبان (BILINGUAL) لغات مرتب کرنا وغیرہ جیسے اہم مقاصد شامل تھے۔ انجمن نے دو عملی درجے کے سرمایہ رسالے "اردو" اور "سائنس" بھی جاری کیے۔ اور اپنی شاخیں ملک میں جاری قائم کیں۔ کتب خانے اور اردو کے کتب کھولے جن کی تعداد ۱۹۳۷ء میں تیس سے زیادہ تھی۔ انجمن کی سرپرستی میں دہلی میں ایک "اردو کالج" بھی قائم (۱۹۳۰ء) ہو تھا۔ پاکستان میں موجودہ مرقی اردو کالج (دکراچی) بھی انجمن ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے جہاں سماجی اور سائنسی علوم کی تعلیم اردو میں دی جاتی

ہے۔ جامد عثمانیہ حیدرآباد دکن اسکے قیام کے ساتھ ہی دارالترجمہ عثمانیہ کا قیام (۱۹۱۷ء) بھی عمل میں آیا تھا۔ یہاں قدیم و جدید مشرقی و مغربی علوم و فنون کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ اسی بات کے پیش نظر دارالترجمہ میں نصاب کی تیاری کے لیے تصنیف و تالیف کا کام شروع ہوا۔ عربی و فارسی اور خصوصاً، انگریزی و ہندی سے مستند دکن میں ترجمہ کی گئیں۔ اصطلاحات سازی کے لیے کمیٹی بنائی گئی جس کی سفارشات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہزاروں نئی نئی اصطلاحیں وضع کی گئیں۔ آکسفورڈ کے جدید حیدرآباد میں پوسٹ ایکشن کی وجہ سے دارالترجمہ عثمانیہ کا پیش تر سرمایہ پس نہیں ہو گیا اور اب جامد عثمانیہ اور دارالترجمہ کی ادبی و علمی خدمات کا ممکن فائدہ دستیاب نہیں ہے لکھنؤ کی زسہ گاہ کے ایک کارکن مولوی کمال الدین نے زسہ گاہ کے ناظم کوئی دیکاک کی تحفہ کی میں کوئی بارہ رسالوں کا ترجمہ کیا جو قرآن، آیہ، میت، حرارت، اہلیات، بریا صنی، مقناطیس، کیما وغیرہ پر مشتمل تھے۔ اس سلسلے میں انجمن پنجاب اور اورینٹل کالج لاہور نے بھی متعدد علمی، ادبی اور سائنسی کتابوں کا ترجمہ کر کے انھیں چھاپا ہے۔ ہندوستان کی مرکزی حکومت کے زیرِ نگرانی رد و ترقی ورثہ کے لیے ۱۹۰۶ء میں ترقی اردو بورڈ قائم ہوا جو بعد میں بورڈ فار پروموشن آف اردو کے نام سے دوسرے جدید علوم پر مشتمل کتابوں کی تیاری اور ان کی اشاعت، نصاب کی بنیادی کتابوں کی تصنیف و تالیف و بیچوں کے میپاری ادب کے علاوہ NEPARENAL WOS کی اشاعت، فیکلویٹیڈ یا اور مختلف علوم کی فرہنگوں کی ترتیب شامل ہے۔ بورڈ اب تک مختلف موضوعات پر تقریباً آٹھ سو کتابیں شائع کر چکا ہے۔ اور پانچویں کے قریب زیرِ اشاعت اور زیرِ ترتیب ہیں اس ادارے کے زیرِ نگرانی ملک کے مختلف حصوں میں خطی اور شرت ہند کے اردو مرکز بھی قائم ہیں۔ نئے پروجیکٹوں میں اردو کی قومی کتابیات، اردو کی تعلیم ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اور تعلیم بالغان جیسے کام بھی شامل ہیں۔ مسلم لیگ ہندوستان کے زیرِ نگرانی اسلام آباد میں سکریٹری (دہلی) مسلم لیگ کونسل کانفرنس علی گڑھ دارالترجمہ

BUREAU FOR PROMOTION OF URDU  
کتابیات۔ اس کے مقاصد میں تعلیمی ادب کی فراہمی، سائنس اور دوسرے جدید علوم پر مشتمل کتابوں کی تیاری اور ان کی اشاعت، نصاب کی بنیادی کتابوں کی تصنیف و تالیف و بیچوں کے میپاری ادب کے علاوہ NEPARENAL WOS کی اشاعت، فیکلویٹیڈ یا اور مختلف علوم کی فرہنگوں کی ترتیب شامل ہے۔ بورڈ اب تک مختلف موضوعات پر تقریباً آٹھ سو کتابیں شائع کر چکا ہے۔ اور پانچویں کے قریب زیرِ اشاعت اور زیرِ ترتیب ہیں اس ادارے کے زیرِ نگرانی ملک کے مختلف حصوں میں خطی اور شرت ہند کے اردو مرکز بھی قائم ہیں۔ نئے پروجیکٹوں میں اردو کی قومی کتابیات، اردو کی تعلیم ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اور تعلیم بالغان جیسے کام بھی شامل ہیں۔ مسلم لیگ ہندوستان کے زیرِ نگرانی اسلام آباد میں سکریٹری (دہلی) مسلم لیگ کونسل کانفرنس علی گڑھ دارالترجمہ

اعلم گروہ، سائنس، اکادمی ادبی اور مختلف صوبوں کی اردو اکادیمیاں وغیرہ ایسے ادارے ہیں جہاں اردو کے علمی اور سائنسی ادب پر برابر کام ہوتے رہتے ہیں اور ان کا سلسلہ جاری۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں قومی زبان ہونے کے ناطے اردو پر کئی گروں قدر کام ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں سائنسی فنک سوسائٹی آف پاکستان (کراچی)، سرکاری اردو بورڈ (لاہور)، انجمن ترقی، اردو پاکستان (کراچی)، مجلس ترقی دب (لاہور)، مغربی پاکستان اردو اکادمی، مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد)، ادارہ المعارف پنجاب (لاہور) اور ترقی اردو بورڈ (کراچی)، ایسے ادارے ہیں جہاں سائنس، ٹیکنالوجی، صحت، سماجی علوم، ادبیات، فن، حربنگ، انف سٹروپیڈیا اور توشیحی کتابیات پر کئی بڑے کام سامنے آئے ہیں۔ اردو فریڈم قیام اور نصاب کی فراہمی پر بھی یہ ادارے برابر کام کر رہے ہیں۔

علمی و تعلیمی سرگرمیاں دوسری زبانوں کی طرح اردو میں بھی علم و فن (KNOWLEDGE) کا آغاز ادبیات سے ہوتا ہے جس میں شاعری ہمیشہ سے عادی رہی ہے لیکن، دینی صوفی کے اختتام پر ترجمے اور تصنیف و تالیف کے ذریعے جو علوم اردو میں متعارف ہوئے ان میں تاریخ، تصوف، مذہبیات، فلسفہ، علم نجوم، علم ہیئت، اخلاقیات، جغرافیہ، طبیعیات، طب اور زبان و ادب وغیرہ اہم ہیں۔ اردو کا عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت سے کئی اعتبار سے گہرا تعلق رہا ہے اس لیے انھیں رستوں سے پر مشرقی علوم ہماری زبان میں دھن ہوئے جیسا کہ اوپر کب گیا کہ سماجی علوم کی دوسری شاخیں اور خاص (SCIENCE) اور انجمن سائنسوں کی ابتدا دہلی کالج ورنسٹی ٹیوٹ آف سائنس، فنک سوسائٹی علی گڑھ کے قیام کے بعد ہوتی ہے جہاں جدید مغربی علوم کی تعلیم کے لیے مختلف موضوعات پر مشتمل کتب میں علمی و ترجمہ کی کمپنی، دہلی کالج کے پرنسپل بہرنگ نے ۱۸۵۵ء میں قدیم و جدید سائنسی علوم کو نصاب میں شامل کر کے مشتمل و کتبیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرائیں مثلاً، جبر، علم مثلث، تحلیلی متروی، علم ہیئت، ریاضیات، جغرافیہ، علم اقلیدس، سماجیات، طبیعیات، علم جراثیم، حرکیات، نباتیات، سکونیات،

علم کیا اور طبیعیات وغیرہ۔ اردو میں سائنس، طب، ٹیکنالوجی، زبان و قواعد لغات و فرہنگیات اور اصطلاح سازی کی تبلیغ و اشاعت پر انجمن ترقی اردو نے بھی زبردست کردار ادا کیا ہے۔ اس سلسلے کو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)، اور دارالترجمہ عثمانیہ نے انتہا پر پہنچایا یعنی ان اداروں کے وسیلے سے ہی پڑائی اور نئی دنیا کے تمام علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم کا بندوبست اردو میں ہوا۔ ان تعلیمی اداروں کے توسل سے اردو میں مغربی علوم پر جو کتابیں شائع ہوئیں انھیں باعتبار موضوعات مندرجہ ذیل ناموں سے یاد کیا جاسکتا ہے۔ یعنی الجبر، علم ہندسہ، گننا میٹری، اخلاقی حسابیات، فلکیات، طبیعیات، عمومی طبیعیات، حیوانیات، علم جزائی، سول انجینئرنگ، طب، طبیعیات، سرجری، آپتھا لوجی، گیاناکو لوجی، تاریخ، قانون، عمرانیات، انسانیات، فلسفہ، مابعد طبیعیات، منطق، اخلاقیات، سیاسیات، علم کبیا، نظری کبیا، طبیعی کبیا، آرٹھکامک کبیا، ارضیات، نباتیات، انسانیات، تعلیمیات وغیرہ۔ اردو میں جدید علوم کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو بھی نظر نہ رہیں کیا جاسکتا جہاں ذریعہ تعلیم تو انگریزی تھا مگر اکثر مشرقی و مغربی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انجمن ترقی اردو و عثمانیہ یونیورسٹی، دارالترجمہ عثمانیہ اور دوسرے اداروں اور سکولائٹوں میں سے ان علوم کی تعلیم و اشاعت پر جو لوگ سرگرم مل رہے تھے ان میں بیشتر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہی فارغ التحصیل تھے۔ مغربی علوم کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ اردو میں مغربی اقوام کے رابطہ میں آنے کے بعد ہی شروع ہوتا ہے اسی لیے یورپی عوام کی خدمت بھی قابل ذکر ہیں جنہوں نے جدید علوم پر متعدد دکتا میں لکھیں و درجہ کرائی ہیں۔ آؤ دی کے بعد ہندوستان کے سابق وچھاپنے میں زبردست تبدیلی آئی ہے ہر چیز کا از سر نو جائزہ لیا گیا ہے۔ مختلف زبانیں، لڑنے والوں اور نسلی گروہوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرکزی اور صوبائی حکومتیں اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھارہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں بھی تعلیم و اشاعت کا کام زور دینا پڑ رہا ہے۔ جس سے اردو دنیا میں نئے نئے علوم و فنون کے اضافے ہو رہے ہیں، سماجی، ماحولی

اور طبی علوم کے علاوہ اپنی نیرنگ، ٹیکنالوجی، کمپیوٹر سائنس کے مختلف موضوعات پر ترمیم و اشاعت کا کام صوبائی اکادمیاں اور مرکزی ادارے برابر کر رہے ہیں۔ اردو میں انہی انگو پیڑیا، لغت، فرہنگ اور زبان و قواعد کے اصول بھی دل چسپی کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔

تعلیم پذیر اردو: ہندوستان میں، ایسے سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد بھی خاصی ہے جہاں ذریعہ تعلیم درجہ اہلہ سرکاری تعلیمی اداروں کے مقابلے میں غیر سرکاری یا نیم سرکاری اسکولوں اور کالجوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو اردو ذریعہ تعلیم کے سلسلے میں پہلا اہم نام دہلی کالج، دہلی کا آسمان ہے جہاں ڈاکٹر سیکنڈری سطح تک جدید سائنسی علوم کی تعلیم بھی اردو میں دی جاتی تھی۔ سماجی علوم کی تعلیم کا نظام صرف اردو کلاسوں تک تھا، انجمن ترقی اردو کے زیر سرپرستی جو اسکول دہلی کالج قائم ہوئے وہاں اردو ہی ذریعہ تعلیم تھی۔ اس سلسلے میں اردو کالج، دہلی ۱۹۴۰ء اور ترقی اردو کالج، کراچی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ایک اہم نام ضلع کالج، اعظم گڑھ کا بھی ہے جہاں اکثر مشرقی اور سماجی علوم کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ علامہ ابوالخیر عثمانی حیدر آباد دکن بلاشبہ ہندوستان کی کسی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر پڑھانے کے اعتبار سے پہلی یونیورسٹی ہے جہاں تمام انسانی علوم چھوٹی جانتوں سے لے کر اعلیٰ سطح تک اردو میں پڑھائے جاتے تھے۔ طبع کالج، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور اجمل خاں طبع کالج، دہلی دو اہم ایسے تعلیمی ادارے ہیں جو یونانی طب کی تعلیم آج بھی اردو میں دیتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ نئی دہلی میں جو انگریزوں کے غلبے سے الگ رکھنے کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ضد پر ۱۹۲۰ء میں قائم کی گئی تھی، اردو ہی ذریعہ تعلیم ہے۔ یہاں سماجی علوم میں خصوصاً ادب و کیش، معاشیات، تاریخ وغیرہ کی تعلیم اردو میں ہوتی ہے۔ جامعہ اردو علی گڑھ، جامعہ اسلامیہ، جو اردو ذریعہ

ادب کی تعلیم دندرس اور اشاعت کے لیے ایک کھلی ہوئی درستی کی حیثیت رکھتی ہے  
 میں سابق علوم مثلاً تاریخ، جغرافیہ، امور خانداری، زبان و قواعد، عمرانیات اور  
 مختلف ادبیات وغیرہ کے امتحانات اردو ہی میں ہوتے ہیں جن کے معیار ہائی سکولز  
 سے لے کر پوسٹ گریجویٹ تک یکے جاسکتے ہیں۔ عورتوں کی علی درگاہ و دین  
 پولی ٹیکنک (WOMEN POLYTECHNIC) علی گڑھ میں بھی ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ بمبئی  
 میں انجن اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے زیر نگرانی ریسرچ اور ٹیکنک کا کام اردو  
 ہی میں ہوتا ہے۔ لاہور اور ٹرکیوں کا ایک POLYTECHNIC بھی اسی انجن کے  
 زیر نگرانی کام کر رہا ہے۔ حیدرآباد دکن میں اردو کالج کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ  
 ہے جہاں بی اے اور بی کام کی تعلیم اردو میں ہوتی ہے۔ اساتذہ کی ٹریننگ کے لیے  
 بھی وہاں ایک اردو کالج ہے۔ اسی نوعیت کا ایک کالج بمبئی میں بھی ہے۔ نجد عجبہ  
 پولی ٹیکنک کے نام سے ناگ پور میں بھی انجینئرنگ کی تعلیم کے لیے ایک درس گاہ  
 ہے۔ اردو اساتذہ کی تربیت اور اردو ریسرچ کے لیے سولن دھول، پٹیار اور بکھو  
 میں بھی ایسے ادارے ہیں جو سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین لینگویجز میسور کی سرپرستی  
 میں چل رہے ہیں۔

ایک غیر سرکاری جانور سے کے مطابق ہندوستان میں ایسے اردو مدرسے  
 اور اسکول لاتعداد ہیں جو اردو اور اسلام کی دینی تعلیم کے لیے وقت ہیں۔ ملک میں مختلف  
 صوبوں میں سرکاری، نیم سرکاری اور نجی PRIVATE اردو ذریعہ تعلیم اسکولوں کے اگر  
 اعداد و شمار تیار کیے جائیں تو ان کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ صرف  
 دارالسلطنت دہلی، دو سینٹریم سکولوں کی تعداد ۳۵ بتائی جاتی ہے۔ صوبہ بہار شٹر  
 میں دو سو کے قریب سیکنڈری سطح پر ایسے اسکول ہیں جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے  
 کرناٹک میں اردو پڑھانے اور اردو پرائمری و سیکنڈری اسکولوں کی تعداد کا اندازہ  
 اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں ۶۵ ہزار اردو اساتذہ ہیں۔ بہار اور اتر پردیش  
 کے صوبوں میں اردو سیکنڈری اسکولوں کی تعداد ہزاروں میں بیان کی جاتی ہے۔

اور مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی کے زیر۔

اجتہاد حاصل ناٹو میں متعدد اردو میڈیم اسکول چل رہے ہیں۔ اسی طرح تملو و کٹیمبر مدھیہ پردیش، دہلی، بنگال، ٹریس، آندھرا پردیش، گجرات اور آسام وغیرہ صوبے آتے ہیں جہاں بے شمار اردو میڈیم اسکول قائم ہیں۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان اسکولوں میں اکثر و بیشتر اسکول ایسے ہیں جہاں اردو زبان کے علاوہ عربی مذہبی تعلیم دی جاتی ہے اور قرآن کو حسنی و مطالب کے بنا عربی مذہبی تعلیم کے تحت پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ ان اسکولوں میں جدید علوم و فنون کی تعلیم و تدریس کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے۔ اور ان کا تعلیمی میاں بہت پست ہے۔

وسائل کی کمی کی وجہ سے پاکستان کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ جاسکتا لیکن گمان غالب ہے کہ وہاں اردو میڈیم اسکولوں اور کالجوں کی جتنی خاصی تعداد ہوگی۔ قومی زبان ہونے کی وجہ سے اردو اور اردو ذریعہ تعلیم پر وہاں یقیناً بہت کچھ ہو رہا ہوگا۔ اسلام آباد میں البتہ ایک اوپن یونیورسٹی کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ اور جہاں متعدد سماجی علوم اردو میں پڑھائے جاتے ہیں۔ انہیں ترقی اردو پاکستان کے زیر نگرانی کراچی میں ایک اردو کالج بھی ہے جو کہ گریجویٹیشن تک مختلف علوم کی تعلیم اردو میں ہی دیتا ہے۔ انجمن کے علاوہ مرکزی اردو بورڈ، ترقی اردو بورڈ اور مغربی پاکستان اردو اکادمی وغیرہ کے زیر نگرانی اردو کی تعلیم و تدریس کے کئی ادارے چل رہے ہیں۔

اردو کی نصیبانی کن ہیں: ہندوستان میں متعدد سرکاری اور نیم سرکاری ادارے ایسے ہیں جہاں مختلف تعلیمی سطحوں کے لیے ٹیکٹ بکس کی تیاری و مطاب علموں کے لیے ان کی فراہمی کا کام ہوتا رہا ہے۔ مختلف صوبوں کی اردو کادیمیاں پنہ پنہ علاقوں کے لیے بھی یہ کام کرتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ کئی نجی ادارے اور چھاپہ خانے نصیبی کتب تیار کرتے اور چھاپتے ہیں دل چسپیاں بیٹتے رہے ہیں۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں



یونیورسٹیاں، یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کے مالی تعاون سے اپنے اپنے میاں اور تعلیمی ضرورت کے مطابق نصابی کتب مرتب کرتی رہتی ہیں۔ نجی اداروں اور چھاپ خانوں کے میاں رستہ ہیں۔ سرکاری اور نیم سرکاری ادارے اپنی علاقائی ضرورتوں کے مطابق ایک ہی کلاس کے لیے الگ الگ نصابی کتب تیار کرتے ہیں۔ مکی سطح پر ان میں یکسانیت نہیں پائی جاتی البتہ NCERT نیشنل بک ٹرسٹ کسی حد تک اس کی کاپیوں کو پورا کر رہا ہے۔ یہاں ایک کلاس یا اسٹینڈرڈ کے لیے جو کتب تیار ہوتی ہے وہ علاقائی زبانوں میں ترجمہ کر کے اسی اسٹینڈرڈ کے لیے وہاں فراہم کر دی جاتی ہے۔ اردو میں پورو فار پرموشن آف اردو، NCERT اور نیشنل بک ٹرسٹ کے تعاون سے اپنی سیکینڈری سطح تک کی کلاسوں کے لیے متعدد کتب ہیں مگر اگر یا ترجمہ کر الگ چھاپ چکا ہے۔ اب تک تقریباً ۵۴ موضوعات پر نصابی کتب ہیں شائع ہو چکی ہیں اور ۱۳ موضوعات پر زیر ترقیب ہیں بورڈ آف انجمن ترقی اردو شاخ آندھرا پردیش کے تعاون سے کالج کی سطح پر بھی اردو کی نصابی کتب کے لیے کام کر رہا ہے۔ یہ کتب ہیں دو حصے اردو کالجوں کے لیے بھی دستیاب ہوں گی۔ سائنس، ایسوسی ایٹس QURMAN، TIES اور کامرس کے ۵۴ موضوعات پر اب تک کتب ہیں تیار ہو چکی ہیں۔ ان میں سے سترہ موضوعات کی کتبوں کی اشاعت ہو چکی ہے اور باقی کتب ہیں زیر اشاعت ہیں بحیثیت مجموعی درسی یا نصابی کتبوں میں بورڈ زراعت، نباتات، قدیمیات، عمرانیات، علم کیمیا، کامرس، معاشیات، ایجوکیشن، انجی نیئرنگ، ٹیکنالوجی، جغرافیہ، ارضیات، تاریخ، قانون، لائبریری سائنس، لسانیات اور ادب میں بنیادی نصابی کتب ہیں اور تنقید، حیاتیات، شماریات، نفسیات، علم فلسفہ، طبییات، سیاسیات، یونانی، عربی، مغربی ادبیات، حیوانیات، حیاتی کیمیا وغیرہ پر تقریباً آٹھ تو کتب ہیں چھاپ چکا ہے۔ اس کے علاوہ سرکاری، نیم سرکاری اور نجی اداروں یا پبلکیشن ہاؤسوں میں مکتبہ جامعہ، انجمن ترقی اردو، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ہمارا شری ٹیکسٹ بک بورڈ (دلہانا) انٹر پردیش ٹیکسٹ بک بورڈ (گھنٹوا)، گجرات اسٹیٹ بورڈ آف اسکول

ٹیکسٹ بکس (گانگھی نگر، دوحیا بھون (پٹنہ) اور ٹیکسٹ بک بورڈ دسرنگر، دھیر کے نام کافی اہم ہیں جو مقامی اسکولوں اور کالجوں کی ضروریات کے چھپنے نظر اردو میں ٹیکسٹ بک فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اردو میں نصاب کی کتابوں کی تیاری میں صوبائی اردو کالجوں کا مالی تعاون بھی شامل حال رہتا ہے۔ اردو میں مراسلاتی کو کس شروع کرنے کی بھی ایک تجویز ہے جس کے لیے ترقی اردو بورڈ اردو مراسلاتی نصاب بھی تیار کر رہا ہے جو ہندی اور انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنا کر تیار کیا جائے گا اور بعد میں ہندوستان کی دوسری زبانوں میں اس کی اشاعت ممکن ہوگی۔ اس سلسلے میں اندرا گاندھی کھلی یونیورسٹی کا نام بھی قابل ذکر ہے جو اردو زبان و ادب سکھانے کے لیے مراسلاتی نصاب تیار کر رہی ہے۔

اردو میں حوالہ جاتی کتب : اردو میں لغت، فرہنگ، انسائیکلو پیڈیا، اشتقاقیات، محاوروں کی فرہنگ اور کوشی کتبائے دہرہ پر متعدد کام ہو چکے ہیں لیکن خاص زور لغت پر رہا ہے۔ اردو میں کل مذکور اب تک تقریباً تسولفات مرتب ہو چکی ہیں۔ ان میں یک زبانی اور دو زبانی چھوٹی بڑی سب لغتیں شامل ہیں۔ لغت پر اردو میں سب سے پہلا کام عبد الواسع ہانسوی کا ہے جنہوں نے فارسی میں غرائب اللغات لکھی جس میں اردو الفاظ کے معنی فارسی میں دیئے گئے ہیں۔ اس لغت کو غیاث الدین کرخان آرتھوڈوکس نے نوادر الفاظ لکھی جس میں غرائب اللغات کی تصنیف کا مقصد بھی بیان کیا گیا ہے۔ یک زبانی میں تاریخی اعتبار سے ”فرہنگ آصفیہ“ ”فیروز اللغات“، ”فرہنگ مامرو“، ”جامع اللغات“، ”نور اللغات“، ”کریم اللغات“، ”سربایہ زبان اردو“ اور ایک با تصویر لغت ”ریس اللغات“ اہم ہیں۔ دو زبانی لغت میں انگریزی، روسی، ترکی، جرمن، عربی، فارسی اور چینی وغیرہ کی لغات تیار ہو چکی ہیں۔ اردو سے انگریزی اور روسی دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوپاک کی مختلف مقامی زبانوں مثلاً ہندی، بنگالی، پنجابی، مراٹھی، گنڈ، سندھی، پشتو، بلوچی وغیرہ کو لے کر

اردو میں لغات مرتب ہو چکی ہیں۔ قدیم اردو کی بھی کئی لغات ترتیب دی جا چکی ہیں۔ حال ہی میں ترقی اردو بورڈ نے پانچ جلدوں میں اردو سے اردو اور پانچ جلدوں میں انگریزی سے اردو لغت تیار کی ہیں۔ اردو انگریزی لغت بھی تیار کی گئی ہے۔ یہاں طلباء کے لیے اردو سے اردو ایک چھوٹی لغت بھی تیار کرائی گئی ہے جو تقریباً چالیس الفاظ پر مشتمل ہے۔ پاکستان میں ایک کثیر لسانی لغت تیار ہوئی ہے جو ست زبانوں پر مشتمل ہے اور "ہفت زبانی لغت" کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں انسائیکلو پیڈیا پر الگ الگ کام ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں ترقی اردو بورڈ کے زیر نگرانی ۱۵ جلدوں میں انسائیکلو پیڈیا تیار ہوئی ہے جو زیر اشاعت ہے۔ پاکستان میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا اردو ترجمہ ۱۲ جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے۔ توضیحی کتابیات پر بھی ہندو پاک میں کئی کام ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلے میں "قاموس الکتب" کے نام سے تین جلدوں میں مذہبیات، عمرانیات اور تاریخی توضیحی کتابیات کو انجمن ترقی اردو پاکستان نے ترتیب دے کر چھاپا ہے۔ ایک کتاب الفہرست کے نام سے بھی چھپی ہے جس میں مستند کتب اردو میں جو کتب بیس شانہ ہو چکی تھیں ان کی مکمل فہرست ہے۔ اردو اشتقاقی لغت کی پہلی جلد حرف الف کو لے کر مکمل کر کے چھاپ دی گئی ہے جو ہزاروں الفاظ پر مشتمل ہے۔ مختلف قدیم و جدید علوم پر فرہنگیں بھی تیار ہو چکی ہیں۔ صرف ترقی اردو بورڈ انکی دہلی، نے ۱۸ موضوعات پر فرہنگیں تیار کرائی ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔ قدیمیات (۵۵) نباتیات (۵۶۱۱)، علم گیہا (۵۳۵۹)، کاکس (۸۸۰)، مماشیات (۱۱۴۳۹) ایجوکیشن، فلسفہ اور نفسیات (۱۰۸۹۳)، جغرافیہ (۳۴۵)، ارضیات (۲۶۰۳) تاریخ اور سیاسیات (۲۹۳۳)، قانون (۱۱۴۳)، لائبریری سائنس (۳۴۰)، دلسانیات (۵۱۵)، حساب (۵۰۰)، طبیعیات (۵۸۹۴)، سماجیات (۴۸۹۱)، شماریات (۳۶۰۰) اور حیوانیات (۸۴۵۰)۔ باقی علوم کی فرہنگیں زیر ترتیب ہیں۔ اس سلسلے میں پاکستان میں بھی برابر کام ہو رہا ہے۔ وہاں

بھی جدید علوم کی مختلف فرہنگیں سامنے آچکی ہیں۔

اردو میں پندرہ روزہ، ماہ وار اور سہ ماہی کئی ایسے رسالے نور جریحہ میں جن میں اکثر و بیشتر علمی ادب کے مختلف پہلوؤں پر مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ لیکن ایسے رسالوں کی کمی ہے جو بعض حوالہ جاتی نوعیتوں کی تحریروں کے لیے وقت ہوں یا جن پر باقاعدگی کے ساتھ لکھا جاتا رہا ہو۔ بہر حال بورلو فار پرنٹیشن آف اردو کا رسالہ "اردو دنیا" ایک اہم رسالہ ہے جس میں بورلو کی خود شائع کردہ کتابوں لغات، فرہنگ، انسائیکلو پیڈیا وغیرہ کے اقتباسات یا ان کے اصول و ضوابط پر لکھا ہوا ملتا ہے۔ اردو انسائیکلو پیڈیا کے نام سے ایک رسالہ حیدر آباد سے بھی شائع ہوتا ہے جس کے اکثر صفحات علمی اصطلاحات کے لیے وقف ہوتے ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سہ ماہی رسالے "نگر و نظر" میں بھی پابندی سے علمی موضوعات، لغت اور دوسرے حوالہ جاتی کاموں

سے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اسی سلسلے میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کا "جامعہ" ہے، "بہی" کا "تو اسے ادب"، "اعظم گڑھ" کا "المعارف"، "دور پاکستان" کے مختلف رسائل اور ہفتہ وار "پرچم" کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں۔ مقتدرہ قومی زبان "اردو" کے ایسے ہی کاموں کے لیے وقف ہے جو حوالہ جاتی کاموں سے متعلق ہوتے ہیں۔ علمی، تعلیمی اور سائنس سے متعلق موضوعات پر چھپنے والے رسالوں میں "سائنس کی دنیا"، "توجہ" اور "ہمدرد صحت" وغیرہ کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں جن کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے

اردو میں وضع اصطلاحات کے اصول و ضوابط: زبانیں نئی ہوں یا پرانی، پس اندازِ سماج کی ہوں یا ترقی یافتہ قوموں کی، اصطلاحات وضع کرنے کا مسئلہ سب کے سامنے رہتا ہے البتہ مسئلے کی نوعیتیں قوموں کی سماجی زندگی کے ارتقائی عمل کے مطابق بدلتی رہتی ہیں۔ اردو کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ اردو سماج

کی سیاح سماجی، معاشی، ثقافتی، کاروباری اور علمی بیداری کے ساتھ ساتھ اس میں نئے نئے موضوعات متعارف ہوئے اور ان کے مطابق نئی اصطلاحیں وضع ہوتی رہیں لیکن تعلیم کی طرف رجحان بڑھنے کی وجہ سے جب کلاس روموں میں قدیم و جدید اور مشرقی و مغربی علوم پڑھائے جانے لگے تو اصطلاحات وضع کرنے کا مسئلہ ہماری ایک بڑی ضرورت بن گیا جس کے لیے مختلف کمیٹیاں بنیں۔ نئے نئے چینل قائم ہوئے۔ وضع اصطلاحات پر کام میں لکھی گئیں۔ اصول مرتب ہوئے اور ماہرین علوم اور اساتذہ کے مشوروں، ہدایتوں اور سفارشوں کی روشنی میں یہ کام انجام کو پہنچا۔ اردو میں وضع اصطلاحات کے سلسلے میں کئی اداروں، انجمنوں اور سوسائٹیوں کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً دہلی کالج کی

SOCIETY OF KNOWLEDGE IN INDIA THROUGH THE MEDIUM OF VERNACULAR LANGUAGES.

انسٹی ٹیوٹ آف سائنسز ٹک سوسائٹی، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو (ہند)، دارالترجمہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، بور بور فار پروموشن آف اردو نئی دہلی وغیرہ ان کا ذکر پہلے صفحات میں تفصیل سے آچکا ہے، اردو میں کئی رسائل اور ایسی باقاعدہ کتابیں بھی ملتی ہیں جن میں وضع اصطلاحات کے مختلف مسائل پر بحث ہے ان میں "اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ" عبدالحق، "فرہنگ اصطلاحات علمیہ" انجمن ترقی اردو (ہند)، اصطلاحات علم جدیدہ - ثنائیہ یونیورسٹی، "اصول وضع اصطلاحات" سید حسن جگرانی، اور "وضع اصطلاحات" وحید الدین سلیم، خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

اصطلاح سازی کافی نازک مسئلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کے مختلف ادارے سوسائٹیاں اور ان کے اراکین اس موضوع پر عرصہ دراز سے غور و خوض کرتے رہے ہیں۔ اردو میں وضع اصطلاحات کے جو اصول و ضوابط بنائے گئے ان میں وقت اور ضرورت کے مطابق ترمیم و اضافے بھی ہوئے ہیں۔ اصطلاح سازی پر سب سے پہلے باقاعدہ کام دہلی کالج میں شروع ہوا۔

کالج کی مجلس ترجمہ کے اراکین نے سہاجی علوم اور سائنس کی اصطلاحیں وضع کرتے وقت حسب ذیل اصولوں کو پیش نظر رکھا:

۱۔ سائنس کے کسی ایسے لفظ کا مترادف اردو میں نہ ہو جو سادہ خیال ظاہر کرتا ہے تو وہ بھنہ انگریزی سے مستعار لے لیا جائے جیسے سو ڈیم، کلورین وغیرہ۔

۲۔ سائنس کے کسی ایسے لفظ کا ہم معنی لفظ جو سادہ خیال ظاہر کرتا ہے،

اردو میں اگر ہے تو اسے استعمال کیا جائے؛ جیسے آکٹن کی جگہ نوہادیفرہ

۳۔ اگر لفظ مرکب ہے اور اس کے دونوں جزا اردو میں نہیں ملتے تو اس

لفظ کو بھنہ اردو میں استعمال کیا جائے؛ جیسے ہائیڈروجن ائیٹم دیفرہ

۴۔ اگر لفظ مرکب ہے اور اس کے دونوں جزوں کے الگ الگ مترادف

اردو میں ملتے ہیں تو انھیں ملا کر، انگریزی لفظ کے مترادف اردو میں

استعمال کیا جائے؛ جیسے ایریمین کی جگہ ہوائی جہاز دیفرہ

۵۔ مرکب لفظ میں ایک جز کا مترادف اردو میں موجود ہے اور دوسرے

کا نہیں تو انگریزی سے دوسرے جز کو لے کر اس میں اردو لفظ ملا کر

مرکب بنا لیا جائے۔

۶۔ سائنس کا ترجمہ انگریزی سے کیا جا رہا ہے، اس لیے دوسری زبانوں

کے بجائے انگریزی سے ہی استفادہ کیا جائے۔

۷۔ اصطلاح کا ترجمہ کرتے وقت لفظی ترجمے کے بجائے مفہوم کو لے کر

ترجمہ کیا جائے۔

۸۔ نباتات کی اصطلاحوں کا ترجمہ بہت مشکل ہے، اس لیے انگریزی سے

استفادہ کیا جائے جس میں درختوں کی انواع کے نام یا تو اس

نوع کے خاندان کے کسی متنازع فرد کے نام پر رکھے جاتے ہیں یا نوع کی

بعض مشترک خصوصیات کی بنا پر، اس قاعدے کی پابندی اردو میں بھی

کی جانی چاہیے۔ CENTRAL ADVISORY BOARD OF EDUCATION کے سامنے جب اصطلاحات کا مسئلہ آیا تو اس نے تجویز کیا کہ سارے ہندوستان کے لیے سائنس کی مشترکہ اصطلاحیں وضع ہوں۔ ان اصطلاحات کا مشترک اور بڑا حصہ انگریزی اصطلاحات ہوں جو بجنسہ اختیار کر لی جائیں۔ اس بورڈ نے یہ بھی تجویز کیا کہ اصطلاحات کے لیے ہر ہندوستانی زبان میں تین خاص درجے ہونے چاہئیں۔  
الف: بڑا حصہ انگریزی اصطلاحات پر مشتمل ہو۔

ب: ہر ہندوستانی زبان میں ایک بہت مختصر ڈی تعداد اُنکی زبان کے ایسے الفاظ کی ہو جو اس زبان سے متعلق ہوں۔

ج: سنسکرت اور دراوڑی خاندان کی زبانوں کے لیے سنسکرت کی اصطلاحیں اختیار کر لی جائیں۔ اور ہر اگر تک زبانوں یعنی اردو، پشتو، سندھی کے لیے عربی و فارسی، لیکن ایسی اصطلاحوں کی تعداد مختصر ہی ہوگی۔

اسی غرض کے لیے ایڈوائزری بورڈ نے ایک کمیٹی بنائی جس کا جلسہ ۱۹۱۵ء میں حیدرآباد میں ہوا۔ اس میں صوبوں کے ڈائریکٹر تعلیمات، یونیورسٹیوں کے بعض وائس چانسلرز اور کچھ سائنس دان شریک تھے۔ کمیٹی کی تجاویز یہ تھیں:  
۱۔ بین الاقوامی اصطلاحات تمام ہندوستان کی زبانوں میں استعمال ہوں  
۲۔ عام تعلیم کی خاطر ہر ہندوستانی زبان کی مخصوص اصطلاحات بوجہ سہولت اور مروج ہونے کے قائم رکھا جائے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے نئی اصطلاحیں وضع ہوں۔

۳۔ ایسے بورڈ مقرر کیے جائیں جو ہندوستانی اور دیہی اور بڑی تقسیم کی بنیاد پر زبانوں کے لیے مشترک اصطلاحیں تیار کریں۔

۴۔ یکسانیت کی خاطر نصاب کی کتابوں میں ایک ہی اصطلاح استعمال ہو۔

۵۔ یکسانیت قائم رکھنے کے لیے اردو میں ریاضی کے سوالات اور مسئلہ

ہائیں سے دائیں لکھے جائیں۔

میر حسن بکراچی نے انجمن ترقی اردو کے سکریٹری ڈاکٹر عبدالحی کی درخواست پر اصول وضع اصطلاحات میں اصطلاح سازی کے چند اصول مرتب کیے ہیں جنہیں وضع اصطلاحات کے وقت پیش نظر رکھا گیا جو حسب ذیل ہیں :

- ۱۔ ایسی اصطلاحیں وضع کی جائیں جن سے حافظے پر کم زور پڑے۔
- ۲۔ عربی و فارسی کی مروجہ اصطلاحوں کو قائم رکھا جائے۔
- ۳۔ نئی اصطلاحوں کے لیے حتی الامکان ہندی، فارسی، عربی اور پھر انگریزی سے مدد لی جائے۔
- ۴۔ ثقیل تلفظ والی اور بڑی ترکیبوں والی اصطلاحوں سے گریز کیا جائے۔
- ۵۔ اصطلاح وضع کرتے وقت اضافت اور دائرہ مطلق وغیرہ سے کام لیا جائے۔
- ۶۔ عربی و ہندی کے تثبیت الفاظ سے پرہیز کیا جائے۔
- ۷۔ جہاں دو یا تین لفظوں کو ملا کر ایک مرکب اصطلاح بنانا مقصود ہو وہاں اس قدر تصرف کیا جائے کہ ہر لفظ کی ایک دو آوازیں حذف ہو سکتی ہیں۔
- ۸۔ کہ اختصار بھی آجائے اور لفظ کی اصل شکل بھی قائم رہے۔
- ۹۔ اسم سے فعل بنانا ایک قسم کا تعریف ہے جس سے اصطلاح بناتے وقت کام لیا جاسکتا ہے۔

اصطلاح سازی کے سلسلے میں ایک بڑا اور اہم نام وحید الدین کا بھی ہے۔ جنہوں نے اصطلاحات کے مسائل اور اصول و ضوابط پر ایک مستقل کتاب ”وضع اصطلاحات“ کے نام سے لکھی جو اردو میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب میں سادہ اور مرکب اصطلاحوں کے مسائل پر تفصیل سے بحث ہے۔ وحید الدین سلیم کے خیالات سے دارالترجمہ عثمانیہ میں اصطلاح سازی کے وقت کافی مدد لی گئی۔ ان کی بعض بنیادیں حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ اصطلاح وضع کرنے میں ایسی تمام زبانوں سے مدد لی جاسکتی ہے جن کے



الفاز اردو میں رائج ہیں، مثلاً عربی، فارسی، ترکی ہنسکرت اور دیہی زبانیں۔  
۳۔ رائج الفاظ کی عدد سے اصطلاحیں بنائی جائیں۔

۴۔ اصطلاحی معنی کا نوٹیاں اور ممتاز حصہ اصطلاحی نقطہ سے ظاہر ہو۔

۵۔ عصری زبانوں کے مشہور اور رائج الفاظ سے وضع اصطلاحات میں کام لیا جائے۔

۶۔ عربی زبان کی قدیم مفرد علمی اصطلاحیں قائم رکھی جائیں۔

۷۔ مفرد اصطلاحیں عربی کے ان رائج اور مستقل الفاظ سے بنائی جاسکتی ہیں جو ہمارے یہاں پہلے سے موجود ہیں۔

۸۔ انگریزی کی ایسی اصطلاحوں سے گزریا جائے اور ان کی جگہ نئی اصطلاحیں وضع کی جائیں جو روم اور یونان وغیرہ کی لائی تھوڑی سے لی گئی ہوں۔

۹۔ مفرد اصطلاح کے لیے مفرد اصطلاح ہی وضع کی جائے۔

۱۰۔ انگریزی میں جو اصطلاحیں مبہم ہیں ان کی جگہ صحیح معنی والی اصطلاحیں اردو میں وضع کی جائیں۔

۱۱۔ جو اصطلاح بننے وہ سادہ اور رواں ہونی چاہیے۔

۱۲۔ مرکب اجزائیں سے صرف حرف علت گرا دینا چاہیے۔ اس طرح مرکب

چھوٹے ہو جائیں گے اور آئندہ اشتقاق میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے

۱۳۔ مرکب کے پہلے جز کا آخری اور دوسرے جز کا پہلا حرف ایک ہے تو ان

میں سے ایک کو گرا دینا چاہیے۔

۱۴۔ اگر مرکب کے پہلے جز کا آخری حرف اور دوسرے کا پہلا حرف قریب المنفرد

ہوں (ت، د، س، ج) تو ان میں سے ایک حرف حذف کر دینا چاہیے۔ اس

میں سے ایک حرف کو آڑا کر دوسرے کو مقلد کر دیا جائے تو بھی بہتر ہے

وحید الدین سلیم انگریزی الفاظ کا اردو میں ترجمہ کرتے وقت انھیں ہجستوں

میں بانٹنے کی سفارش کرتے ہیں جو اس طرح ہیں :

پہلی قسم ان معمولی الفاظ کی ہے جو بطور اصطلاح استعمال ہوتے ہیں۔ ایسے الفاظ کارروائی میں ترجمہ ہونا چاہیے۔ دوسری قسم میں ایسے جامد اسماء اور مختلف چیزوں کے نومی نام آتے ہیں جو نہایت عام فہم ہیں لیکن زیادہ تر ایک خاص فن میں استعمال ہونے کی وجہ سے انھوں نے نیم اصطلاحی شکل اختیار کر لی ہے۔ ایسے الفاظ کارروائی میں ترجمہ کیا جائے یا مناسب ترمیم سے انھیں موزوں بنایا جائے۔ تیسری قسم میں سائنس کی اشیاء کے غیر اشتقاقی نام آتے ہیں۔ ابتدا میں جب ایسے نام وضع کیے گئے تو اکثر حالتوں میں جن چیزوں کے لیے استعمال کیے گئے ان کی وہ خاصیت ظاہر نہیں کرتے تھے لیکن ان میں سے بہت سے الفاظ کے اشتقاقی معنی مرصعہ دراز سے مفقود ہو گئے۔ یہ الفاظ دوسرے درجے کے جامد لفظ بن گئے۔ ایسے الفاظ کا ترجمہ نہ کر کے ان کی املا خاص تو حد کی پابندی کے ساتھ لکھی جائے۔ جو تہی قسم میں نباتات و حیوانات کے مرکب علمی ناموں کو شمار کیا جاسکتا ہے۔ جو ابتدا میں اشتقاقی معنی رکھتے تھے۔ اب یہ کیفیت نہیں رہی۔ ہذا قسم کی طرح یہ بھی جامد اسماء تصور کیے جائیں اور انھیں اردو میں جن کا قول رکھا جائے۔ پانچویں قسم میں مفرد الفاظ آتے ہیں جن کے اشتقاقی معنی صاف و صریح ہوتے ہیں اور ماضی حد تک کارآمد ہیں، جب تک ساری پر اپنے اشتقاقی معنی جنبوئی واضح کر رہے کیوں کہ یہ الفاظ علوم و فنون میں ہی استعمال ہوتے ہیں اس لیے انھیں خاص اصطلاحی سمجھا جائے اور ان الفاظ کا ترجمہ کیا جائے یا مناسب ترمیم سے موزوں بنایا جائے۔ چھٹی اور آخری قسم میں وہ مرکب الفاظ شامل کیے گئے ہیں جو کم از کم ایک اور کثیر حالتوں میں ہر جگہ نہ کچھ اشتقاقی معنی ضرور رکھتے ہیں۔ یہی معنی ان اصطلاحوں کا جان ہوتے ہیں۔ ایسے الفاظ کا ترجمہ کیا جائے لیکن آلات کے ناموں کا صرف الابی زبان میں لکھا جائے۔

یہاں آکر اصطلاح سازی کا پہلا باب ختم ہو جاتا ہے۔ آزادی کے بعد دنیا

انداز فکر ابھر کر سامنے آتا ہے۔ ہندوستان کی تقسیم کے اثرات اردو زبان پر بھی مرتب ہوئے ہیں جس کی وجہ سے اردو کے معاملات و وجوہات میں بٹ جاتے ہیں۔ پاکستان سے قطع نظر ہمارے یہاں اردو کے سلسلے میں جو بڑے کام ہوئے ہیں ان میں ایک اصطلاح سازی بھی ہے۔ بورلیو فار پر د موشن آن اردو کے زیر اہتمام مختلف ماہرین کی ایسی ۱۸ کمیٹیاں ہیں جو قدیم و جدید تمام انسانی علوم کی اصطلاحیں وضع کر چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ مختلف علوم کی اس وقت تک تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار اصطلاحیں یا الفاظ وضع ہو چکے ہیں۔ وضع اصطلاحات کے پرانے اصولوں اور جدید عہد کے تقاضوں اور ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصطلاحات وضع کرنے کے سلسلے میں جو اصول و ضوابط پیش نظر رکھے گئے ہیں، یہاں ان کا ذکر دل چسپی سے غائی نہ ہوگا۔

- ۱۔ ایسی اصطلاحوں کو ترجیح دی جائے گی جو مروج یا مقبول ہو چکی ہیں چاہے ان میں کوئی لسانی یا معنوی سقم ہی کیوں نہ ہو۔
- ۲۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے زائد معنوں میں مستعمل ہے تو اس کے مختلف معانی کو علیحدہ علیحدہ الفاظ میں اصطلاح سے واضح کرنا چاہیے۔
- ۳۔ اصطلاح اور عام لفظ میں فرق کیا جانا چاہیے تمام الفاظ کو فرہنگ میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔
- ۴۔ ایک اصطلاح کا ایک ہی اردو متبادل دیا جائے۔ بشرطیکہ وہ اصول نسبتہ میں نہ آتا ہو۔
- ۵۔ برعکس اصطلاح ایک لفظی ہونی چاہیے۔ ناگزیر صورتوں میں یہ دو لفظی بھی ہو سکتی ہے مگر ایسی اصطلاحیں کم وضع کی جائیں۔
- ۶۔ ہندی اصطلاحوں کو مرلی اصطلاحوں پر ترجیح دی جائے اگر وہ بآسانی

ملفتا اور تحریر کی جا سکیں۔

۷۔ اگر کسی اصطلاح کو ایک سے زائد الفاظ کے ذریعے ادا کرنے کی ضرورت پیش آئے تو سب ذیل ترکیب کو نیچے دی ہوئی ترتیب کے اعتبار سے مرتب کیا جائے۔

۱۔ وہ ترکیبات جن میں اضافی یا حروف ربط و جار کے الفاظ و علامات نہ ہوں  
۲۔ وہ ترکیبات جن میں یا کے نسبتی ہیں۔

۳۔ وہ ترکیبات جن میں اضافت ہو۔ اگر ان میں ایک سے زیادہ اضافے ہوں تو ان میں سے کم از کم ایک کو 'کا' کی جگہ سے بدل دیا جائے۔

۴۔ وہ ترکیبات جن میں 'کا' کی جگہ 'و' یا 'اور' استعمال کیے گئے ہوں۔

۵۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے زائد علم یا فن میں مشترک ہے اور سب علوم میں ایک ہی مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے تو اس کا اردو متبادل بھی ہر جگہ ایک ہی رکھا جائے گا۔

۶۔ الفاظ کو وضع کرنے کے اصولوں میں اتنی کشادگی ہونا چاہیے کہ ہندو عربی، فارسی اور پراکرت ترکیب بھی قابل قبول ہوں۔

۱۰۔ اگر انگریزی اصطلاح مروج ہو یا عام فہم ہو تو اسے برقرار رکھا جائے ورنہ

اصطلاحوں کی ساخت کے چند اہم عنصر: الفاظ کی قسموں کی طرح اصطلاحات کو بھی ساخت کے اعتبار سے سادہ، پیچیدہ، اور مرکب تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ اردو میں ایسی اصطلاحیں بھی مروج ہیں جو فقری ساخت رکھتی ہیں۔ اصطلاحات میں جو مادے استعمال ہوتے ہیں انہیں باعتبار زبان اردو ہندکوٹ، عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں جہاں عربی و فارسی سابقوں اور لاحقوں کا استعمال ہوا ہے۔ یعنی اصطلاح میں میں جو براہ راست عربی، فارسی اور انگریزی سے حوں کی توں مستعارے دی گئی ہیں۔

اہتمام کے تلفظ اردو صوتی نظام کے مطابق کہے جاسکتے ہیں۔ ہمارے یہاں انگریزی کی بعض اصطلاحیں عربی یا فارسی سے بالواسطہ آئی ہیں، اس لیے ان کا تلفظ بھی عربی یا فارسی کی طرح ہی کیا جاتا ہے، جو اصطلاحیں عربی یا فارسی سے مستعار لی گئی ہیں وہ عربی یا فارسی کی طرح لکھی نہیں جاتی ہیں، اضافت اور محذوف واؤ کے ترکیب استعمال کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی اصطلاحیں وضع کی گئی ہیں۔ یا کے نسبتی کا استعمال بھی مرکب اصطلاحوں میں ملتا ہے۔ انگریزی سے مستعار لی ہوئی اصطلاحوں میں اکثر اردو کی ترکیبی ساخت استعمال ہوتی ہے۔ مرکب اصطلاح میں کبھی کبھی پہلے جز کا آخری حرف یا حرف گرا دیا جاتا ہے تاکہ اختصار پیدا ہو سکے۔ دو بالکل الگ الگ خاندانوں کے الفاظ کو ملا کر بھی مرکب اصطلاح میں بنائی گئی ہیں بشرطیکہ تلفظ کی روانی بخروج نہ ہو۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ انگریزی سے ماوے کو سے گراس میں عربی یا فارسی کے لاحقے جوڑ دیے جاتے ہیں ایسی اصطلاحوں کا بھی ہمارے یہاں چلن چڑھن کے لفظی معنی کچھ اور ہیں لیکن اصطلاح کے طور پر اس کے دوسرے معنی مردیلے جاتے ہیں، جیسے کیا یعنی سرنا بنانے کا علم لیکن اس سے مراد کیمسٹری CHEMISTRY ہے۔

# اردو میں اصطلاح سازی و صوتی اصطلاح کی تشریح

کسی علم کو یک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے وقت بڑا مسئلہ اصطلاح کا ہوتا ہے۔ اصطلاحوں کو وضع کرنا کسی بھی درجہ ترجمے کی ذمہ داریوں سے کم نہیں ہمارے یہاں اردو میں ترجمے اور اصطلاحات وضع کرنے کی روایت صدیوں پرانی ہے، محدثہ غازی ندین (۱۹۷۳)، فورٹ ولیم کالج (۱۹۸۰)، وطنی کالج لاہور (۱۹۷۲)، سماجی نگہ سرسائی، علی گڑھ (۱۹۶۷)، انجمن ترقی، بروہند (۱۹۰۳)، دارالترجمہ عثمانیہ (۱۹۰۷)، اور پوریونہ۔ پرموخن کس اردو (۱۹۷۱)، وغیرہ کہتے ہیں، ایسے قیسی اور علی اور ال کے نام ملتے ہیں جنہوں نے مختلف علوم کے ترجموں اور اصطلاح سازی کے میدان میں گہرے قدم اٹھاتے کیے ہیں۔ اس سلسلے میں مسلم یونیورسٹی، جامعہ علیہ السلام ایجوکیشن کانفرنس، دارالعلومین، این، سی، ای، آر، آئی، اے، ڈائری ٹیوٹ اور سائنس اکادمی کی خدمات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اصطلاح سازی کافی نازک مسئلہ ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں مختلف سوسائٹیاں اور ادارے اس موضوع پر وقتاً فوقتاً غور کرتے رہے ہیں اور

جنہوں نے وقت ضرورت اصطلاحات وضع کرنے کے اصول وضوابط میں ترمیم و اضافہ بھی کیے ہیں۔ اردو میں اصطلاح سازی پر باقاعدہ کام دہلی کالج میں شروع ہوا۔ جس کی مجلس ترجمہ کے اراکین نے سماجی اور سائنسی علوم کی اصطلاحات وضع کرنے کے اصول مرتب کیے۔ میر حسن بلگرامی نے انجمن ترقی اردو ہند کے سکریٹری ڈاکٹر عبدالحق کی درخواست پر اپنی تصنیف "اصول وضع اصطلاحات" میں اصطلاح سازی کے متعدد اصول پیش کیے۔ دارالترجمہ عثمانیہ میں وحید الدین سلیم کی مستحق کتاب "وضع اصطلاحات" سے کافی مدد ملی گئی۔ اس دوران اردو میں اصطلاح وضع کرتے وقت بحیثیت مجموعی جن اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ان میں سے چند اہم حسبِ ذیل ہیں۔

- ۱۔ سادہ خیال ظاہر کرنے والے لفظ کا مترادف اگر اردو میں نہ ہو تو وہ بطور
- بہنہ انگریزی سے مستعار لی جائے۔

- ۲۔ مرکب اصطلاح کے اگر دونوں جز اردو میں نہیں ہیں تو اس اصطلاح کو
- بہنہ استعمل کیا جائے۔

- ۳۔ مرکب لفظ کے دونوں جز کے مترادف اگر اردو میں لگ بھگ ملتے ہیں تو
- انھیں ملا کر انگریزی اصطلاح کے مترادف استعمال کیا جائے۔

- ۴۔ مرکب اصطلاح میں ایک جز کا مترادف اردو میں ہے اور دوسرے کا نہیں
- تو دوسرے جز کو انگریزی سے لے کر اس میں اردو لفظ ملا کر مرکب
- بنایا جائے۔

- ۵۔ ترجمہ انگریزی سے کیا جا رہا ہے اس لیے دوسری زبانوں کے بجائے
- انگریزی سے ہی استفادہ کیا جائے۔

- ۶۔ اصطلاح کا ترجمہ مفہوم کو لے کر کرنا چاہیے۔

- ۷۔ جن اصطلاحوں کی حیثیت بین الاقوامی ہے انھیں جوں کا توں مستعمل کیا جائے۔

- ۸۔ ایسی اصطلاحیں اختراع کی جائیں جن سے حافضہ پر کم زور پڑے۔

- ۹۔ عربی و فارسی کی مروج اصطلاحوں کو تکرار نہ کیا جائے۔

۱۰۔ نئی اصطلاحوں کے لیے حتیٰ الامکان ہندی، فارسی، عربی اور پھر انگریزی سے

مدد لی جائے

۱۱۔ تفصیل اور بڑی ترکیبوں والی اصطلاحوں سے گریز کیا جائے۔

۱۲۔ اصطلاحیں وضع کرتے وقت اصناف اور حلقہ واؤسے کام لیا جائے۔

۱۳۔ جہاں دو یا تین لفظوں کو ملا کر ایک مرکب اصطلاح بنانا مقصود ہو جہاں اس قدر تصرف کیا جاسکتا ہے کہ دو ایک آوازیں حذف ہوں۔

۱۴۔ اصطلاحیں وضع کرتے وقت ایسی تمام زبانوں سے مدد لی جاسکتی ہے

جن کے الفاظ اردو میں رائج ہیں، مثلاً سنسکرت، فارسی، عربی، ترکی

اور دیہی زبانیں۔

۱۵۔ اصطلاحیں رائج الفاظ کی مدد سے بنائی جائیں۔

۱۶۔ اصطلاحی معنی کا نمایاں اور متنازعہ اصطلاحی لفظ سے ظاہر ہو۔

۱۷۔ مفرد اصطلاحیں عربی کے ان رائج اور مستقل الفاظ سے بنائی جاسکتی ہیں

جو ہمارے یہاں پہلے سے موجود ہیں۔

۱۸۔ مرکب اصطلاح کے پہلے جز کا آخری اور دوسرے جز کا پہلا حرف ایک

ہے تو ان میں سے ایک کو گرا دینا چاہیے۔

۱۹۔ اگر مرکب اصطلاح کے پہلے جز کا آخری اور دوسرے کا پہلا حرف ترمیم

ہوں تو ان میں سے ایک کو گرا دینا چاہیے۔

۲۰۔ عصری زبانوں کے مشہور اور رائج الفاظ سے دیگر اصطلاحات میں کام

لیا جائے۔

پچھلی دو دہائیوں سے یورپ و خارجہ پر دوٹون آؤں اردو نئی دہلی نے اصطلاح

سازی کے سلسلے میں کئی شے اہم اور نمایاں کام انجام دیئے ہیں۔ اس ادارے کے

ریراہتمام مختلف ماہرین کی ایسی کمیٹیاں ہیں جو قدیم و جدید تمام انسانی علوم

کی اصطلاحیں وضع کرنے میں مصروف ہیں۔ اس وقت تک مختلف علوم کی تقریباً ایک



چاس ہزار اصطلاحیں وضع ہو چکی ہیں۔ اس سلسلے میں جدید مہد کے تقاضوں و ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اصول و ضوابط پیش نظر رکھے گئے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

۱۔ ایسی اصطلاحوں کو ترجیح دی جائے گی جو مرد و عورت یا مقبول ہو چکی ہیں چاہے ان میں کوئی سسانی یا معنوی سقم ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے زیادہ معنوں میں مستعمل ہے تو اس کے مختلف معانی کو علاحدہ علاحدہ الفاظ میں اصطلاح سے واضح کیا جائے۔

۳۔ اصطلاح اور عام لفظ میں فرق کیا جانا چاہیے۔ عام الفاظ کو فرہنگ میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔

۴۔ ایک اصطلاح کا ایک ہی اردو متبادل دیا جائے بشرطیکہ وہ اصول نمبر ۱ میں آتا ہو۔

۵۔ ہر ممکن اصطلاح یک لفظی ہونی چاہیے۔ ناگزیر صورتوں میں یہ دو لفظی بھی ہو سکتی ہے۔ سکا ایسی اصطلاحیں کم وضع کی جائیں۔

۶۔ ہندی اصطلاحوں کو عربی اصطلاحوں پر ترجیح دی جائے اگر وہ سسانی تلفظ اور قدر رکھ جائیں۔

۷۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے علم یا فن میں مشترک ہے اور سب علوم میں ایک ہی مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے تو اس کا اردو متبادل بھی ہر جگہ ایک لکھا جائے۔

۸۔ الفاظ کو وضع کرنے کے اصولوں میں اتنی کشادگی ہو کہ ہندی، عربی، فارسی اور پراکرت ترکیب بھی قابل قبول ہوں۔

۹۔ اگر انگریزی اصطلاح مرد و عورت یا عام فہم ہو تو اسے برقرار رکھا جائے۔

۱۰۔ اگر کسی اصطلاح کو ایک سے زائد الفاظ کے ذریعے ادا کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ان ترکیبات کو نیچے دی ہوئی ترکیب کے اعتبار سے ترتیب دیا جائے۔

الف : وہ ترکیبات جن میں اضافی یا حروف ربط و جار کے الفاظ و علامات

زہوں۔

ب : وہ ترکیبات جن میں یا سے نسبتی ہیں۔

ع : وہ ترکیبات جن میں اضافہ ہو۔ اگر ان میں ایک سے زیادہ اضافہ ہوں تو ان میں سے کم سے کم ایک کو لا کی ا کے سے بدل دیا جائے۔

و : وہ ترکیبات جن میں لا کی گئے، وغیرہ استہن کے گئے ہوں۔

عصب بالا اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورے یو کی اصطلاح ساز کمپنی نے دوسرے علوم کی طرح لسانیات کی بھی تقریباً پانچ ہزار اصطلاحیں وضع کی ہیں۔ اس کام کی ہمیت و درقدر و قیمت سے انکار ممکن نہیں، اگر ان اصطلاحات کی تشریح بھی پیش کر دی جاتی تو جہاں تک طالب علموں کی ضرورت کا سوال ہے، ایک بڑا کام ہو سکتا تھا۔ لسانیات کی اس فرہنگ اصطلاحات میں بعض ایسی غلطیاں ملتی ہیں جن سے ذہن الجھتا ہے۔ مثلاً زبان کی چھوٹی سے چھوٹی کائی کے لیے انگریزی کی مصدعہ فونیم کو بھنہ قائم رکھا ہے۔ لیکن ZERO PHONEME کے لیے صفر آواز استعمال کیا ہے یہاں صفر فونیم زیادہ مناسب تھا۔ اسی طرح ZERO PHONEME کے لیے صفر فونیم ہونا چاہیے تھا ACOUSTIC اور A TATORY کے لیے سمی یا سمیاتی اصطلاح وضع کی ہے جب کہ یہ GENERAL PHONETICS دماغ فونیات کی دو الگ شاخیں ہیں

ACOUSTIC PHONETICS میں بولنے والے کے ہونٹوں سے سننے والے

کے کانوں کے درمیان بچھی ہوئی آواز کی مرون کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور

ALGATORY PHONETICS میں کان کے اندر کا نظام جس طرح آواز کو سن کر اسے

سمجھتا ہے اس سے بحث کی جاتی ہے۔ زیر بحث فرہنگ میں ACENT کے

پے کی، اور لہجہ دو الفاظ استہن ہوئے ہیں لیکن PRIMARY ACCENT کے لیے

خاص ہیں STRESS ACCENT کے لیے جن دار لہجہ اور TONIC ACCENT کے لیے

کے لیے ہر دار لہجہ استعمال کیا گیا ہے جس سے متعدد جوں کے درمیان تسلیم ہو جائے۔

کے لیے بھی بل کا استعمال کیا گیا ہے جب کہ فونیٹکس کی اصطلاح میں Stress اور Accent بالکل اسی طرح الگ ہیں جیسے دو الگ الگ معنی رکھنے والے لفظ یعنی بل اور لہجہ۔ پالک نے اپنی کتاب PHONETICS میں دو اصطلاحیں VOCOID اور CONCOID استعمال کی ہیں۔ VOCOID سے مراد ہے ایسے مصوتے جو مصمتے کے طور پر بھی بولے جاتے ہوں۔ اسی طرح CONCOID یعنی ایسے مصمتے جو مصوتوں کی طرح بھی استعمال ہوتے ہوں VOCOID کے لیے مصوٰۃ نما اور CONCOID کے لیے مصمتہ نما اس لیے غلط ہے کہ ان سے اصل مفہوم فوت ہو جاتا ہے۔ مار فنیٹکس کی اصطلاح میں ASPECT اور HOOD دو بالکل الگ چیزیں ہیں لیکن فرہنگ میں دونوں کے لیے ایک لفظ کیفیت ہی مخصوص کیا گیا ہے۔ اگر ہم لسانیات کی فرہنگ اصطلاحات پر ذرا تفصیل سے غور کریں تو اس طرح کے اعتراضات کی متعدد مثالیں کتاب میں مل سکتی ہیں۔

دراصل ہمارے یہاں لسانیات کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ اس علم کو بھی ہمیں اپنے مزاج کا حصہ بنانا ہے۔ ہمیں زیادہ سنجیدہ ہو کر اس کو منورہ پر کوچنے کی ضرورت ہے لسانیات کو اردو میں باقاعدہ متواتر کرانے کے لیے جو بات سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہے وہ لسانیات کی اصطلاحوں کا ہی مسئلہ ہے اب تک اردو میں جو اصطلاحات وضع کی گئی ہیں ان میں اختراع کے وقت مادوں کا صحیح انتخاب نہیں کیا گیا ہے، اس لیے ایک ہی مفہوم سے متعلق اصطلاحوں کے لیے دوسرے مادوں کا سہارا لینا پڑا ہے جس سے ان میں ثقافت اور ایہام پیدا ہو گیا ہے۔ اگر مادوں کے اعتبار سے ہم اصطلاحوں کو مختلف سینٹوں میں بانٹ دیں ضرورت پڑنے پر ہم انگریزی کے مادے بھی لے سکتے ہیں، تو ایک اصطلاح سے متعلق مختلف معنوں کے لیے ہم مردج سابقوں، لاحقوں یا مرکب، اصطلاح کی صورت میں دوسرے لفظوں کو، اس اصطلاح سے مل کر پورا

سیٹ ملے کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ذیل میں ایک سیٹ ملاحظہ فرمائیے جس میں مادہ انگریزی سے ماخوذ ہے۔ اس طرح ہم اس سلسلے کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

PHONE	فون
PHONEME	فونیم
ALLOPHONE	ذیلی فونیم
PHONETICS	فونیات
PHONETICS	علم فونیم
PHONOLOGY	فونیات
PHONOLOGICAL	فونیاتی
PHONOLOGICALLY	فونیاتی طور پر
PHONETIC	فونی
PHONETICAL	فونیاتی

ذیل میں انگریزی کی فونی فونیم فون فونیاتی اصطلاحوں کو ان کی تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو علم لسانیات سے متعلق ہمارے مسائل کی ایک کڑی ہے۔ یہاں میں نے مروجہ اصطلاحوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور مختلف حضرات سے شعوروں اور غوروں و فکر کے بعد خود بھی مناسب اصطلاحات اختیار کی ہیں۔ ہر اصطلاح کے پے میں نے اس کا تعارف ضروری سمجھا ہے تاکہ اس کا مفہوم آسانی سے سمجھا جاسکے اور دو اصطلاحوں کے نازک فرق کو بھی محسوس کیا جاسکے (گر کوئی ہے) اور یہ کہ لسانیات سے دلچسپی رکھنے والے طالب علم اپنے مطالعے کے وقت جس کی کوئی غور کر رہے ہیں وہ دور ہر سکے، سمجھائے، اس کے کہ خود تعارف پیش کرتا میں نے بھی مناسب سمجھا کہ مغربی ماہرین لسانیات کے یہاں ان اصطلاحات کی جو تعریفیں ملتی ہیں، ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ گو کہ ان کی تلاش اور پھر انتخاب میں خاصی ورق گردانی رہی

لیکن اس طرح اتنا ضرور ہوا کہ اصطلاحات کی وہ تہ نہیں سامنے آئیں جن کے خود مساویات کی بحث میں حوالے دیئے جاتے ہیں، البتہ انھیں اردو کے قالب میں ڈھالتے کی جہارت میری اپنی ہے۔

#### ۱۔ ACOUSTICS سمعیات

بولی جانے والی آواز کی تین بنیادی کیفیتوں میں سے ایک طبعی کیفیت جو ہوا کے ارتعاش پر منحصر ہے۔ منہ سے خارج ہونے والی آواز جو مکالمے سے منہ والوں کے کانوں کے پردوں تک ہروں کی شکل میں ہوا میں پھیلی ہوتی ہے۔ اس بحث کا موضوع ہے (۵.۲)

#### ۲۔ ACOUSTIC PHONETICS سمعی فونیات

آواز کی ان ہروں کا مطالعہ حوالہ دہنگی کے وقت پیدا ہوتی ہیں۔ (۵.۶)

#### ۳۔ AFFRICATES نیم صیغری

وہ آواز جو بندش کے مقابلے میں نسبتاً کم ہلکی ہوتی ہے یعنی ادائیگی کے وقت بندشی کے علاوہ صیغری آواز کی حرکت کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے اواکی جانے والی آواز نیم صیغری کہلاتی ہے۔ (۵)

#### ۴۔ AIR CHANL ہوا خانہ

کوئی علی یا علی کا وہ حصہ جو کسی رکاوٹ یا بندش کی بنا پر خود بخود نمایاں ہو کر سامنے آجائے، ایک ہوا خانے کی تشکیل کرتا ہے (۵)

#### ۵۔ APER نوک زباناں

زبان کا وہ حصہ جو نچلے ہونٹ کے بالکل پیچھے لگا ہوتا ہے (۵)

۴. **ASPIRATION** ہا کاریت  
وہ صریح آواز کو ہا کاری بناتا ہے۔ (۱۷)

۷. **ASPIRATED** ہا کاری

کسی آواز کی ادائیگی کے وقت اندر سے آنے والی ہوا ایک جھونکے کی صورت میں باہر نکلے وہ آواز ہا کاری کہلاتی ہے؛ جیسے بھ، تھ، کھ، دھ وغیرہ (۱۸)

۸. **APICAL** نوکی

نوکی زبان سے متعلق جیسے زبان کے اگلے حصے سے غصوں نکلا جائے۔ (۱۹)

۹. **ARTICULATION** تلفظ

آواز کی عضویاتی ادائیگی۔ (۲۰) یعنی آواز کی پیدائش کے وقت صوتی عضو کا ہر عمل اس عضو کا ایک تلفظ ہوتا ہے۔ (۲۱)

۱۰. **ARTICULATOR** = تلفظ کار یا عضو تلفظ

وہ عضو جو کم و بیش آواز حرکت کر سکے یعنی آواز کی ادائیگی کے وقت اپنی جگہ سے حرکت کرنے والا ہر ایک عضو تلفظ کار ہوتا ہے۔ جیسے نچلا، ہونٹ، زبان، گوا وغیرہ (۲۲)

۱۱. **ARTICULATORY PHONETICS** تلفظی فونیات

وہ علم جو عضویات صوتی کے مختلف عمل سے پیدا ہونے والے مختلف اقسام کی آوازوں سے بحث کرتا ہے۔ (۲۳)

## گوشی

ALVEOLARY

-۱۲

مبولی چلنے والی آواز کی تین بنیادی کیفیتوں میں سے ایک طبی کیفیت جس کا تعلق کان میں پیدا ہونے والے ارتعاش سے ہے یعنی کان کے اندرونی نظام کے سنی اجزاء پر ایک آواز کے محسوسات اس بحث کا موضوع ہیں۔ (B.T.)

## پچھلا مصوٰ

BACK OR DRUM

-۱۳

"زبان کا وہ حصہ جو غشایا نرم سائل کے بالکل سامنے واقع ہے۔ (G.)

## دوہلی

BILABIAL

-۱۴

"وہ آواز جو دونوں ہونٹوں کو حرکت دے کر ادا کی جاتی ہے۔ (G.)

## پچھلا مصوٰ

BACK VOWEL

-۱۵

"وہ مصوٰ جو نقطہ کے اعتبار سے زبان کے کچھ حصے سے متعلق ہو، عام اصطلاح میں پچھلا مصوٰ کہلاتا ہے۔ (B.T.)

## نہیں یا پتی

=LAME

-۱۶

"زبان کا وہ حصہ جو نوک زبان سے قدرے پیچھے واقع ہے۔ (B.T.)

## بنیادی مصوٰ

CORONAL VOWEL

-۱۷

"بنیادی مصوٰ آواز جس کے حوائے سے دوسری ذیلی مصوٰ آواز یا آوازوں کی تشریح کی جاسکے۔ (J.)، مصوٰ آوازوں کی ایک ایسی جماعت جو سمعی خصوصیات کے لحاظ زبان اور ہونٹوں کی حرکتوں کی مکمل اور واضح تشریح کر سکتی ہوں۔

جھون

CAVITY

-۱۸

”صوتی، جوار کے ضمن میں پاپا قسم کے جھون شمار ہوتے ہیں۔ ذہنی، التی، ہالوی  
الوی اور مشتقی“ (ص)

چٹکار آوازیں

CLICKS

-۱۹

”منہ کے اگلے اور پیچھے حصے کو بند کر کے، زبان کو نیچے کی طرف کھینچ کر ایک  
غلط پید کر کے ہوا کو خارج کرنے کے لیے پہلے اگلے حصے کو کھول کر جو آوازیں پیدا  
کی جاتی ہیں انہیں چٹکار آوازیں کہتے ہیں“ (ص)

ہم تلفظیت

COARTICULATION

-۲۰

”آواز کی ہوائیگی کے وقت بنیادی صوتی عضویات اور دوسرے عضویات  
کے بیک وقت مل کر ہم تلفظیت کہتے ہیں“ (ص)

مددی

CONTINUANT

-۲۱

”وہ آواز جسے اگر کسی وقت منہ سے خارج ہونے والے ہوائے جمونکے کا  
نکاس قدرے رگڑ کے ساتھ دیر تک ممکن ہوا جیسے خ، س، ز، ان وغیرہ (ص)  
گھنٹو پڑا“

CONCIOUS

-۲۲

”کوئی بھی غیر دو کوئی نہ، تمام گھنٹو پڑاں صورت میں رکنی گھنٹو پڑا ہوتے ہیں جب  
وہ رکنی چوٹیاں بنائیں ورنہ وہ گھنٹو پڑاں نہیں ہونے کی وجہ سے کہلاتے ہیں  
دندانہ“

DENTAL

-۲۳

”اوپری دانت کے کسی پیچھے حصے مل کر دو کی جانے والی آواز دندانہ  
کہلاتی ہے“ (ص)

طواں صوتیہ

DIPHTHONG

-۲۴

”بیک رکنی، وغیرہ رکنی مصوتوں کے مجموعے کو طواں صوتیہ کہتے ہیں“ (ص)



## ۲۵۔ DORSAL کوزی

”جب نوک زبان سوڑے کے کسی پچھلے حصے سے مل کر کوئی آواز ادا کرے تو وہ کوزی کہلاتی ہے۔“ (۲۵)

## ۲۶۔ DORSAL غشائی

”میسے جو نرم تالو کے ساتھ مل کر اور ہوں عام اصطلاح میں غشائی میسے کہلاتے ہیں۔“ (۲۶)

## ۲۷۔ DORSUM پشت

”زبان کی پشت یا جو نوک زبان سے اندر کی طرف تقریباً تین انچ کے فاصلے پر واقع ہے۔“ (۲۷)

## ۲۸۔ VORISSE خروچی

”جب منہ کے خانے میں اپنے مرکز کی طرف حرکت ہو تو وہ پیوٹا ہو جاتا ہے اور اس خانے کے اندر کی ہوا میں ڈباؤ پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس عالم میں لنگ یا منہ کے کسی راستے سے ہوا کا نکاس ہو تو ہوا کا جھونکا طاقت کے ساتھ باہر کی طرف نکلتا ہے۔ وہ تمام آوازیں جن میں یہ عمل ملن ہو، خروچی کہلاتی ہیں۔“ (۲۸)

## ۲۹۔ EPIGLOTTIS مزمار

”وہ ڈھلک جو کوئی چیز نکلنے وقت ہو کی نلی کو بند کر دیتا ہے، مزمار کہلاتا ہے۔ اعضاء صوتی کی بحث میں اسے خارج کیا جا سکتا ہے کیوں کہ آواز کی مددگی میں اس کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔“ (۲۹)

## ۳۰۔ FAUCAL کنٹھی

”بامحوی GLOTTAL طلق اور صغریٰ

LABIAL آوازوں کے لیے ایک مجموعی اصطلاح۔“ (۳۰)

## ۳۱۔ FLAPED تھپک دار

”جب صوتی عضو (زبان) تلفظ کے وقت ایک قوی تھپک کے کسی آواز کو ادا

کے وہ چسکدار آواز کہلاتی ہے۔ (۵.۳۱)

صفیری

۳۲. FRICATIVE

"وہ آواز جو منہ کے راستے کو تنگ کر کے ایک معمولی رگڑ کے ساتھ اڑ کی جاتی ہو"

صفیری کہلاتی ہے۔ (۵.۳۲)

دیکھیے صفیری

۳۳. FRICTIONAL

اگلا

۳۴. FRONT

"زبان کا وہ حصہ جو زبان کے پیچھے سے تقریباً اڑا ہوا چھٹک چھٹک پھیلا ہوا ہے۔"

(۵.۳۳). نوک زبان کے بعد کا وہ حصہ جو تالو کے اگلے حصے کے مقابل واقع

ہوا ہے۔ (۵.۳۴)

جلوی

۳۵. FRONTAL

زبان کے اگلے حصے یا سخت تالو سے اڑا ہونے والی آوازیں جلوی کہلاتی

ہیں۔ (۵.۳۵)

عمومی فونیٹکس

۳۶. GENERAL PHONETICS

"ان صوتی اجزاء کے اقسام کی تصریح و تبیین کا مطالعہ جو کسی زبان میں علاحدہ

اور جدا جدا حقیقتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ (۵.۳۶)

انتقال سانی

۳۷. GLIDE

"انتقالیہ طور پر ظاہر ہونے والی وہ ذیلی آواز جو ادائیگی کے وقت عضویات

صوتی کے ایک آواز سے دوسری آواز کی طرف منتقل ہونے سے پیدا ہو جاتی

ہے۔ عموماً انتقال سانی ایک خاص مشق کے باوجود، بھی شخوص سے سنائی

دیتی ہے یا سنائی ہی نہیں دیتی۔ (۵.۳۷)

حلقی رگڑ

۳۸. FLUTAL OR TION

صوتی پروں کو کافی حد تک قریب لاکر ہوائے سوز کو روکنے سے جو آواز

پیدا ہوتی ہے اسے حلقی رگڑ کہتے ہیں۔ یہ مسوع نہیں ہوتی کیوں کہ بنیادی

زور PITCH نہ ہونے کی وجہ سے دگر مسو میت سے الگ ہو جاتی ہے  
مسو نہ ہونے کی صورت میں یہ "سرگوشی" کہلائے گی : (۴)

۲۹. GLOTTAL STOP حلقی بندش

"صوتی پر دوں کے بند ہونے، کھینے، یا بند ہونے اور کھینے کے عمل سے یہ  
آوازیں پیدا ہوتی ہیں : (۴)

۳۰. GLOTTALIC حلقیائی

"حلق کی اندرونی بندش کے عمل سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے حلقیائی  
کہتے ہیں : (B.T.)

۳۱. GLOTTALICAPITAL حلقیانا

"حلقیائی دباؤ، تعلقہ : ر جی۔ اگر ہوا کا تھونکا صوتی پردوں  
کے پورے طور پر بند ہونے کے ساتھ ساتھ زبان یا ہوں میں سے کسی مکن  
جگہ پر ر کے قواس طرح پیدا ہونے والی آواز حلقیانا بندش کہلاتی  
ہے : (H.O.)

۳۲. GLOTTISS حلق

"وہ جگہ جو صوتی پردوں کے درمیان واقع ہے : (B.T.)

۳۳. INJECTIVE داخل

"وہ مسو بندش، آوازیں جن کی ادائیگی کے وقت پورا حلق نیچے کی طرف  
حرکت کر کے رقت سی پیدا کرے۔ اسی طرح منہ کے راستے کی بندش  
اچانک تیز ہوا کے تھونکے کے ساتھ باہر کی طرف ہوتی ہے : (H.)

۳۴. LINGUAL درکشیدہ

"اسے حلقیائی کشیدہ بندشی آواز بھی کہتے ہیں۔ منبرہ نیچے ہو سکتا ہے  
اس طرح منہ کے خانے کے اس حصے میں کم ہوتی ہوئی ہوا کو در آسکی ہوا  
سے بھر کر پڑ کر دیا جائے قواس عمل کے ساتھ پیدا ہونے والی بندشی آواز

در کشیدہ آواز کہلاتی ہے : (۴)

درآمدی

INGRESSIVE

-۲۵

"اگر ہوا کے اپنے خانے کے مرکز سے کوئی چیز قوی ہو تو وہ خانے کو بڑھا دیتی ہے۔ اس طرح ایک ادھر را خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر خانے میں کھولنے کا عمل یا منہ یا ناک کے راستے پر ہو تو ہو۔ کا جو رکنا اندر کی طرف کھینچ جاتا ہے اس طرح پیدا ہونے والی آواز درآمدی کہلاتی ہے۔ (۴)

بین دندانہ

INTERDENTAL

-۳۶

"زبان کے گلے میں سے کو دانتوں کے بیچ میں لاکر (س) دراز کرنا راستہ بند نہ ہو) اور کی جانے والی آواز بین دندانہ کہلاتی ہے : (B. 7)

لب دندانہ

LAPIDONTAL

-۳۷

"پچھلے ہونٹ کو دانتوں کے درمیان لاکر جو آواز ادا کی جاتی ہے۔ سے لب دندانہ کہتے ہیں : (B. 7)

لب تالوی

LABIO PALATAL

-۳۸

"یہ آواز لمبی آواز سے معتدل ہے۔ یہ لب دندانہ قسم جیسی اصطلاح کے بجائے ایک غیر بہم اصطلاح ہے جس سے مراد وہ آوازیں ہیں جو لب تالوی تالوی کہلاتی ہیں : (B. 7)

جھری

LARYNGEAL

-۳۹

"حلقی اصطلاح کے مترادف یا ہم معنی ایک اصطلاح : (B) جس سے مراد وہ آواز ہے جو جھری کے منہ کھنپاؤ سے پیدا ہوتی ہے :

جھری

LARYNX

-۵۰

"ایک مخروطی شکل جو ہونٹ تالی کے اوپر واقع ہے : (B. 7)

ضلعی گلداز

LATERAL RESONANCE

-۵۱

"بب نوک زبان سوٹے سے ق کرنا کے درمیان راستے کو بند

کر دے اور ہوا زبان کے دائیں بائیں یا دائیں بائیں دونوں پہلوؤں سے خارج ہو تو اس طرح ادا ہونے والی آواز ضلعی گنگلدار یا پہلوی گنگلدار کہلاتی ہے۔" (B.T.)

#### ۵۲. MIDIO-PALATAL وسط تالوی

"وہ آواز جو ادائیگی کے وقت سخت تالو کے درمیانی حصے سے متعلق ہو، وسط تالوی کہلاتی ہے۔" (B.T.)

#### ۵۳. MEDIAN RESONANCE درمیانی گنگلدار

"وہ آواز جس کی ادائیگی کے وقت منہ کے راستے کا درمیانی حصہ وابہ جاتا ہے۔" (۹)

#### ۵۴. MODIFICATION ترمیم

"ادائیگی کے وقت آوازوں کے بنیادی عناصر میں وقت کی حوالت، نئے کا زور، انحصار کی اپنے خصوصی مقام سے لغزش یا ان کے اپنے بنیادی حرکات میں تضاد وغیرہ کے اضافے سے واقع ہونے والی تبدیلی صوتی ترمیم کہلاتی ہے۔" (۵)

#### ۵۵. MUTTER منمنناہٹ

"ہزوی طور پر حلق کو کھول کر یہ آواز پیدا کی جاتی ہے۔" (۵)۔ "حلق کو جزوی طور پر کھول کر صوتی پروں میں ارتعاش کی کمی کے بموجب اگر زیادہ سے زیادہ ہوا کو بانکسی رکاوٹ کے باہر نکالنے کی کوشش کی جائے تو اس طرح ادائیگی والی نیم مسوج آواز "منمنناہٹ" آواز کہلاتی ہے۔" (B.T.)

#### ۵۶. NASAL RESONANCE انفی گنگلدار

"وہ آواز جو منہ کے راستے کو کہیں نہ کہیں محسوس طور پر بند کر کے ہوا کو ناک کے راستے خارج کرتے ہوئے ادا کی جائے، وہ آواز انفی گنگلدار کہلاتی

## عمومی تلفظ

NORMAL ARTICULATION

۵۷

آوازوں کے تلفظ میں معیار اور طریقہ ادائیگی کا صحیح اور مکمل تناسب عمومی تلفظ کہلاتا ہے۔ (۴)

## اعضائے صوت

ORGAN OF SPEECH

۵۸

آواز کی ادائیگی کے عمل پر اہمیت والے منہ کے تمام حصے اعضائے صوت کہلاتے ہیں؛ جیسے ہرنٹ، زبان، تالو، غشائی پردے وغیرہ۔ (۵)

## تالو یا سخت تالو

PLATE OR HARD PLATE

۵۹

منہ میں بالائی ہڈی کا پلیٹ نما دھت حصہ جو سونے کے بعد شروع ہوتا ہے، اور آوازوں کی ادائیگی کے وقت حرکت نہیں کرتا۔ (۶)

## گھل مکھی یا بلہوی

PHARYNGEAL

۶۰

”وہ آواز جو گھل مکھی یا بلہوی کے تلفظ سے ادا کی جائے بلہوی کہلاتی ہے۔“  
(۷)

## تقویت (صوت کی ادائیگی)

PHONETIC

۶۱

”آواز کی ادائیگی“ (۸)۔ مجموعی طور پر تمام اعضائے صوت کے تلفظ کو تقویت کہتے ہیں۔

## صوتی ابجد

PHONETIC ALPHABET

۶۲

”معیار اور طریقہ ادائیگی کی مناسبت سے ہر آواز کے لیے جامع اور واضح علامت یعنی جس میں ادا ہونے والی ہر آواز کے لیے ایک الگ علامت ہو اور فونیم کی طرح ایک الگ علامت سے منفرد ہو۔“ (۹)

## صوتی توصیف

PHONETIC DESCRIPTION

۶۳

”صوتی تلفظ کی مکمل جامع اور سائنسی تفصیلات کو صوتی توصیف کہتے ہیں۔“

## صوتی عنصر

PHONETIC ELEMENT

۶۴

”آواز کے کلی تلفظ میں ایک قابل بیان حقیقت۔“ (۱۰)

## صوتی علامت

PHONETIC SYMBOL

۶۵

”منفرد آوازوں کے بجائے ایک آواز کے زمرہ کو ظاہر کرنے والی علامت ہے۔“ (B.3)

### فونیات PHONETICS

۶۶

”آوازوں کا ایک سائنٹی فک مطالعہ جس میں سنی کے بجائے آواز کے تلفظ سے بحث ہو۔ اس کو تجرباتی فونیات، عمل فونیات بھی کہتے ہیں۔ عمل صوتیات ہیں آوازوں کا ظاہر سماعتی یا عضویاتی تجزیہ کراتی ہے۔“ (B.3)

### صوتی نقل تلفظ

PHONETIC TRANSCRIPTION ۶۷

”ایک ایسا غیر بہم نظام جس کی علامتوں کے ذریعے تلفظ کو صحیح طور سے ضبط تحریر میں لایا جاسکے۔ اس کے بنیادی اصولوں کے تحت کسی زبان کی صوت کے لیے ایک اور صرف ایک ہی حرف یا علامت مخصوص ہوتی ہے۔“ (B.6)

### عضویاتی

PHYSIOLOGICAL

۶۸

”ہولی جانے والی آواز کی تین بنیادی بخشوں میں سے ایک جو مادی پہلو سے قائل رکھتی ہے یعنی اصوات کے تخریج اور ادائیگی کے وقت مختلف اعضاء کی حرکات و سکنات اس بحث کا موضوع ہیں۔“ (B.6)

### عضویاتی فونیات

PHYSIOLOGICAL PHONETICS

۶۹

”آوازوں کی ادائیگی کے وقت اعضاء صوت کی نفس و حرکت کے مطالعے کو عضویاتی فونیات کہتے ہیں۔“ (B.6)

### بند شنی

PLOSIVE

۷۰

”

”دھکیلیے“

### نوک

POINT

۷۱

”نوک زبان کا سب سے اگلا حصہ۔“ (B.7)

### تخریج

POINT OF ARTICULATION

۷۲

”اعضائے صوت کے حرکت نہ کرنے والے اعضاء کا وہ حصہ جہاں حرکتی اعضاء پہنچ کر یا انھیں چھو کر آوازیں پیدا کرتے ہیں۔ تخریج کہلاتے ہیں۔“ (B.7)

آوازوں کی ادائیگی کے وقت سوچئے، سناو اور حلق کے وہ حصے جن سے ن کر  
بنیادی اعضائے صوت آوازیں پیدا کرتے ہیں؟ (۴)

۷۳. POST DENTAL مابعد دندان

”وہ آواز جو، دہری دانت کے آخری حصے سے کسی دوسرے عضو کے ملنے  
سے پیدا ہوتی ہے“ (۵)

۷۴. POST PALATAL مابعد تالوی

”سنت سناو کے بالکل آخری حصے سے ن کر جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ مابعد  
تالوی کہلاتی ہے“ (۶)

۷۵. PREPALATAL ماقبل تالوی

”سنت سناو کے ابتدائی حصے سے ن کر پیدا ہونے والی سوزما قبل تالوی کہلاتی  
ہے“ (۷)

۷۶. PRIMARY ORGANS بنیادی اعضاء

”چھ ہونٹ اور زبان کے ایسے حصے جو آواز طور پر تلفظ کریں (۸)

۷۷. PRIMARY STRICTURE بنیادی تنگی

”اس کے ذیل میں وہ تمام تلفظی تنگیں شمار کی جاتی ہیں جو منہ کی نلی میں واقع ہوں“

۷۸. PULMONIC منشی

”پھیپھڑوں کی سطح پر اندرونی سندش کے ساتھ جو منشی آوازیں آواہوں وہ

منشی کہلاتی ہیں“ (۹)

۷۹. RESONANCE گنگداز

”جہز میں آواہ ہونے والی وہ آواز جو منہ اور ناک کے استعمال سے بدل جاتی

ہے، گنگداز کہلاتی ہے۔ اس کی ادائیگی کے وقت منہ میں رگڑ یا دوسری

کوئی کیفیت پیدا کرنے کے لیے کھینچاؤ پیدا نہیں کرنا پڑتا“ (۱۰)

۸۰. RETROFLACTION کوزیا نا



• ایسی ادائیگی جو کوز سے تعلق رکھتی ہو: (R. T.)

کوزی

RETROFLEX

۸۱

DORSAL

دبلیے

جڑ

ROOT

۸۲

• زبان کا وہ حصہ جو حلق کی اگلی دیوار کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے: (D)

مُذَوَّر

ROUNDED

۸۳

• وہ آوازیں (خاص کر مصوتے) جو پھونٹوں کو گول کر کے ادا کی جاتی ہیں: (R)

رگڑی

SCRAPING

۸۴

• کسی ایک کے دوسرے سے رگڑنے کے نتیجے میں جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ

رگڑی کہلاتی ہے: (P)

ثانوی تلفظ

SECONDARY ARTICULATION

۸۵

• افنی نلی میں کوئی بھی تلفظ: (P)

ثانوی تنگی

SECONDARY STRICTURE

۸۶

• ثانوی تنگی افنی نلی میں پیدا ہوتی ہے: (P)

نیم مصوتہ

SEMI-VOWEL

۸۷

• ایک غیر کنی مصوتہ جو ادائیگی کے وقت کنی مصوتے کے مقابلے میں زبان

کے ساتھ کو قدرے اونچا رکھتا ہے: (P)

چاک صیفری

SLIT FRICATIVE

۸۸

• وہ صیفری آواز جس کی ادائیگی میں منعمودی طور پر انتھلا اور افنی لحاظ سے

قدرے پھیلا ہوا ہو اور زبان نسبتاً مسطح یا ہموار ہو جیسے انگریزی کے حرف

خ، د، یو، ویو، (P)

نرم تالو یا غشاء

SOFT PALATE

۸۹

• من کا وہ حصہ جو سخت تالو کے بعد نیچے کی طرف واقع ہے۔ یہ عضلاتی اور پرکرت

ہوتا ہے، اور اپنی جگہ سے بڑھ کر انہی راستے کو بند کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔  
(۴)

SONANTS جہری یا صدادار آوازیں

۹۰

”آوازوں کا ایک ایسا گروہ جو رکنی اور غیر رکنی دونوں جہتیں رکھتا ہو جیسے (ل، م، ن، و، ی، ر، ڈ، ڈھ، ۵، ۶)۔“

تشنی تلفظ

SPOSHODIC ARTICULATION

۹۱

”آواز کی ایک ایسی قسم جو غیر اختیاری حرکت سے اچانک پیدا ہو جائے۔ ادائیگی کے لحاظ سے کھانسی، چھینک، ہچک، آدوغ، قبغہ، ڈکار جیسی آوازیں اس ضمن میں شمار کی جاسکتی ہیں۔۔۔ کھٹک دار آوازیں بھی ایک خود کار تکراری عنصر رکھتی ہیں لیکن ان کا آغاز تشنی نہیں ہوتا۔“ (۵)

تکلی صوت

SPEECH SOUND

۹۲

”ایک صوت کو تکلم (آواز) سے الگ کرنے کے لیے کوئی درجہ اصول نہیں ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ صوت ایک سے کم قطع (۱) سے وجود میں نہیں آتا اور ذہنی وہ زبانوں میں تصویروں یا ان کی ذیلی شکلوں میں ترتیب پانے والی آوازوں سے جدا کوئی چیز ہوتا ہے۔“ (۶)

مربع قوسین ( )

SQUARE BRACKET

۹۳

”مربع قوسوں کے گرد اس کا، ستوں کو جا سکتا ہے۔“ (۷)

بند تشنی

۹۴

”ایسی تمام تکلی آوازیں جن کی ادائیگی کے وقت مطلق اور غیر مطلق بندش پورے طور پر عمل پذیر ہو بندش آوازیں کہلاتی ہیں۔“ (۸)

تکلی

STRICTURE

۹۵

”ہوا کے راستے کی جردی یا سکند بندش کو تنگی کہتے ہیں۔“ (۹)

رکنی

SYLABIC

۹۶

”پڑھائی چوٹیاں بنانے والی آوازوں کو رکنی کہتے ہیں۔ (۱۰، ۱۱)۔ وہ قطع

جو تلفظ کے وقت رکن میں زیادہ پر صدادی ہو رکنی کہلاتا ہے۔ دوسری صورت میں رکن کے مزید قسطے غیر رکنی کہلاتے ہیں: (۴)

رکن

۹۷

”آوازوں کے ایک سلسلے میں جتنی رکنی آوازیں ہوتی ہیں اتنے ہی رکن شمار کیے جاتے ہیں: (۵)

SYMBOL علامت

۹۸

”نشانات یا نشانات کے وہ گروپ جو صوتی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہوں: (۵.۶)۔

TEETHRIDGE سسورٹس

۹۹

”منہ کی پھٹ کا بالکل اٹھا سحر جو زبان کے اگلے حصے کے مقابل قدرے اوپر اونچ ہے اور جو اوپری دانت کی پشت سے منہ کے متفرق شروع ہونے تک پھیلا ہوا ہے: (۴)

TENSE کشیدہ

۱۰۰

”پیشوں کے کھینچا دے منہ کی دیواروں کی اکڑن اس کا باعث ہوتی ہے اس میں انگریزی کے /ای، اے، او، اد/ موسوئے شمار کیے جاسکتے ہیں: (۵.۳)۔

سوکھی تلفظ

TERTIARY ARTICULATION

۱۰۱

”مرفشانی پر دوں کے حلق میں کوئی بھی تلفظ جس میں کوئی شامل نہ ہو: (۴)

TONGUE FLAP زبان پھپکی

۱۰۲

”زبان کی تیزی سے صرف ایک بار حرکت کرنے کو زبان پھپکی کہتے ہیں: (۵.۱)۔

سوکھی تنگی

TERTIARY STRICTURE

۱۰۳

”جو جھری تنگی میں ممکن ہوتی ہے: (۵.۲)

نقل الفاظ

TRANSLITERATION

۱۰۴

”دوسرے خطوں میں لکھی ہوئی زبانوں کے رومن خط میں لکھے جانے کے عمل کو نقل الفاظ کہتے ہیں۔ آج کل نقل تلفظ کے بجائے نقل الفاظ کا عام رواج ہے جہاں آوازوں کے صحیح تلفظ کے لیے کوئی مقررہ علامتیں نہیں ہوتیں: (۵.۴)۔

۱.۵۔ **TRILL** لہردار  
 "تلفظ کی ایک قسم جس کے ذریعے آواز کی ادائیگی کے وقت منہ میں ہوائے گزرتے ہوئے جھونکے کے ساتھ لپک دار عضویں تیزی سے ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔"  
 (B. F.)

۱.۶۔ **UVULA** گویا لہات  
 "ایک چھوٹا کافی چمک دار عضو جو نرم تالو کے بالکل آخر میں نیچے کی طرف نکلا ہوا ہے۔"  
 (B. F.)

۱.۷۔ **VELARIC** غشائی  
 "اندرونی بندش والی آوازیں جو نرم تالو اور زبان کی جڑ کے عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔"  
 (B. F.)

۱.۸۔ **VIBRATION** غشائیاں  
 "زبان کی جڑ سے غشائی طرف اٹھنے کے عمل کو غشائیاں کہتے ہیں (B. F.)"

۱.۹۔ **VOCAL ORGANS** اعضائے صوتی  
 "صوتائے میں عضویات کا ہر ایک حصہ یا ان میں سے کوئی ایک حصہ جو ادائیگی کے وقت آزادانہ عمل میں رہے۔ عضو صوتی کہلاتا ہے۔" (B.)

۱.۱۰۔ **VOCAL APPARATUS** صوتی آلہ  
 "مجموعی طور پر اعضائے صوت اور ان کے تمام حصے۔" (B.)

۱.۱۱۔ **VOCOID** وو کوئڈ  
 "ایک آواز جس کی ادائیگی کے وقت ہوا زبان کے درمیان سے اس طرح گزرتی ہے کہ منہ میں کوئی رگڑ پیدا نہ ہو۔ ایسی تمام آوازیں مکی صورت میں مصوتے ہو سکتی ہیں جب وہ رگڑی چوٹیاں بنائیں۔ دوسری صورت میں وہ میرگنی یا غیر مصوتی کہلائیں گی یہاں یہ بات غلط ہے کہ کسٹوئڈ۔ وو کوئڈ تقسیم کا نام آوازوں پر ملحق ہو ہو سکتا ہے مگر مصوتہ، مصوتہ تقسیم کا اطلاق ممکن نہیں ہے جب تک کہ مصوتوں اور مصوتوں کو رگڑی کسٹوئڈ یا میرگنی وو کوئڈ میں شامل نہ کیا جائے۔" (F.)

صوتی پردے یا فنشائی پردے۔

VOCAL CORDS - ۱۱۲

”یہ دو چمک دار باریک پردوں کی شکل میں حنجرہ میں واقع ہیں۔ بہت سی خوبیوں میں سے ان کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ اپنے عمل کو سبک سے سبک توڑ بن سکتے ہیں۔ ان کو صوتی پٹیاں بھی کہتے ہیں۔ (۵)

مسیحیت

VOICEING - ۱۱۳

”ایک ارتعاشی لہر جو صوتی پردوں میں پیدا ہو کر آواز کو سکون دیتی ہے۔ (۶)

- S. I. Black and Treger "An out line to Linguistic Analysis"
- S. F. Bloomfield "Language"
- C. Gleason "An Introduction to Descriptive Linguistics"
- H. S. Jeffery "General Phonetics"
- J. Jones "Freading in Linguistics"
- P. Pike "Phonetics"
- T. Treger "General Phonetics"
- H. Hockett "A course to Modern Linguistics"
- M. Ward "English Phonetics"
- B. Black "Phonetics"

# اُردو تعلیم و تدریس کے مسائل

اُردو ہندوستان کی چند اہم زبانوں میں سے ایک ہے۔ اسے دوسری زبانوں پر اس لیے بھی فوقیت حاصل ہے کہ یہ ہندوستان کے تقریباً ہر لسانی خطے میں کسی نہ کسی شکل میں بولی اور پڑھی جاتی ہے۔ ہمیشہ مجموعی اردو سے متعلق ہندوستان کی آبادی کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے گروہ میں وہ لوگ آتے ہیں جو اردو کو ماوری زبان کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں، ان کی تعداد کروڑوں میں ہے جو ہندوستان کے شمالی، جنوبی، مشرقی اور مغربی ریاستوں میں شھوٹا، تقریباً ہندوستان، بہار، بنگال، مدھیہ پردیش، راجستھان، مہاراشٹر، آندھرا پردیش، ہریانہ، کرناٹک اور گجرات کے بیشتر علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دوسرا حصہ ایسے لوگوں کا ہے جن کی ماوری زبان تو کچھ اور ہے لیکن پہلی یا دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے وہ اردو سے جڑے ہوئے ہیں، مثلاً جموں و کشمیر، جہلم، ہندوستان، بہار، پنجاب، ہریانہ، بنگال اور آندھرا پردیش کے لوگ۔ تیسرے گروپ میں ان لوگوں کو شمار کیا جاسکتا ہے جو اپنی خاندانی روایت کی بنا پر مشرق یا پیشے کی خاطر یا اپنی کسی علمی ضرورت کی وجہ سے اردو زبان و ادب سے متعلق ہیں۔

## اردو تعلیم و تدریس کی کمزوریاں اور خامیاں

اس پس منظر میں اردو زبان کی تعلیم و تدریس کے مسائل کو دیکھنا چاہیے۔ اردو تعلیم و تدریس کا مسئلہ گزروں ہندوستانیوں کا مسئلہ ہے جسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان میں ہزاروں مائذ سے اوپر سکولوں و کالج ایسے ہیں جہاں کسی نہ کسی شکل میں اردو سکھائی اور پڑھائی جاتی ہے۔ ان مائذوں، اسکولوں اور کالجوں میں پست کم ایسے ہیں جن کی حیثیت سرکاری یا نیم سرکاری ہے اور زیادہ تر ذاتی ہیں۔ ان میں اکثریت ایسی درس گاہوں کی ہے جہاں اردو کی تعلیم و تدریس کا کوئی مستقل انتظام نہیں ہے۔ اردو کے اساتذہ جدید ٹیک سے تادانت ہیں بلکہ زبان سکھانے کی تربیت تک سے محروم ہیں جو زبان کی خصوصیات ابتدائی تعلیم کے لیے بے حد ضروری ہے۔ طالب علموں کے زبان سیکھنے کے ساتھ اور دینی چیزوں کو مد نظر رکھ کر کلاس کی درجہ بندی نہیں کی جاتی۔ یہاں تلفظ کی مشقوں کے لیے صوتی عمل گاہوں کا استعمال درحقیقت ابھری آمد و کا ہمارے یہاں کوئی تصور نہیں ہے۔ ہم نے حسب ضرورت اردو کی بنیادی لغات مرتب نہیں کی ہیں۔ جو زبان کے طالب علموں کی میسر کیا جاتی ہیں۔ زبان سیکھنے اور سکھانے کے جدید اور سائنسی تکنیکی کارروائیوں سے ہم لاعلم ہیں۔ زبان کی تعلیم و تدریس میں ہمارے یہاں سب سے بڑی کمی غیر معیاری، نامکمل اور روایتی نصابوں کا ہونا ہے۔ دوسری زبان کی حیثیت سے اردو پڑھانے اور پڑھنے کے نصاب تو ہمارے سے ملتے ہی نہیں تاہم پہلی زبان یا مادری زبان دانوں کے لیے جو نصاب میں ان کی ترتیب و تقسیم غیر سائنسی ٹیک ہے۔ صحت مند نصاب کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ ایک مخصوص وقت میں ہم طالب علم کو زبان سے متعلق جو کچھ دینا چاہتے ہیں، وہ اس تک صحیح سلامت پہنچ جائے لیکن ہمارے یہاں صورت یہ ہے کہ زبان سیکھنے کے بجائے طالب علم بچے اور تلفظ کی غلطیاں سکھاتا ہے۔ قواعد اور لغت کے استعمال کا شعور اس میں پیدا نہیں ہو پاتا۔ اس کی ذمہ داری استاد اور اس کے پڑھانے کے وقت کار سے زیادہ نصابوں پر ہے۔ نصاب

جتنا صحت مند اور میاری ہو گا ہم اتنے ہی میاری اور صحت مند زبان طالب علم تک پہنچا سکیں گے۔

## اردو تعلیم و تدریس کے مسائل کا حل

روڈ زبان کی تعلیم و تدریس کے مسائل اردو سیکھنے والے اُن میں گردنوں سے جھبے ہوئے ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر ہوا ہے یعنی مادری زبان اور دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے اردو کی تعلیم و تدریس۔ مادری زبان کی حیثیت سے تمام اردو سیکھنے والوں کے مسائل تقریباً یکساں ہوتے ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ایسے میاری نصاب ترتیب دیے جائیں جن میں بڑی حد تک یکسانیت ہو۔ اردو کے استادوں کو زبان پڑھانے کی باقاعدہ تربیت دلائی جائے۔ زبان سکھاتے وقت ایسے طریق کاروں کو بروئے کار لائے جو زبان کی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کو کم سے کم وقفے میں سیکھنے والوں تک پہنچا دیں۔ اردو تعلیم و تدریس میں محلی و بصری امداد کا بھی استعمال کیا جانا چاہیے۔ مادری زبان والوں کے سامنے بنیادی مسئلہ اپنی زبان لکھنے اور پڑھنے کا ہوتا ہے۔ اس لیے رسم خط سکھانے کے لیے سائنٹی فک اصول وضع ہونے چاہئیں جن کی مدد سے اعلیٰ غلطیوں پر قابو پایا جاسکے۔ اگر بات تعلیم بالغان کی ہے تو زبان سکھانے کے مسائل کی نوعیت محمودی مختلف ہوگی۔ فرق ہیں ٹیوٹر رکھنا چاہیے کیوں کہ بچوں اور بڑوں کے سیکھنے کے عمل میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ تعلیم بالغان کے لیے ہمارے نصاب الگ ہوں گے۔ زبان سکھانے کے طریق کار مختلف ہوں گے اور اساتذہ کی تربیت میں فرق ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ طالب علم کیا اور کتنا سیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے پاس زبان سیکھنے کے لیے وقت کتنا ہے کیوں کہ انہی کے مطابق تعلیم و تدریس کے پروگرام ترتیب دینے ہوں گے۔ کوئس تیار کرنے ہوں گے۔ اور زبان سکھاتے وقت ان چیزوں پر توجہ دینی ہوگی جو طالب علم سکھنا چاہتا ہے۔

دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے روڈ زبان کی تعلیم و تدریس کے وقت ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ یہاں دو اہم سوال اٹھتے ہیں یعنی زبان کون سکھ رہا ہے ؟



اور کیوں سیکھ رہا ہے۔ ان "کون" اور "کیوں" کے گرد ہماری تعلیم و تدریس کے مسائل گھومتے ہیں جن کا حق ان سوالوں میں ہی ڈھونڈا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر "کون" کو کیسے لکھے۔ اگر اردو سیکھنے والے کی مادری زبان بنگالی ہے تو اس کے مسائل ہندی مادری زبان والے سے مختلف ہوں گے۔ یہی صورت ایک یورپی اور کشمیری اردو سیکھنے والے کے درمیان میں ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اردو سیکھنے والا تعلیم یافتہ ہے یا جاہل؟ اور اس کی عمر کیا ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جواب اردو کی تعلیم و تدریس سے پہلے نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کیوں کہ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے مطابق ہمیں کلاس کی درجہ بندی کرنی ہوگی ایسے فضا پر فراہم کرنا ہوں گے جو ان فرق کو ملحوظ رکھ کر مرتب کیے گئے ہوں۔ اس طرح کلاس روم کی بہت سی پریشانیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے مثلاً اگر ہم ہندی، ملیالم اور روسی بولنے والوں کو یہ سوچ کر ایک ہی کلاس میں متحد دیں کہ یہ طالب علم دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے اردو سیکھنا چاہتے ہیں تو کلاس کا تناسب بگڑ جائے گا کیوں کہ ساخت کے اعتبار سے اردو اور ہندی ایک دوسرے کے قریب ہونے کی وجہ سے ہندی مادری زبان والے کا اردو سیکھنے وقت بنیادی مسئلہ زبان چمکنے اور لکھنے کا ہوتا ہے جب کہ ملیالم اور روسی طالب علموں کو پڑھنا، بولنا، لکھنا، سمجھنا، اردو میں اظہار خیال کرنا غرض سب ہی کچھ سیکھنا ہوتا ہے۔ زبان سیکھنے وقت سیکھنے والے کی مادری زبان کی مدد بھی ایک مسئلہ ہوتی ہے جس کے لیے زبان کے استاد کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

زبان کی تعلیم و تدریس میں "کیوں" سوال کا حل بھی نہیں ڈھونڈنا چاہیے۔ یعنی زبان سیکھنے کا خواہش مند اردو کیوں سیکھ رہا ہے۔ اکثر طالب علموں کے زبان سیکھنے کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں، کچھ لوگ محض بول چال کی مدد تک زبان سیکھنا چاہتے ہیں، بعض صرف اخبار پڑھ لینے کے لیے زبان سیکھتے ہیں۔ ایسے امیدوار بھی ہوتے ہیں جو کاروباری معاملات کے لیے زبان جانتا چاہتے ہیں۔ طالب علم کی زبان و ادب پر دست ریس حاصل کرنے کی خواہش ہو سکتی ہے۔ بعض لوگ شاید ایسے مجبور جائیں جو مستقبل میں زبان کے استاد بننے کا پروگرام بنائے بیٹھے ہوں۔ ظاہر ہے ان مختلف مقاصد کو

اردو پڑھنے والوں کو ایک کلاس میں نہیں بٹھایا جاسکتا اور نہ ہی کسی ایک نصاب سے ان کی ضرورت کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ان مقاصد کی روشنی میں ہیں اردو کی تعلیم و تدریس کے الگ الگ نصاب تیار کرنا ہوں گے۔ زبان سکھانے کے جدید سائنسی فنک طریق کاروں کو مناسب ضرورت الگ الگ استعمال کرنا ہوگا۔ تلفظ، قواعد، لفظ و معنی اور اسلوب کو الگ الگ تھیں تیار کرنی ہوں گی جن کی مدد سے طالب علم زبان کی ساخت و اسلوب سے متعلق اچھی کمزور یا دور کر سکیں۔ اگر ہم طالب علم کی مادری زبان میں اردو پڑھانا اور سکھانا چاہتے ہیں جو بڑا موثر طریقہ ہے تو تعلیم و تدریس کے تمام لوازمات کو اس کی زبان میں منتقل کرنا ہوگا۔ دوسری صورت میں کم سے کم سیکھنے والے کی مادری زبان میں اردو کے بنیادی الفاظ کی ذوق لسانی لغت اسے ضرور دینا کرنی چاہیے۔ سبھی درجہ اولیٰ کی غرض سے ایسے سہل و سادہ کیسٹ، تصاویر اور ویڈیو فلم ہمارے پاس ہونی چاہیے جسے زبان سکھانے میں برصغیر کار لایا جاسکے۔ آج کے عہد میں زبان کی تعلیم و تدریس میں ان چیزوں کا استعمال ناگزیر ہو گیا ہے۔

## اردو تعلیم و تدریس کو معیاری بنانے سے متعلق چند اہم تجاویز

زبان کی تعلیم و تدریس کے اس وقت اردو کے سامنے متعدد ایسے بنیادی مسائل ہیں، جن پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا کہ ہمارے پاس اردو اساتذہ کی تربیت کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے۔ ہم ایسے جدید اصولوں (مذکورہ بالا) سے ناواقف ہیں جن کی مدد سے زیادہ موثر اور سائنسی فنک طریقے سے زبان سکھائی جاسکتی ہے۔ ہم جدید اور معیاری نصابوں کی کمی کو بھی محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے پاس اسے بنیادی وسائل کی جو زبان سیکھنے اور سکھانے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں کمی ہے۔ سرکاری، پرائیوٹ، میسرور بعض دوسرے اداروں، درباری و سرکاری نے اپنی اپنی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان باتوں کی طرف توجہ دی ہے۔ اس طرح چند ہم چھری سامنے آئی ہیں لیکن وہ نا کافی ہیں۔ اردو کی تعلیم و تدریس میں باقاعدگی لانے اور اسے موثر بنانے کے لیے

ضروری ہے کہ پڑھانے کے طریق کاروں، موجودہ نصابوں اور مختلف مدرسوں کا ہوں جن کو مدرسوں کی سہولتیں مہیا ہیں، ان کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور ہماری تعلیم و تدریس میں جو خامیاں اور کمزوریاں ہیں ان کو جدید اور سائنسی فکر، اصولوں، ضابطوں، معیاروں اور طریق کاروں کی روشنی میں درست کیا جائے۔ اس سلسلے میں چند تجاویز ذیل میں پیش کی جاتی ہیں، جن پر تنبیہ کی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ اردو کے میاری نصابوں کی تیاری: اردو، ہندی اور انگریزی کے ذریعے

اردو کی تعلیم و تدریس کے ایسے نصاب مرتب کیے جائیں جن میں ”کون“ اور ”کیوں“ کی تمام نواقص و درجہ بندیوں کو ملحوظ رکھا جائے یہاں ”کون“ اور ”کیوں“ کی بحث تفصیل سے گزشتہ سطروں میں آچکی ہے، تعلیم بالغات اور خط و کتابت کے ذریعے اردو کی تعلیم کے نصاب میں مرتب ہونے چاہیے۔ یہ ایسی ضرورت ہے جسے آج کے زمانے میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ رسم خط و لکھنے کے موثر طریقے دیکھ ہونے چاہیے جو حروف، افطوں میں ان کی بدلتی ہوئی شکلوں اور جوڑوں کی زمرن و وضاحت کر سکیں بلکہ مختلف آوازوں کے لیے ایک حرف اور ایک آواز کے لیے کئی حرفوں کے مسائل بھی حل کر سکیں۔

۲۔ اردو اساتذہ کی تربیت: اردو کے استاد جو ذمہ داریاں نبھانے ہیں، انہی

کے مطابق ان کی تربیت ہونی چاہیے۔ معادری زبان و ادب کے مقابلے میں دوسری زبان کی حیثیت سے اردو پڑھانے کی ذمہ داریاں مختلف ہوتی ہیں۔ اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے کب کہاں اور کیا پڑھانا ہے اور کیسے پڑھانا ہے اس کی ٹریننگ بہ حد ضروری ہے۔ ٹریننگ کے سلسلے میں کچھ نئی دھنداریاں سامنے آ سکتی ہیں مثلاً مستقبل قریب میں اردو کا استاد بننے والے کے پاس وقت کا کوئی مسئلہ نہیں لیکن اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اردو اساتذہ کا ٹریننگ کے لئے وقت نکالنا ایک مسئلہ بن سکتا ہے۔ جو اساتذہ باقاعدہ ٹریننگ لینے کی حالت میں نہیں ہیں، انہیں ٹریننگ بڑے خطا و کتابت کی حد سے دور کیا جاسکتا ہے۔ بعد میں جائزہ چھ ہفتے کے لیے

انہیں DEMONSTRATION کے لیے کسی ایک جگہ اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں ان کے اخراجات کی سہولتیں مہیا ہوتی چاہئیں۔

### ۳۔ زبان کی تعلیم و تدریس کے بنیادی وسائل:

زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے ضرورت ہے کہ استاد زبان کی ساخت اور اس کی تمام باتچوں اور جملہ گروں سے واقف ہو۔ بد قسمتی سے ہمارے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو اس ضرورت کو پورا کر سکے۔ اس لیے اردو کی توضیحی قواعد مرتب ہونی چاہیے۔ اردو کے تلفظ پر بھی کوئی کام نہیں جو ابھی ہو سکتا ہے۔ اردو کی روڈز کے بول چال اور عام فہم الفاظ کی مدد سے دنیا کی ہم زبانوں کو سکھانے کے لیے ایسی ذولسانی لغات مرتب ہونی چاہئیں جنہیں ہم سب ضرورت اردو دیکھنے والے طالب علموں کو مہیا کر سکیں۔ اردو کی بنیادی نثر ہنگ بھی تیار ہونی چاہیے جو زبان سیکھنے والوں کے لیے معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسے ماہ واری اور سہ ماہی جریدے کی بھی ضرورت ہے جو کس طور پر اردو تعلیم و تدریس کے مسائل پر بحث ہو اس طرح زبان سیکھنے اور سکھانے کے جدید اور نئے تجربوں، تجزیوں اور تحقیقات وغیرہ کو ہم اپنے اردو کے استادوں تک پہنچا سکتے ہیں۔

### ۴۔ سمعی و بصری امداد:

ذیل کتابوں اور ذولسانی لغات کی طرح سمعی و بصری امداد بھی تعلیم و تدریس کا اہم حصہ ہوتی ہیں۔ ایک حد تک یہ بھی صحیح ہے کہ جہاں لٹریچر اور لغت کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ وہاں سمعی و بصری وسائل سے زبان سکھانے میں مدد لی جاسکتی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ نقشے، تصاویر، چارٹس، سلائیڈس، کیبیسٹس اور ویڈیو فلم وغیرہ کو استعمال میں لایا جائے۔ اس طرح ہم تلفظ، لہجہ، الفاظ کے معانی و مطالب، اسلوب، بات کرنے میں چہرے کے اظہار، چہرہ اور بول چال کو زبان کی فطری مادوں اور دوسری نذرانوں کو بخوبی سیکھنے والے تک پہنچا سکتے ہیں۔

## ۵۔ صوتی عمل گاہ کا قیام :

دوسری زبان کی حیثیت سے اردو کی تعلیم و تدریس میں صوتی عمل گاہ کا تصور ناگزیر ہے۔ اس کی مدد سے تلفظ اور لہجے کے نازک سے نازک فرق کو طالب علم تک پہنچایا جاسکتا ہے اور وہ مادری زبان والوں کی طرح زبان پر قدرت حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے اردو کی صوتی عمل گاہوں کے قیام کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیے۔

اں تجا ویز پر عمل درآمد مشکل ضرور ہے لیکن اردو تعلیم و تدریس کی جدید کاری اور اسے سائنٹیفک بنانے کے لیے ہمیں یہ تجویز قبول کرنا ہوگا۔ اس کے لیے مختلف بورڈوں اور کمیٹیوں کی سفارشات، اردو مدرسوں اور ٹریننگ انسٹی ٹیوشن کے قیام اور زبان سکولز کی نئی ٹیک نیکوں کو بروئے کار لاکر ہم اپنی ان ذمہ داریاں بخوبی نبھاسکتے ہیں۔

# اُردو سیکھانے کا طریقِ کار

(دوسری زبان کی حیثیت سے)

موجودہ بحث کا مقصد اُن مسائل پر روشنی ڈالنا ہے جو دوسری زبان کی حیثیت سے اُردو سیکھاتے وقت ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ اس موضوع پر اگر غور کیا جائے تو کتنی ہی ایسی باتیں سامنے آئیں گی جن پر اب تک باقاعدہ سوچنے اور عمل کرنے سے ہم قاصر رہے ہیں۔ آج جبکہ زبان سیکھانے کے نئے نئے طریقہ کار سامنے آ رہے ہیں اور پڑھانے کے عمل کو زیادہ سے زیادہ سہل، موثر اور سائنٹیفک بنانے کی کوششیں چورہی ہیں، ہمارے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم بھی اس طرف توجہ دیں اور زبان سیکھانے کی نئی ٹیکنیکوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس مضمون میں جن باتوں کا ذکر ہے وہ اُردو سیکھنے والوں اور سیکھانے والوں دونوں سے متعلق ہیں۔ یہاں اُن مسائل کو بھی پھیرا گیا ہے جو زبان سیکھانے کے طریق کار کے گرد بکھرے ہوئے ہیں ساتھ ہی وہ مسائل بھی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں جن کے بغیر ہم اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ آخر میں مثنیٰ کرانے اور مطاب علموں کی ملا جلیوں کو جانچنے کے موثر طریقوں کا بھی جائزہ دیا گیا ہے۔

موجودہ ہم نے کو اردو سیکھنے والوں سے شروع کیا جا سکتا ہے۔ یہ پہلی پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ سیکھنے والوں سے متعلق ان کی سماجی سیاسی مہاشائی، علمی، ادبی یا مذہبی کسی بھی ایسی فرض کو کہہ دینا چاہیے جس کے تحت وہ زبان سیکھ رہے ہیں کیوں کہ اس بنیاد پر ہی کلاس کی سطح و درجہ طے ملے گی۔ اس طرح یہ طے کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے کہ کس کو کیا اکت، اور کیسے پڑھانا ہے دوسری اہم چیز طالب علم کی عمر، استعداد، مروجہ نفسیات، رحمان اور سائنسی و تہذیبی پس منظر سے واقف ہونا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کو سامنے رکھ کر استاد اپنی ذمہ داریوں کی پہچان سکتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ طالب علم کی مادری زبان کیا ہے؟ اس سے نہ صرف سیکھنے جانے والی زبان کی ساخت سمجھانے میں مدد ملتی ہے بلکہ ”مداخلت“ جیسے اہم مسئلے کو بھی سمجھا جاتا ہے۔ کیوں کہ دوسری زبان سیکھتے وقت اکثر طالب علم شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی مادری زبان کے اثرات کو قبول کرنے لگتا ہے۔

زبان سکھاتے وقت بڑے مسائل ”کیا“، ”کتن“، ”جب“ اور ”کیسے“ جیسے سوالوں کے گرد گھومتے رہیں۔ یعنی نہ علم کو کیا پڑھا جائے؟ کب پڑھا جائے؟ اور کیسے پڑھا جائے؟ اگر طالب علم ادب پر دسترس حاصل کرنے کے لیے زبان سیکھ رہا ہے تو یہ ضروری ہے کہ اردو زبان کی ساخت، اسلوب، مزاج اور تہذیبی پس منظر کے علاوہ اس کی فرہنگ، محاورے، اشعار کی زبان وغیرہ جیسی ادب سے متعلق تمام بنیادی باتوں پر اس طرح روشنی ڈالنی ہوگی کہ اردو ادب کی کوئی تصویر سامنے آجائے۔ ظاہر ہے کہ ہم چاروں سے ادب کو مختلف نقطہ نگاہ سے پڑھا سکتے ہیں۔ یعنی زبان کی ان نمائندہ تحریروں کو دیکھنا ہوگا جو ان تمام باتوں کا عطا کر سکیں۔ اس طرح ہم ”کتنے“ کا جواب پاسکیں گے۔ اب سوں یہ پیدا ہوتا ہے کہ پڑھانے کے لیے جو مواد انصافی شکل میں ہم نے تیار کیا ہے، اسے کب یعنی کس ترتیب سے پڑھایا جائے؟ یہاں پڑھانے جانے والے مواد کو باقاعدہ تقسیم کرنا ہوگا اور یہ خیال رکھنا ہوگا کہ ہر صورت میں طالب علم کی دلچسپی برقرار رہے۔ آخری مسئلہ ”کیسے“ یعنی طریق کار کا ہے۔ ہمارے پاس کتنے ہی طریقہ کار ہیں لیکن میں اپنی تجویزوں کی بنیاد پر طریق کار کا انتخاب کرنا ہوتا ہوں اور اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ اس طریق کار کے ذریعے کم سے کم مدت میں طالب علم کی زیادہ سے زیادہ ضرورت

پوری کی جائے۔

جہاں تک اردو کے استاد کا تعلق ہے اسے ہر اعتبار سے مکمل ہونا چاہیئے۔ اگر وہ اردو کے بھلے کسی اور زبان کا بولنے والا ہے تو اسے مادری زبان کی طرح اردو پر بھی عبور ہونا چاہیئے۔ اردو سیکھنے والے کی مادری زبان سے بھی اس کی کسی قدر واقفیت ضروری ہے۔ فرض لیجئے پیشے سے متعلق جتنی زبانیں ہیں ان کا صحیح تلفظ مسخوٹوں پر گہری نظر فرہنگوں پر قدرت اور طنز و شاعری کے اسلوب کی نزاکتوں سے اس کی واقفیت ناگزیر ہے۔ یہ بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ زبان کے استاد کو لسانیات کے علم سے بھی واقف ہونا چاہیئے تاکہ وہ نہ صرف خود زبان کی ساخت کی ایجاد کیسے کو سمجھ سکے بلکہ ان مسائل پر بھی غور کر سکے جو زبان سیکھنے والے طالب علموں کے سامنے آ سکتے ہیں۔ لسانیات میں اردو اور اس کی بولیوں کے فرق کو سمجھانے میں بھی بڑی مدد دیتی ہے۔ اس علم کے بغیر زبان کی ابتدا و ارتقا اور دوسری زبانوں سے اس کے اشتقاق کو نہ تو صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی سمجھایا جاسکتا ہے۔ استاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اردو بولنے والوں کے تہذیبی مشربوں سے بھی واقف ہو تاکہ اردو دنیا کے عقائد، خیالات، نفسیات، روایات اور دوسری قدر لہجوں کو طالب علموں تک پہنچا کر زبان کے مزاج کو سمجھایا جاسکے۔ استاد کا تجربے کار ہونا بھی شرط ہے۔ کیوں کہ زبان پڑھانے وقت ذاتی تجربوں کا خاصا دخل رہتا ہے۔

( اردو سیکھتے وقت اگر ہم بعض امور کو مدنظر رکھیں تو ہم بہتے مفید زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ہمیں "سنوٹنے"، "بلوٹنے"، "پڑھوٹنے" اور "پڑھوٹنے" کے تحت کام کرنا چاہیئے۔ دوسرے جہاں تک ممکن ہو طالب علموں کو مکالمے کی شکل میں زبان کے بنیادی جملے یاد کرانے چاہئیں۔ بنیادی جملوں کا انتخاب عام فہم مصرعوں، سوال و جواب یا گزارش پر مبنی کلموں سے ہونا چاہیئے۔ بعد میں قواعد کی عناصر جیسے، جزائے ترکیبی، الفاظ کی تشکیک، ساختوں وغیرہ کو الگ پیر کر ممکن جملوں کے ساتھ متدرج کرنا چاہیئے۔ پھر ان میں مزید ذیلی عناصر جو ذکر کام کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے) زبان ہمیشہ ویسی ہی سکھائی جائے جیسی وہ ہے ذکر جیسا اسے ہونا چاہیئے۔ اردو کا مورتی نظام قدر سے پیچیدہ ہے اس لیے اس



کی وضاحت نقل، تضاد اور کڑی مشق کے ذریعے ہو تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اس ضمن میں یہ بھی ضروری ہے کہ طالب علم جب آوازوں کے نمونہ اور طریقہ اور ٹپکی کو سمجھ رہا ہو تو اس پر الفاظ ساخت و دونوں کا بار کم سے کم ڈالا جائے۔ ساخت سکھاتے وقت طالب علم کو محاسن اور محسوس مشق کے لیے تیار رکھنا چاہیے کیوں کہ مادی اور دوسری زبان کے درمیان تفریق کی بنیاد پڑھتے ہی ”مدخلت“ کے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رسم خط سکھانے کی ضرورت پہلے اصوات کے اُن نمونہ و حروف سے کرنا چاہیے جو دوسروں کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ آسان ہوں۔ زبان سکھاتے وقت مشق پرغاس تو ہم کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں فرانز نے تو یہاں تک کہ وہ یہ ہے کہ زبان سکھانے کا وہ فی صد وقت شعروں پر صرف ہونا چاہیے اور باقی دوسرے کاموں پر۔ الفاظ کے معنی سمجھاتے وقت سیاق و سباق کو ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ زبان سکھانے کے لیے سب سے سازگار جگہ وہ مقام ہے جہاں زبان بولی جاتی ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ فضا اور ماحول تصویریں، تحریریں، نقشوں اور خاکوں کی مدد سے کلاس میں پیدا کیے جاسکتے ہیں لیکن تلفظ اور بے پرکاش حاصل کرنے کے لیے یہ صورت اردو والوں کے رابط میں طالب علم کو رہنا ہی پڑے گا۔ سکھانے کے عمل میں اگر موتی سمجھو کو ٹپ نظر رکھ جائے تو غلطیوں کی بہت کم گنجائش رہتی ہے۔ اس صورت میں اردو رسم خط بعد میں سکھایا جاسکتا ہے۔

مواد سے مشق ایک بات یہ اور کی جاسکتی ہے کہ اسے صحت مند اور کارآمد بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سسے چھوٹے چھوٹے پس حصوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ ان حصوں کو یکے بعد دیگرے اس طرح طالب علم کے سامنے لانا چاہیے کہ وہ کم سے کم غلطیاں کرے اور اس کی دلچسپیاں ہر وقت رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ چھوٹا یا باریک ہے، مفید نہیں ہوگا اگر اس کی مناسب تقسیم نہیں ہوگی۔ مواد کو دلچسپ بنانے کے لیے مادی اور سماجی امداد کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ اُستاد کو اپنے پروگرام کے لیے ہر طالب علم پر الگ الگ توجہ دینی چاہیے اور باقاعدگی سے زبان کے غٹھانے کا استعمال کرنا چاہیے۔ پروگرام کے اطلاق کے وقت نوران کلمت بنانے کی بھی ضرورت ہوتی ہے یعنی طالب علم اگر کہیں غلطی کر رہا ہے تو صحیح جواب دے کر اسے درست کر دیا جائے پھر وہی جواب پوری کلاس سے دہرا کرنا چاہیے گویا پڑھانے اور سننے کرنے دونوں کا ایک

ساتھ ہونا ضروری ہے۔

زبان سکھانے کے لوازمات میں جو چیزیں شامل ہیں ان میں ایک اہم چیز صوتی کار ہے۔ یعنی زبان کو کس طرح سکھایا جائے۔ میں تو طریق کار کی کئی قسمیں ہیں جن پر تحقیقی چند ماہرین سے بحث ہوتی ہیں اور یہ کہ ایک پر دوسرے کو فوقیت دی جاتی رہی ہے لیکن ان میں ایک اہم ایک جیسے برام راست طریق کار قطعی طریق کار انفسیاتی طریق کار صوتی طریق کار۔ تو اس طریق کار زبان گرفتاری طریق کار اور برقی طریق کار وغیرہ۔ دراصل ان تمام طریق کاروں کا بنیادی مقصد مواد کے انتخاب مواد کی تقسیم اور اس کے پیش کرنے اور دہرانے کے عمل پر ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے مقابلے میں محض مواد کو استعمال کرنے مختلف طریقوں سے پہچانا جاتا ہے ہم اپنے لیے کسی بھی طریق کار کو اپنائیں لیکن چند باتوں کو ذہن میں ضرور رکھنا چاہیے۔ یعنی ہر روز ساخت اور الفاظ کے استعمال کو سمجھانا، ماحول کے مطابق قواعد سکھانا، ساخت کے خشک عناصر کو یکے بعد دیگرے متعارف کرانا، بات چیت کے انداز کو دریافت و بیان، تصویروں، خاکوں اور دیگر بصری لوازمات کی مدد سے قواعد کی وضاحت کرنا، ذہن نشین ہونے تک سننے اور دہرانے کے عمل کو جاری رکھنا اور الفاظ کے بھاسے جملوں سے شروعات کرنا وغیرہ۔ ان کے علاوہ کلاس کے اوقات بڑھے ہونے چاہئیں۔ استاد کے چند بچے اگر تلفظ کے بڑے وقعت ہوں تو اچھا ہے۔

مشقوں کا باقاعدہ ذکر کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ طالب علموں کو ترجمے کی مشق سے جہاں تک ممکن ہو الگ رکھا جائے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ زبانوں میں قطعی ہم معنی الفاظ بہت کم ملتے ہیں اس لیے غلطی کا امکان رہتا ہے۔ اکثر طالب علم اپنی دانست میں جو لفظ استعمال کرتا ہے اسے اس کے ہم معنی لکھتا ہے جس کا وہ ترجمہ کر رہا ہے۔ اس طرح جلد نہ صرف اپنی ساخت بلکہ اس معنی بھی کھو بیٹتا ہے۔ دراصل ترجمہ اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب متعلقہ زبانوں پر برابر کا طور حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمے کو الگ مشق کے طور پر شمار کیا جاتا ہے جو نسبتاً زبان سیکھنے والوں کے لیے بہت بعد کی منزل ہے۔

مشقوں کو ہم تین بڑے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ہر مشق دو ذیلی مشقیں

ہیں رکھتی ہے۔ یہ اس طرح ہے:

۱۔ مشق مستند	:	(الف) بولنا (ب) کہنے
۲۔ مشق بے مزاحمت	:	(الف) سُنا (ب) پڑھنا
۳۔ مشق پیداواری	:	(الف) دہرائنا (ب) تکرار کرنا

مشق کے سلسلے میں ڈی۔ ویس نے اپنے مضمون **THE FOUR LANGUAGE SKILLS** میں چار مشقوں کا ذکر کیا ہے۔ یعنی سُنا، بولنا، پڑھنا اور کہنا۔ ان میں سے پہلی دو کا تعلق مستند سے ہے، اور مشق بے مزاحمت میں آخری دو مشقیں آسکتی ہیں۔ ہم انہیں مثال بنکر مشق کے پروگرام کو مرتب کرنا چاہیے۔ پروگرام میں اہم چیز زبانی تیز رفتار فرمیت ہے جس کے تحت استاد کے کچے ہونے لفظ کو سمجھنے ہی صاحبِ علم کو چاہیے کہ اس لفظ کی بنیاد پر میاری لفظ کا کس ساتھ جملے بنائے۔ کلاس یا فرد واحد ایک منٹ میں پانچ سے دس تک جملے ادا کر سکتا ہے۔ مشق کے دوران ایک وقت میں ایک ہی جیسے مسائل سلسلے لاسنے چاہیے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

### ۱۔ زبانی سہل تبدیلیاں:

اس کے تحت استاد کی طرف سے کہا گیا جملہ یا فقرہ کلاس دہرائے۔ پھر استاد کسی نئے لفظ کو ادا کرے اور کلاس پہلے جملے میں سے استعمال کرے۔ جیسے:

استاد -	کیا یہ آم ہے؟
کلاس -	کیا یہ آٹھ ہے؟
استاد -	کتاب
کلاس -	کیا یہ کتاب ہے؟
استاد -	خطا
کلاس -	کیا یہ خط ہے؟

## ۲۔ قصاویہ کا استعمال :

چند جاذب نظر تصویریں جیسے ریل گاڑی، جہاز، کار وغیرہ کی مدد سے نیا دی بچوں کی مشق کرائی جاسکتی ہے۔ یہاں طب علموں کو ان تصویریں سے پہلے روشناس ہونا ضروری ہے۔ مثلاً: کیا تم ریل گاڑی دیکھتے ہو؟ اسی طرح تصویریں کی طرف اشارہ کر کے استاد کہے: کیا تم کار دیکھتے ہو؟ سب کلاس میں حور پران بچوں کو ڈھارس لگے تو استاد کو چاہیے کہ تصویروں کی ترتیب بدل کر پھر انھیں جنوں کو کلاس سے ڈھارس لگائے۔

## ۳۔ مرکب تغیرات :

اس کے ذیل میں جملے میں مرکب تغیرات کا کرشن کر لیا جاتا ہے، جیسے :

(لفظ اور استاد کی طرف سے اس کا استعمال)

تم (کار کی طرف اشارہ کر کے)

تم کار پسند کرتے ہو۔

وہ (جہاز کی طرف اشارہ)

وہ جہاز پسند کرتا ہے۔

(استاد کی طرف سے لفظ اور کلاس کی طرف سے استعمال)

تم (کتاب کی طرف استاد کا اشارہ)

کلاس - تم کتاب پسند کرتے ہو۔

وہ (قلم کی طرف استاد کا اشارہ)

کلاس - وہ قلم پسند کرتا ہے۔

## ۴۔ تغیر شکل :

تغیر شکل سے مراد پوچھے جملے کو چند امثالوں کے ساتھ دوسرے مسمیٰ میں بدل دینا، جیسے: اکبر واقعی دیکھتا ہے۔ اور کیا اکبر واقعی دیکھتا ہے؟ یہاں کیا کے اضافے کے بعد پوچھ رہے ہیں۔

کے مسمیٰ بدل گئے ہیں۔ ایسے اضافوں کے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ کیا طالب علم سادہ جملوں سے سوال یہ جملے بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر نہیں تو پہلے سوالیہ جملے بنانے کے طریقے کو سکھانا چاہیے۔

لفظ اور استاد کی طرف سے اس کا استہلال  
 استاد - اسلم نے ریل گاڑی دیکھی۔ سدرہ کار۔  
 کیا سدرہ کار دیکھی؟  
 زاہد آم پسند کرتا ہے۔ اختر کن ب۔  
 کیا اختر کتاب پسند کرتا ہے؟  
 (سادہ جملے اور الفاظ استاد کی طرف سے اور سوالیہ جملے کلاس کی طرف سے)  
 استاد - اختر عام کھاتا ہے۔ سلیم اتار۔  
 کلاس - کیا سلیم اتار کھاتا ہے؟  
 استاد - حمید پتنگ اڑاتا ہے۔ زاہد کبوتر۔  
 کلاس - کیا زاہد کبوتر اڑاتا ہے؟

## ۵۔ مکالمے بذریعہ تصاویر :

اس سے طلبہ مکالمے کے انداز اختیار کرتا ہے۔ مکالموں کا عمل تصاویر دیکھ کر شروع کیا جاسکتا ہے۔ یہاں اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو تصویر سے تجلے اختیار کیے جائیں۔ استاد تصویر کی طرف اشارہ کرے یا اسے چپا کر سوال کرے اور خود ہی جواب دے (استاد - کیا تم کار دیکھتے ہو؟ کار کی طرف اشارہ)  
 خود ہی جواب دیتے ہوئے (ہاں میں کار دیکھتا ہوں۔  
 (باطنی کو چھپاتے ہوئے) کیا تم باغی دیکھتے ہو؟  
 (خود ہی جواب دیتے ہوئے) ہاں میں باغی نہیں دیکھتا ہوں۔  
 (استاد تصویر کی طرف اشارہ کرے یا اسے چپا کر سوال کرے اور کلاس جواب دے)

استاد۔ (دریں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کیا تم ریں گاڑی دیکھتے ہو؟  
 کلاس۔ ہاں میں ریں گاڑی دیکھتا ہوں۔  
 استاد۔ (جہاز کو چھپاتے ہوئے) کیا تم جہاز دیکھتے ہو؟  
 کلاس۔ جی نہیں، میں جہاز نہیں دیکھتا ہوں۔

### چوڑنا :

اس مشق کے ذریعے جملے میں کچھ نہ کچھ چوڑ کر اس میں توجہ کی بات ہے دیکھیے۔  
 زہد کو اسکول جانا ہے۔

آٹھ بجے صبح (اضافہ)

زہد کو آٹھ بجے صبح اسکول جانا ہے۔

سانگل سے (اضافہ)

زہد کو آٹھ بجے صبح سانگل سے اسکول جانا ہے۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

یہاں بات اور صورتی رہ جائے گی اگر زبان سکھانے کی بحث میں کسی دوسری امداد کا ذکر  
 نہ کیا جائے۔ زبان سکھانے وقت ایک طرف مگر صوتی تجربہ گاہ کی اہمیت ہے تو دوسری طرف  
 سمعی و بصری امداد کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لاڈو اپنی کتاب 'LANGUAGE  
 LEARNING' میں جس جدول کے ساتھ سمعی و بصری امداد سے بحث کرتا ہے، اسے ذیل میں پیش کیا  
 جاتا ہے :

۔ جدول انگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔

مشقیں	سنی اعداد	لہری اعداد	
		حروف	تصاویر
۱۔ سننا:	مادری زبان کے	کتا ہیں	کتا بول کے خاکے
کانوں کی مشق	بولنے والے	دیوار کے نقشے	کشیہ شکلیں و
سمجھنے کی مشق	گراموں فون	دکٹا ہیں اور نقشے	خاکے
۲۔ بولنا:	ریکارڈ	دونوں روایتی	متحرک تصاویر
صوتی مشق	ٹیپ ریکارڈ	دھوتی رسم خطوں	کھلونے
قوت گویائی	ریڈیو وغیرہ	میں ہونے چاہیے	کلاس کے فرنیچر
۳۔ پڑھنا:		دیگر	
پہچانا			
ادراک			
۴۔ تحریر:			
باہمی عبور			
زور بیان			

جہاں تک طالب علم کی صلاحیت اور استعداد کو جانچنے و پرکھنے کا تعلق ہے، اس سلسلے میں اردو قواعد کا تجزیہ کرنا، ساخت کے اعتبار سے الفاظ کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا خالی جگہ پھرانا، اظہار بول چال، سماعت، مکالمہ، تلفظ اور تحریر جیسی چیزوں سے مدد لی جاسکتی ہے۔ قواعد کا تجزیہ کراتے وقت اسے مختلف حصوں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ جیسے اجزائے کلام، قواعدی عناصر کی تشریح اور قواعد کے اصولی دیگر پرکھنے یا جانچنے کا یہ آخری طریقہ وقت طلب ضروری ہے لیکن اس طرح طالب علم کی دلچسپی اور زبان پر اس

کی دسترک کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

اچھے استاد اپنے اثر طریقہ کار اور بھری دھمی امداد کی فراہمی جیسی چیزوں کی طرح زبان سکھانے میں نصاب کی اہمیت بھی اپنی جگہ تسلیم ہے۔ جامع اور مثالی نصاب کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اچھے نصاب کے لیے کوئی قطعی اصول مُرشب کیے جاسکے ہیں۔ اہمیت ان کوتاہیوں اور خامیوں پر بہت کم کہا جاسکتا ہے جو نصابی کتب مرتب کرتے وقت پہلے تک کرتے آتے ہیں۔ نصابی کتب میں ذرا زیادہ انہماک کی بنیاد دیکھنے یا سکھانے والے کی کس بھی ایک زبان پر ہو سکتی ہے۔ ایسی کوششیں فضول ہیں کہ ایک سال کے کورس کے لیے دو سو صفحات ہی کی کتاب ہو۔ ضخامت کی یہاں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اہمیت جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ صفحات مشق پر صرف کیے جانے چاہیے۔ اگر اُسے داچھا ہے تو چند صفحات کی کتاب کے بھی کام چل سکتا ہے جس میں وہ وقت ضرورتِ مزید و اضافے کرتا ہے۔ نصابی کتابوں میں چند لوگوں خاکوں اور بھری امداد سے متعلق موادوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ کتابوں میں ثقیل الفاظ سے گریز کیا جائے۔ نصاب میں قواعد کی تشریح جامع اور واضح طور پر کی جانی چاہیے۔



2

# اُردو آوازیں، حروف اور اُن کی ذیلی شکلیں

فربان اور رسم خطِ جیم اور لباس کا سلسلہ۔ زبان کے جسم پر اس لباس کی موزونیت کا انحصار آوازوں اور حروف کے رشتوں پر ہے۔ یہ رشتے جتنے استوار ہوں گے جسم پر لباس کی ہادیت اتنی ہی بڑھے گی۔ اس لیے آوازوں اور حروف کے درمیان ایک منطقی تعلق کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی ایک حرف کا ایک آواز کے لیے مخصوص ہونا، اس خصوصیت کو نہ صرف رسم خطوں کی خوبی کہا جاتا ہے بلکہ یہ زبان کا صحیح تلفظ اور اس نے جس میں مساوی ثابت ہوتی ہے۔ اگر دنیا کی زبانوں کے لیے اُن کے مخصوص رسم خطوں کا جائزہ لیا جائے تو دو ایک کو چھوڑ کر غالباً ہر زبان اس خصوصیت سے محروم ہے۔ ہسپانوی اور چینی زبانیں بڑی حد تک اس الزام سے بری ہیں۔ دوسرے عام طور پر محسوس حال یہ ہے کہ کہیں آوازیں کم ہیں تو حروف زیادہ اور کہیں آوازیں کافی ہیں تو حروف ناکافی۔ اس کی ایک مثال اردو اور انگریزی کے رسم خط ہیں۔ البتہ ایک بین الاقوامی رسم خط ایسا بھی ہے جو چند نشطوں اور علامتوں کی مدد سے دنیا جہاں کی زبانوں کا صحیح تلفظ ہمیشہ کر سکتا ہے۔ ایسے رسم خطوں کی ضروریوں اور غامضیوں کے علاوہ زبانوں کے لسانیاتی مسائل کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فرانس میں ماہرین لسانیات کی ایک ایسی کمیٹی کے تعاون سے

یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب اردو زبان کے رسم خط پر مبنی ہے۔

پیش کیا گیا جس کے ممبران دنیا کے متعدد ملکوں سے تعلق رکھتے تھے۔

اردو شاید واحد ایسی زبان ہے جس کا دنیا کی زبانوں کے کسی بڑے خاندانوں سے جبر اور پرانا تعلق ہے۔ یہ رشتہ جملوں، فقروں، لفظوں کی ساخت اور لفظ کے اعتبار سے تو ایسا ہی مزید انہیں آوازوں کی سطحوں پر بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اردو اپنے جملوں، فقروں اور لفظوں کی ساخت کے لحاظ سے خاص ہند آریائی زبان ہے۔ فقروں اور لفظوں کی حد تک ایرانی زبانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی لفظ کی سرحدیں سانی خاندان السنہ و عربی، سے بھی جا کر ملتی ہیں۔ اور آوازوں پر تبصرے کے وقت اردو کو کسی طرح بھی دراوڑی خاندان سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال موجودہ بحث میں جو چیز اہم ہے وہ اردو کی آوازیں ہیں۔ اردو زبان کا صوتی نظام دنیا کے چار بڑے خاندان السنہ یعنی ہند آریائی، ہند ایرانی، مساتی اور دراوڑی زبانوں سے تعلق رکھتا ہے

رم خط کے تجربے کے وقت کسی طرح آوازوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ رم خط فنک حروف سے ترتیب پاتا ہے۔ یہ حروف آوازوں کی قصوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں پہچاننے اور ان پر بحث کرنے کے لیے آوازوں کا کچھ ضروری ہے۔ کسی زبان کی آوازوں پر بحث کرتے وقت پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ زبان میں کون کون سی آوازیں پائی جاتی ہیں۔ ان کے مخزن اور طریقہ اور رنگ کیا ہیں؟ انہیں ایک دوسرے کے مقابلے میں کس طرح پہچانا جاسکتا ہے؟ اس طرح آوازوں کی مکمل ہیئت کٹی کے بعد ان حروف کی بحث شروع ہوتی ہے جن کی مدد سے ہم آوازوں کو تحریر میں لاتے ہیں۔ حروف کیسے ہیں؟ ان کے تعداد کیسے ہے؟ وہ تحریروں میں کن حیثیتوں کے حامل ہیں؟ لفظ کے شروع اور میان اور آخر میں وہ کن شکلوں کے ساتھ آتے ہیں اور یہ کہ ان کی اصل اور ذیلی شکلوں میں کیا فرق ہے؟ اس طرح برآمد ہونے والے نتائج کی روشنی میں آوازوں حروف اور ان کی ذیلی شکلوں کا واضح اور مکمل خاکہ پیش کیا جاسکتا ہے اور یہی ہماری موجودہ بحث کا موضوع ہے۔

اردو کے صوتی نظام میں ان گنت آوازیں ہیں لیکن جن آوازوں کا بآسانی صوتی تجربہ ممکن ہے ان کی تعداد چھ یا آٹھ ہے۔ اس تعداد میں وہ آوازیں بھی شامل ہیں جو اپنے



انگ انگ مل کر تے بوریاں کے مختلف ڈگریوں کے ساتھ اٹھ اور اٹھ کر بیٹھے سے ہر لمحہ ہے۔ اس طرح پیدا ہونے والی آواز ہی مصوتہ کہلاتی ہے۔ یہ من جونوں کو دائرے کی شکل میں لاکر یا انھیں پھیلا کر بھی دہرائے جا سکتے ہیں جس سے صوتوں میں گولائی دار اور غیر گولائی دار کی تفریق پیدا ہوتی ہے۔ اگر ان تمام صوتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہوا من کے پھارے ناک سے خارج کی جائے تو اس قدر میں انہی مصوتے وجود میں آتے ہیں

اردو مصوتوں کو مختار ج کے اعتبار سے دو لمبی، لب دندان، دندان، لی ہی، کوڑی، جالوی، فشائی، بہائی اور حلقی اور طریقہ ادائیگی کے لحاظ سے بندشی، انفی، صفیری، منجلی، ہر دار اور ٹھپک دار کہا جا سکتا ہے۔ اگر مختار ج اور طریقہ ادائیگی دونوں نقطہ نظر سے ان آوازوں کے اردو و شمار جمع کیے جائیں تو باعتبار مختلف پانچ دو لمبی، دو لب دندان، چار دندان، سات لٹا ہی، دو ما بعد لٹ ہی، تھ کوڑی، پانچ جالوی، سات فشائی، ایک بہائی اور ایک حلقی آواز ملتی ہے اور لحاظ طریقہ ادائیگی ہی آوازیں اکیس بندشی چھ انفی، آٹھ صفیری، ایک غیر صفیری تین منجلی، ایک ہر دار اور دو ٹھپک دار مصوتوں میں منقسم ہو جاتی ہیں۔ اگر دو مصوتوں میں باکوری غیر باکوری اور مسوع، غیر مسوع کی تفریق بھی ملتی ہے۔ جس کا اعتبار سے اردو میں انہیں غیر باکوری، تیز باکوری، سولہ غیر مسوع اور چھ بیسٹ مسوع سمجھتے ہیں۔ اردو کے صوتی نظام میں محض دو نیم مصوتے ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ دس مصوتے اور دو طولی مصوتے ہیں۔ دس سادہ مصوتوں میں چار اگلے، پانچ پچھلے اور ایک وسطی ہے۔ ان میں چھ غیر گولائی دار اور چار گولائی دار ہیں۔ ان مصوتوں کو انھیں خصوصیات کے ساتھ انہی مصوتوں کی شکل میں بھی پہچاننا ممکن ہے۔ اردو میں طولی مصوتوں کی انہی شکلیں نہیں ملتی۔ اس طرح اردو میں باقاعدہ پہچانی جانے والی آوازوں کی کل تعداد چونتیس ہے جو مصوتوں اور نیم مصوتوں کی صورت میں چوبیس اور سادہ و انفی مصوتوں کی حیثیت سے بیس ہیں۔ ان میں دو طولی مصوتے انگ سے شامل ہیں۔

ہمارے اعضاء صوت میں مختلف اندازوں میں عمل پیرا ہو کر اردو آوازوں کا تھنڈکتہ ہی، انھیں ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

مصوتوں کے ذیل میں پہلے اردو کی بندشی آوازیں آتی ہیں۔ ان کی ادائیگی کے وقت دندان

ہونٹوں کو ایک دوسرے سے ملا کر نوک زبان کو اندر کی طرف کے پچھلے حصے سے ملا کر نوک زبان کو اندر کی طرف موڑ کر اوپری سونڈے کے پچھلے حصے سے ملا کر زبان کے وسطی حصے کو سخت تالو سے ملا کر زبان کے پچھلے حصے کو نرم تالو سے ملا کر یا زبان کی جڑ کو منشا سے ملا کر ہوا کے خروج میں تھوڑی دیر کے لیے رکاوٹ پیدا کر کے جو آواز میں پیدا کی جاتی ہیں انہیں حسب ترتیب دوہی، دندانی کوئی تالوی، صغریٰ اور غشائی بندشی آواز ہی کہتے ہیں۔ ساتھ ہی پہلے اپنے طور پر ہا کاریت اور مسومہ کے عمل کو ہرگز نہ آوازوں میں ہا کاری، غیر ہا کاری اور مسومہ وغیرہ مسومہ کی تفریق پیدا کی جاتی ہے دوہی، کوڑی، تالوی اور غشائی آوازوں کے بندشی عمل کے ساتھ ہوا کو منہ کے بجائے ناک سے خارج کر کے اٹنی مسمتوں کو ادا کی جاتا ہے۔ مزید برآں زبان کے اگلے حصے کو سونڈے سے ملا کر ہوا کو ناک سے خارج کرتے ہوئے شہابی آواز تلفظ کی جاتی ہے۔ اس عمل میں ہا کاری عمل کو شامل کر کے ایک اور آئنی مسمت ادا کی جا سکتی ہے جسے اردو میں شہابی ہا کاری آئی مسمت کہہ سکتے ہیں۔ اردو میں صغریٰ آواز میں تلفظ کر کے وقت پہلے ہونٹ کو اوپری دانت سے، زبان کے اگلے حصے کو اوپری شہابی سونڈے کے پچھلے حصے سے، زبان کے پچھلے حصے کو نرم تالو کے پچھلے حصے سے اور زبان کی جڑ کو کونے سے قریب تر کر کے ہوا کو خارج کر کے رگڑ پیدا کی جاتی ہے۔ ان عملوں کے ساتھ سطح زبان کا دیمیانی قطر نیچے کی طرف کچھ اس طرح ڈوبا ہوا ہوتا ہے کہ ایک نقیض نی کی شکل سامنے آجاتی ہے۔ اس طرح دندانی، شہابی تالوی، غشائی اور ہوا کی جاتی آوازیں بولی جاتی ہیں اسی طرح زبان کے اگلے حصے کو اوپری سونڈے کے آخری پچھلے حصے سے قریب رکھ کر سطح زبان پر ایک بال بناتے ہوئے وہاں سے ہوا کو رگڑ کے ساتھ خارج کیا جائے تو اردو کی، بندشی آواز میں غشائی ہونٹ بناتی پڑوں کے دونوں عملوں کی مدد سے ان میں مسومہ اور غیر مسومہ کا فرق پیدا کیا جا سکتا ہے۔ بہائی کے علاوہ جس میں خود ہا کاری، غشائی ہے باقی صغریٰ مسمتوں میں ہا کاریت کا ہوتا لیکن نہیں ہے۔ اردو میں غشائی آواز میں مسومہ کو طرہ خارج کئے ہوئے زبان کے اگلے حصے کو اوپری سونڈے کے پچھلے حصے کے وسط سے ملا کر زبان کی ہونٹوں سے ہوا خارج کرتے ہوئے ادا کی جاتی ہیں۔ نوک زبان کو پچھلے کی طرف موڑ کر اس عمل کے ساتھ کوڑی غشائی مسمت بھی ادا کیا جاتا ہے۔ شہابی بندشی آواز، آئنی اردو میں ہا کاری صغریٰ کے ساتھ بھی ممکن ہے۔ شہابی ہر دو کو ادا

کرتے وقت نوک زبان کو اوپری مسوئے کے پچھلے حصے کے قریب لاکر ایک ہر کے ساتھ ہر لٹائی کی جاتی ہے۔ غلطی پر دسے یہاں مسویت کی حالت میں رہتے ہیں۔ نوک زبان کو کوئی آواز کے تلفظ کی شکل میں لاکر پچھلے حصے سے ملکر ایک تھپک کے ساتھ اگر ہو کو من سے خارج کیا جائے تو اردو کی تھپک اور آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس عمل میں اگر باکسیت کے عمل کو شامل کر لیا جائے تو کوئی دہکاری تھپک و از مسوتہ او کیا جائے گا۔ ان کی ادائیگی میں مسویت کے عمل کو ہر قرار رکھا جائے۔

سلج زبان کے وسط حصے کو سخت تالو کے مقابل اٹھاتے ہوئے رگڑ پیدا کیے بغیر اگر چہ کا خروج من کے راستے سے ممکن بنایا جائے تو اس طرح اردو کا تالوی نیم مسوتہ ادا ہوگا۔ سلج زبان کے اگلے حصے کو اوپری مسوئے کے مقابل اٹھاتے ہوئے رگڑ پیدا کیے بغیر اگر چہ کا خروج ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے من کے راستے سے ہر تو اس طرح اردو دوہی نیم مسوتہ ادا ہوگا۔ اردو کے مصوتوں کی حرفت دوہی سلج زبان کے دگلے، دسلی اور پچھلے تینوں حصوں کے الگ الگ عمل کرنے اور ان حصوں کے شکست ڈالگوں میں، ٹپنے اور اٹھا کر ٹپنے کے علاوہ ہونٹوں کے گولائی اور ہونٹوں کے پھینکے کی شکلوں پر منحصر ہے۔ اردو کے تمام مسوتے مسوع ہیں۔ اگر زبان کے اگلے حصے کو اوپرا کر کے نہ کسی شخص کے ہوا کو من کے راستے سے خارج کیا جائے تو اس طرح جو مسوتہ تلفظ ہوگا سے اردو کا بالائی مسوتہ کہیں گے۔ زبان کے اگلے حصے کو دپنے کے مقابلے میں نسبت نیچا اور نیچا اور مزید نیچا کرنے کے بعد جو مسوتے ادا ہوں گے، انہیں علی الترتیب پھلا بالائی، درمیانی اور پھلا درمیانی مسوتے کہیں گے۔ اردو کے ان اگلے مصوتوں کی ادائیگی کے وقت ہونٹوں کی شکل پھیل ہوئی ہوتی ہے۔ اگر کم و بیش یہی عمل زبان کے پچھلے حصے کے ساتھ دہرائے جائیں اور ہونٹ دائرے کی شکل میں ہوں تو اس طرح تلفظ کیے جانے والے بالائی پھلا بالائی درمیانی اور پھلا درمیانی پچھلے مسوتے کہلائیں گے۔ سلج زبان کو اپنی اصلی حالت میں دیکھا جس کے عمل حصے پر ہکا سا ہار ڈالتے ہوئے اگر ہونٹ دائرے کی شکل میں نہ ہوں تو اس طرح ادا ہونے والا مسوتہ اردو کا پچا اور میانی دسلی مسوتہ کہلاتے گا۔ اردو کا پھلا، پچھلا اور گولائی دار ایک اور مسوتہ ہے جس کی ادائیگی کے وقت سلج زبان کے پچھلے حصے کو زیادہ سے زیادہ نیچے لاکر

ہوا کو مزے سے اس طرح خارج کیا جاتا ہے کہ ہونٹ گول نہ ہونے پائیں۔ ان تمام مصوتوں کی جام ہار یکوں کو طوطا دیکھتے ہوئے اگر ہوا کو مزے کے بجائے ناک سے خارج کیا جائے تو یہ مصوتے الٹی مصوتے کہلاتے ہیں۔

طواں مصوتوں کی ادائیگی میں دو مصوتوں کی ادائیگی کے عمل اس طرح ایک ساتھ دہرائے جاتے ہیں کہ وہ تلفظ کے وقت ایک ہی چوٹی بنائیں (ان چوٹیوں کی مدد سے ہی مصوتے پہچانے جاتے ہیں) اگر درمیانی وسطی مصوتے کے تلفظ سے شروع کر کے بالائی نچلے مصوتے کے تلفظ پر مستمر کر کے کوئی آواز اس طرح تلفظ کی جائے کہ ہونٹ پھیلے ہوئے ہوں تو وہ آواز اگلا طواں مصوتہ کہلائے گی۔ اسی طرح درمیانی وسطی مصوتے سے شروع کر کے بالائی پچھلے مصوتے پر مستمر کر کے ہوئے اور اسی جیسے دلی آواز اردو کا پچھلا طواں مصوتہ کہلائے گی۔ اس کی ادائیگی میں ہونٹ داسرے کی شکل میں رہتے ہیں۔ ان طواں مصوتوں کی الٹی شکلیں اردو میں نہیں ملتیں۔

تفادیر اور طریقہ ادائیگی کے بنام سے اردو کے جن مصوتوں، نیم مصوتوں، مصوتوں اور صلاواں مصوتوں کا ادبہ جائزہ دیا گیا ہے ان کی صوتی تشریحات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

مث میں			صوتی تشریحات		نمونہ ۱ :
شائیں					
سپ	پکس	پانی	دوبلی، غیر مسوع، غیر دھاری بندش		[پ] :
—	اچھان	پھوک	دوبلی، غیر مسوع، باکاری، بندش		[پھ] :
شب	جج	بانت	دوبلی، مسوع، غیر دھاری، بندش		[ب] :
کسبہ	کسب	جھوک	دوبلی، مسوع، باکاری، بندش		[جھ] :

مث میں آوازوں کی ادبہ تشریحات پیش کی گئی ہیں یہ وہ آواز ہیں جو صرف لفظوں میں آتی ہیں، فقروں اور عربوں میں دھارے انگشٹوں، آوازوں کے لفظوں میں تقریبی درست تبدیلیوں ممکن ہیں جن میں یہاں غرضوں کی طوائف سے مراد ہے۔  
نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ آوازوں کی تشریحات کے وقت راقم قلوب نے چند تلفظ کو چھوڑ دیا ہے۔



است :	دندان، غیر مسووع، غیر دکاری، بندشی	تغاشه	قتل	شره
تقچه :	دندان، غیر مسووع، دکاری، بندشی	تقوک	دستی	نقد
دند :	دندان، مسووع، غیر دکاری، بندشی	داسن	مدا	شبهه
دوهر :	دندان، مسووع، دکاری، بندشی	دعان	سیدھا	گمھ
دش :	کوزی، غیر مسووع، غیر دکاری، بندشی	دمال	پشائی	هوت
دشہ :	کوزی، غیر مسووع، دکاری، بندشی	دھری	دشائی	لوتہ
دوڈ :	کوزی، مسووع، غیر دکاری، بندشی	ڈالی	سینڈک	جھنڈ
دوھرہ :	کوزی، مسووع، دکاری، بندشی	دھول	موندھا	—
دپ :	تالوی، غیر مسووع، غیر دکاری، بندشی	دین	پھلّی	پاچ
دچہ :	تالوی، غیر مسووع، دکاری، بندشی	دھیک	پھر	کچھ
دچ :	تالوی، مسووع، غیر دکاری، بندشی	دھم	بھلس	تاج
دھہ :	تالوی، مسووع، دکاری، بندشی	دھیل	سکھا	بھ
دک :	غشائی، غیر مسووع، غیر دکاری، بندشی	دکری	دکان	دک
دکھ :	غشائی، غیر مسووع، دکاری، بندشی	دکڑکی	دکھن	دکھ
دگ :	غشائی، مسووع، غیر دکاری، بندشی	دکاب	دکھا	دیک
دگھ :	غشائی، مسووع، دکاری، بندشی	دکھی	دکھتی	دکھ
دق :	حلقی، غیر مسووع، غیر دکاری، بندشی	دکم	دکھڑ	دکھ
دم :	دوبی، مسووع، غیر دکاری، بندشی	دمت	دکال	دکھ
دن :	لٹائی، مسووع، غیر دکاری، بندشی	دنکھ	دک	جان
دن :	کوزی، مسووع، غیر دکاری، بندشی	—	دکھنڈ	—
دگن :	تالوی، مسووع، غیر دکاری، بندشی	—	دکھ	—
دگ :	غشائی، مسووع، غیر دکاری، بندشی	—	دکھ	—
دکھ :	لٹائی، مسووع، دکاری، بندشی	—	دکھ	—

لب و دندان، غیر مسوم، صغیری	فرمانش	جفا	شریعت
نہی، غیر مسوم، صغیری	سپردہ	مصر	موث
نہی، مسوم، صغیری	زادہ	عظیم	محض
بالبدن ہی یا تاوی، غیر مسوم، صغیری	شیخ	شاعرہ	نفس
بالبدن ہی یا تاوی، مسوم، صغیری	ثروا	مراگان	ثالث
غشائی، غیر مسوم، صغیری	خار	سخت	ششخ
غشائی، مسوم، صغیری	خصہ	ساغر	چراغ
ہائی، غیر مسوم، صغیری	حسین	حلت	آہ
لب و دندان، مسوم، غیر صغیری	وزیر	خواب	نحو
نہی، مسوم، انہی	عظ	مطلب	قبس
نہی، مسوم، پاکاری، انہی	لحنا	دولھا	—
کوزی، مسوم، انہی	—	باشی	—
نہی، مسوم، لہر دار	رکاب	قرینت	شور
کوزی، مسوم، تھپکدار	—	موڑنا	چڑ
کوزی، مسوم، پاکاری، تھپکدار	—	دارچی	علی گڑھ
تاوی، غیر مسوم، غیر صغیری، نیم مسومہ	یاد	کیوں	—
دوہی، غیر مسوم، غیر صغیری، نیم مسومہ	دعوت	دیوار	—

## مصوئے

بالائی، غیر گولائی دار لکھ	ایمان، چینی، لکھی	ایٹ، پیٹ، بالی
پنجا بالائی، غیر گولائی دار لکھ	ارادہ، قسط	—
دسلی، غیر گولائی دار لکھ	ایک، میل، کے	— : : پاتیں
پنجا دسلی، غیر گولائی دار لکھ	غیب، میل، کے	آہی : بھینس : میں

۱) آء :	درمیں، غیر گزرائی، مد، وسطی	آب : مصاوتہ	— : انہی :
۲) او :	بالائی، گزرائی دار پچھلا	اگلی، موی : کو	اٹھنی : کھونٹی : یوں
۳) ئے :	پچھلا بالائی، گزرائی دار پچھلا	آن : خم : —	اٹھنی : پٹھنی :
۴) او :	وسطی، گزرائی دار پچھلا	اولا : موی : کو	— : نما : یوں
۵) آء :	پہلا وسطی، گزرائی دار پچھلا	اڈلا : موت : نو	— : تونس :
۶) آء :	پچھلا، غیر گزرائی دار پچھلا	آسم : مسافر : کتا	آنچیں : سانپ : ماں

## طواں مضبوطے

- ۱) آء : اٹھلا طواں سادہ مضبوطے ایسا : کیسی : ہے — : — : —
- ۲) آء : پچھلا طواں سادہ مضبوطے اولیا : مولا : — : — : —
- درو میں استعمال ہونے والے رسم خط کی تین قسمیں ہیں یعنی نسخ، نستعلیق اور شکستہ۔ ان میں نستعلیق کو خاص اہمیت حاصل ہے کیوں کہ اردو کی تمام چھپائی کا کام اسی خط میں ہوتا ہے۔ نسخ کا استعمال قرآن کے حوالوں میں ہوتا ہے اور شکستہ عموماً ذاتی تحریروں یا دفتری کاموں میں مروج ہے۔ اردو رسم خط صوفی زچہ کو موری ہے اور کسی حد تک شکل بھی کیوں کہ اس میں اکس ایک آواز کے لیے مختلف حروف ہیں تو کہیں یہ صورت ہے کہ کئی آوازیں صرف ایک حرف سے ظاہر کی جاتی ہیں۔ یہ رسم خط چند نسیم و ضنف کے ساتھ عربی رسم خط کی ایک جدید شکل ہے۔ انجی اصل صورت کے اعتبار سے دو قسمی ہے اور لام الف کو چھوڑ کر اس میں کل تینتے حروف ہیں جن کو بیس بنیادی شکلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ بنیادی شکلوں کے ان گروپوں کے حروف کو ایک دوسرے کے مقابلے میں پہچاننے کے لیے ان کے اوپر درمیان اور نیچے مختلف نقطوں اور نشانوں کا استعمال کیا جاتا ہے جس سے عربی رسم خط کی حروف بھی ترتیب پاتی ہے۔ اس حروف بھی گو ذہنی زبان کے مطابق دھماکنے کے لیے نقطوں کے مختلف جوڑوں اور مرکب کا اضافہ کیا گیا جن کی مدد سے فارسی کے لیے چار یعنی پ، پہا، ڈ، گ، حروف وضع کیے گئے۔ بعد میں یہ رسم خط اردو کے لیے اپنا یا گیا۔ دہاندے والوں نے مزید نشانوں کی مدد

سے گزری آوازوں کے پے حروف وضع کیے جس سے عربی حروف میں لا، ش، ذ، ژ، کا اور اضافہ ہو گیا۔ ساتھ ہی عربی کے دو اور حروف میں تبدیلی لاکر اردو کے میادی صوتی عن مرئینی ہا، ریت اور نصیت کو ظاہر کیا گیا۔ یہ حروف علی الترتیب (دھ اور دھ) ہیں۔ یہ سہے ہمارا رسم خط جو آج عربی یا فارسی رسم خط نہ کہلا کر اردو رسم خط کہلاتا ہے۔

اردو حروف تہجی کی کل تعداد پچاس ہے۔ جن میں ہا، کار، می، صحتوں کو ظاہر کرنے والے تیرہ حروف بھی شامل ہیں۔ ان حروف کی عدد سے اردو کی تمام ۲۶ آوازیں ظاہر کی جاتی ہیں۔ ان حروف کو چھ بگڑی شکلوں میں (ا، ب، ج، د، ر، س، ص، ه، و، ز، ف، ی، ل، ال، م، ا، و، ای، سے) اور (بھ، تھ، دھ، بھ، لھ) میں سمیٹا جاسکتا ہے۔ ذیلی کے جدول میں حروف کی بنیادی شکلوں کے گروپ، حروف کو انگ کرنے والے نشانوں اور نقطوں کے نام ان نشانوں اور نقطوں کے حروف میں استعمال کے مقام اور اس طرح وضع کیے گئے شکل حروف اور ان کے ذریعے ظاہر کی جانے والی آوازوں کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

بنیادی شکلیں	نقطوں اور نشانوں کے نام	ادغام	استعمال کے مقام	وضع کیے گئے گروپ	ظاہر ہونے والی آواز
۱ =	دھ	اوپر	×	۱	ا
۲ =	دھ	—	—	(۱)	۱

۱۔ کیوں کہ دھ، تھ، دھ، ویرہ جیسے اردو صوتیات کے اعتبار سے آوازوں کے خوشوں میں ہا، دھ، تھ، دھ کے بونے انگ تو (دوں) معصتوں کی میثیت سے پہچانے جاتے ہیں، ان آوازوں کو ظاہر کرنے والے حروف کو ابجرب (ب = دھ، ت = دھ، تھ = دھ) نہیں کہنا چاہیے بلکہ ہا، کار، و، ای کی طرح انہیں بھی مندرجہ حروف شمار کیا جائیگا۔ مثلاً ب = دھ کے جیسے تھ = دھ کے جیسے تھ ویرہ

۲۔ اردو میں بعض عربی لہجہ میں کا حروف کے جیسے نقطوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عرب: زیر، زیر، قند، دھرم، تونہ، ویرہ۔ اردو میں ہمزہ کی حیثیت کبھی عرب کی کحی حق سے اب ظاہر کر دیا گیا ہے اور اسے الیہ نام لکھتے ہیں



م	=	ایک نقطہ	اوپر	x	x	ض	ز
ط	=	—	—	—	—	(ط)	ت
=	ایک نقطہ	اوپر	x	x	ظ	ز	
ع	=	—	—	—	—	(ع)	ا (عز)
=	ایک نقطہ	اوپر	x	x	غ	غ	
ف	=	ایک نقطہ	اوپر	x	x	ف	ف
ق	=	دو نقطہ	اوپر	x	x	ق	ق
ک	=	ایک مرکز	اوپر	x	x	ک	ک
=	دو مرکز	د	x	x	گ	گ	
ل	=	—	—	—	—	ل	ل
م	=	—	—	—	—	(م)	م
ن	=	—	—	—	—	(ن)	ن
=	ایک نقطہ	دور	x	x	ن	ن	
و	=	—	—	—	—	(و)	و
ہ	=	—	—	—	—	(ہ)	ہ
ی	=	—	—	—	—	(ی)	ی
ے	=	—	—	—	—	(ے)	ے
بھ	=	ایک نقطہ	x	x	بھ	بھ	
=	تین نقطے	x	x	x	پھ	پھ	
=	دو نقطہ	اوپر	x	x	تھ	تھ	
=	چھوٹی ٹوس	x	x	x	ٹھ	ٹھ	
=	ایک نقطہ	x	x	x	نھ	نھ	
تھ	=	ایک نقطہ	x	x	تھ	تھ	

مح	=	ایک نقطہ	×	×	بچے	چھ	چ
دھ	=	—	—	—	—	(دھ)	دھ
ٹھ	=	بھوٹی طوٹے	اوچ	×	×	ٹھ	ٹھ
ڑھ	=	بھوٹی طوٹے	اوچ	×	×	ڑھ	ڑھ
لھ	=	—	—	—	—	دلھا	لھ
کھ	=	ایک مرکز	اوچ	×	×	کھ	کھ
گھ	=	دو مرکز	"	×	×	گھ	گھ

اوپر دی گئی حروف کی اس تفصیل کے بعد قابل ذکر بات یہ رہ جاتی ہے کہ یہ حروف تحریر میں کس طرح آتے ہیں، جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردو حروف عموماً لفظ میں اپنے ماحول سے متاثر ہوتے ہیں۔ لفظ کے شروع درمیان اور آخر میں یہ اضافی سرسٹاپا بدلی ہوئی اور کئی چھٹی شکلوں کے علاوہ اکثر یعنی اصل صورت میں ہی آتے ہیں۔ تحریر میں گزرت کی طرح بدسلنے والے جو رنگ ان حروف کے ہو سکتے ہیں شاید کسی اور رسم خط میں ممکن نہیں ہیں۔ انہیں لفظوں میں دو مشیتوں سے دیکھا جاسکتا ہے، آزادانہ یا چھڑواں حیثیت سے۔ دوسری یعنی چھڑواں صورت میں ان کی ذیلی شکلوں کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ لفظ کے کس حصے میں آتے ہیں۔ یعنی شروع درمیان یا آخر میں۔

### حروف اور ان کی شکلیں

نوٹ ۱: اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں جو اردو میں حسب ذیل طریقے سے استعمال ہوتی ہیں۔

۱) آزاد یا چھڑواں طور پر لفظ کے شروع درمیان اور آخر میں مثلاً ابھی، اہلیان

چراغ جلائی، صدا، ہوا، جامد، صاف، سخت، دھیرہ

۱. الفبت مقصورہ کی شکل میں لفظ کے درمیان میں؛ مثلاً دھوی، موسیٰ، زکوٰۃ، لہذا وغیرہ۔

حرف ب : اس کی چار ذیلی شکلیں ہیں جو اس طرح ہیں :

۱. جوڑتے وقت لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع میں بنیادی حروف (م، گ، ج، ط، ق، ک، ق، و، اور ی) کی بنیادی یا ذیلی شکلوں سے پہلے (کبھی کبھی ک اور ی سے پہلے 'ب' شکل بھی ممکن ہے جیسے بکعت، بکندہ بیمار وغیرہ)؛ جیسے بساط، امیرت، لکھاؤنی، بوسہ، چابی اور غالبی وغیرہ

۲. جوڑتے وقت لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع، اور درمیان میں باقی بنیادی حروف کے ساتھ؛ جیسے ہدی، برسات، شباب، کبوتر، توانی، پایہ وغیرہ

۳. آزادانہ یا جوڑتے وقت لفظ کے آخر میں؛ جیسے جناب، کاتب، نسب کتاب وغیرہ

حرف ج : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں

۱. جوڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں؛ جیسے جادو، جہانی، مجسم، بجلی

۲. یہاں ردیفی الفاظ تحریر کے آخر میں نظر رکھا گیا ہے

۳. کہ درج ذیل شکلیں (پ، ت، ث، ع) حروف کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔  
۴. کہ درج ذیل شکلیں (ج، ح، ط، ق، و، اور ی) حروف کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔





دس، تیس، تیس، وغیرہ

حرف ص : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں

ص : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے صبا، صوم، ہڈ، کٹر وغیرہ

تا صر و غیرہ

ص : آزادانہ یا جڑنے کی صورت میں لفظ کے آخر میں ؛ جیسے خاص، حرص

مخلص، خالص وغیرہ

حرف ط : اس کی تحریر میں ایک شکل رہتی ہے خواہ وہ لفظ کے شروع، درمیان

اور آخر میں آزادانہ طور پر آئے یا جڑواں حیثیت سے ؛ جیسے طوفان

بطوط، مرطوط، غلط، محیط وغیرہ

حرف ز : اس کی چار ذیلی شکلیں ہیں

ز : جڑتے وقت لفظ یا الفہ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع میں ؛ جیسے عقل

عدم، ساقط، وغایتیں وغیرہ

ز : جڑتے وقت لفظ کے درمیان میں ؛ جیسے مہبود، لمنت، تعلیم وغیرہ

ز : جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے قطع، سمجھ، جمع وغیرہ

ز : آزادانہ طور پر لفظ کے آخر میں ؛ جیسے شہار، طوع، مصرع وغیرہ

حرف ف : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں۔

ف : کم و بیش ہی ذیلی شکلیں (دنی) کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں

ف : " " " " (دع)

ف : " " " " (دع)

قوسہ : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے فرست، فقط، مسافر،  
کیفیت، حقیقت وغیرہ  
ق : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے ممان، صرف، مصنف، المین  
وغیرہ

حرف ق : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں  
قوسہ : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے قاضی، قصور، مقصد،  
ملاقات، لغز وغیرہ  
ق : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے طلاق، عرق، سستی، شش وغیرہ

حرف ک : اس کی تین ذیلی شکلیں ہیں  
ک : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے کمان، اگر کی، محکوم  
لگڑی وغیرہ  
کا : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں حروف (ا، ل، ی) سے پہلے ؛ جیسے  
کلمہ، کافی، مکان، شعل وغیرہ  
ک : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے اورک، شرکت، ٹیکہ  
چمکیک وغیرہ

حرف ل : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں  
ل : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے لغز، لہکن، مالک، دل، اور  
ل : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے قول، شوال، بیس، شعل وغیرہ

۱۰ کم و بیش ہی ذیلی شکلیں دگ کے پہلے ہی سناں پرتی ہیں

حرف م : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں

مر : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ایسے سہل، ملاقات، بجائی، سماع  
جمہ وغیرہ

م : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے معلوم، جام، بغم، قسم وغیرہ

حرف ن : اس کی چار ذیلی شکلیں ہیں

ن : جڑتے وقت لفظ کے شروع میں بنیادی حروف (س، ص، ض، ط، ظ، ن، ل، ق، و، اور ی) کی بنیادی یا ذیلی شکلوں سے پہلے یا لفظ کے درمیان میں بنیادی حروف (ا، ر، و، د، و) کے بعد ؛ جیسے نسیم، نصیرت، نکاح، نور، بانس، جانور، پرندہ (کہیں کہیں «ن» شکل بھی مل جاتی ہے جیسے نکسیر، نصیرت، بنیاد وغیرہ۔ یہ استثنا کی مثال ہے)

نر : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں بنیادی حروف (ح، م، ن) سے پہلے ؛ جیسے خواست، نرود، جانچ، ترخم، زنجیر وغیرہ

ن : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں باقی حروف کے ساتھ ؛ جیسے نسی، نعت، منافح، مسلمان، بونا وغیرہ

ن : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے برتن، امکان، ایمان، بتین، مان وغیرہ

حرف و : اس کی تین صورتیں ہیں ایک ہی شکل رہتی ہے خواہ وہ لفظ کے شروع، درمیان یا آخر میں آزادانہ طور پر آئے یا جڑ والی حیثیت سے ؛ جیسے وصال، وارفتہ، روداد، راوی، وود، سودا، خواب، جو، محو وغیرہ

حرف ه : اس کی چار ذیلی شکلیں ملتی ہیں



# اُردو مصوتوں کا صوتی نظام اور ہمارا رسم خط

ہم ساری سماجی زندگی میں زبان کی طبعی رسم خط کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ رسم خط واحد ذریعہ ہے جو ہمارے خیال کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیتا ہے۔ ٹیپ اور فلم کے ذریعے بھی لفظوں کو مقید کیا جاسکتا ہے لیکن زبان کی تحریری شکل کی اپنی الگ حیثیت اور اہمیت ہے یہ کام ہزاروں سال سے کسی نہ کسی شکل میں ہوتا رہا ہے۔ آج صحت حال یہ ہے کہ ہمارے پاس چار ٹہرے رسم خط ہیں جن میں دینکی ہزاروں زبانیں لکھی جاتی ہیں یعنی اردو، عربی و فارسی، ویو ناگری اور چینی۔ امریکہ اور افریقہ براعظموں کے علاوہ بہ صغیر ہندوپاک میں چند دوسرے رسم خط بھی ہیں جو محض علاقائی زبانوں کے لیے مخصوص ہیں جیسے ہندوپاک میں گجراتی، بنگلہ، آسامی وغیرہ اور دراوڑی خاندان کی زبانوں کے رسم خط۔ ان تمام چھوٹے بڑے رسم خطوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو زبان کی صوتی ضرورتوں کو پورا کرتا ہو اور غرضیہ اور ہسپانوی زبانوں میں ایک آواز کے لیے ایک حرف کا تصور ملتا ہے

زبانوں میں رسم خط کی بے قاعدگیوں کے اعتبار سے ایک مثال انگریزی میں رومن رسم خط کی دی جاسکتی ہے جہاں ایک آواز کو مختلف حروف سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے ۴۲۲۷

یہ مضمون اردو ویسٹ اینڈ ٹریننگ سینٹر کے ایک کل ہند سینار میں ڈھائی

میں ۱۱/۱۱ مصروف کوئی ترتیب / u.i.o. سے لکھا گیا ہے۔ اس کے

PERMISSION + SCHOOL

برعکس ممکن آواز ہی محض یک حرف سے لکھی جاتی ہے جیسے  
 اور LEASURE جس میں / ی / کی مدد سے باحتریب اش، اس اثر / مصحفے ظاہر کیے گئے  
 ہیں۔ انگریزی میں ایسے اخفا بھی ہیں جہاں حروف تو لکھے جاتے ہیں لیکن نقطہ کے تلفظ میں  
 ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، جیسے PSYCHOLOGY میں / ۴ / اور HALF + CALM میں  
 میں / ا / اور غیر۔ رسم خط کی ان بے قاعدگیوں میں فرانسیسی تو دو ہاتھ لگے ہے جس کے بولنے والوں  
 کو گفتگو میں بلاوجہ حروف لکھنے کی عادت سی ہے۔ روسی، جرمن، عربی اور فارسی فرض وینا کی  
 اہم زبانوں کے رسم خطوں کا بھی کم و بیش یہی حال ہے۔ اس مسئلے میں ہندوستانی زبانوں کے  
 رسم خط بھی کسی سے بچے نہیں ہیں۔ فرض، ہندو زبان کے رسم خطوں کی بے قاعدگیاں کسی سے چھپے  
 نہیں ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کم زوریوں کی طرف نگاہ بے رنگا ہے شار سے ہوتے رہے ہیں۔  
 اور ترجمہ و افسانے کی بے زور سفارشیں بھی کی جاتی رہی ہیں مگر کہیں بھی خاطر خواہ نتائج برآمد  
 نہیں ہوئے ہیں۔ جو سکتا ہے مادری زبان والوں کے لیے یہ مسئلہ اتنا اہم نہ ہو لیکن زبان سیکھنے  
 اور سکھانے والوں کو رسم خط کی بے قاعدگیاں بڑی آزمائشیں ڈال دیتی ہیں۔ غالباً اسی لیے  
 رسم خط کی کم زوریوں اور غایبوں کے خلاف زیادہ تر آوازیہ زبان و ادب کے استادوں کی  
 طرف سے ہی اٹھتی ہیں۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ رسم خط میں بے قاعدگیاں کیوں ہوتی ہیں اور ہم ان پر قابو کیوں نہیں  
 پاسکتے ہیں۔ اس کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں مثلاً،

- رسم خط اختیار کرتے وقت ہم کو غور سے ہوتے ہیں۔
- رسم خط کی طرف ہمارا رویہ جذباتی ہوتا ہے۔
- رسم خط ایک تاریخی ورثہ ہوتا ہے جس کی جڑیں ہماری تہذیب اور سماجی اقتصادات  
 چیلیں ہوتی ہیں۔
- الحمدو زبانوں کا رسم خط مشترک ہو تو الفاظ مستعار لیتے وقت ہم ٹھوٹا ان کے  
 لکھنے کے طریقوں کو بھی اپنا لیتے ہیں۔

- وقت کے ساتھ زبان میں رہنا ہونے والی تبدیلیاں آگے چل کر ایک آواز کے لیے ایک حرف کے رشتے کو مجرد کر دیتی ہیں۔
- فطرتاً ہم پہل پسندی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔
- رسم خط میں ترمیم و اضافے کی گنجائشوں سے غورناگزیر کیا جاتا ہے۔ وغیرہ
- غالب ہی اسباب ہیں جو قوموں کو اپنے رسم خط کی کوتاہیوں کم زوریوں اور خامیوں پر زیادہ سنجیدہ نہیں ہونے دیتے۔ واصل رسم خط قوم کی ایک ایسی عادت ہوتی ہے جسے وہ ہر حالت میں عزیز رکھنا چاہتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمیں اپنے رسم خطوں کی بحسبیدگیوں سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔ ہر رسم خط میں ترمیم و اضافے کی گنجائشیں ہمیشہ رہتی ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونا اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم خود اپنی طور پر اصلاحات کے لیے کہاں تک تیار ہیں۔ رسم خط میں اصلاحی رد و بدل پرانے توں کو توڑنے یا انہیں نئے زاویوں میں تراشنے کے مترادف ہے اس لیے یہ انتہائی نازک اور بے حسہ ذمہ داری کا کام ہوتا ہے۔

اردو رسم خط : اردو رسم خط پر بحیثیت مجموعی اب تک جو تحریریں سامنے آئی ہیں انہیں پانچ حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے : (۱) اردو رسم خط بدل دیے کا مشورہ : (۲) زبان کے صوتی نظام کے حوالے سے اردو حروف کا تجزیاتی مطالعہ : (۳) اردو رسم خط سیکھنے اور سکھانے سے متعلق اصولوں اور قواعدوں کی بحث : (۴) رسم خط کی کم زوریوں اور خدوخال کے پیش نظر ان کی اصلاح سے متعلق تجاویز : اور (۵) اردو کے مسائل۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسے موضوعات ہیں جن پر کچھ کہنے اور سننے کی گنجائشیں ہیں اور موجودہ سینار میں ان پر بحث بھی ہوگی۔ اپنے کو محدود رکھتے ہوئے یہاں صرف تناکبنا مقصود ہے کہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اردو رسم خط کی کوتاہیوں اور خامیوں پر تنقید کئے۔ ترمیم و اضافے کی لمبی چوڑی سفارش کرنے یا یکسر رسم خط ہی بدل دینے کے بجائے ایسے راستے تلاش کیے جائیں جن سے جاری مسائل کی توجیح یا ممانعت ہو سکے۔ اس طرح ایسے اصول بھی وضع ہو سکتے ہیں جن کی مدد سے ہم



اپنے مسامک پر قابو پا سکیں۔ ناگزیر حالات میں اپنے مستم کے اندر رہ کر خصوصی بہت ترسیم کیلئے کی گنجائش بھی نکالی جاسکتی ہے۔ یہ تمام وقت طلب ضرور ہے لیکن عرق ریزی اور جان سوزی کے بغیر کچھ حاصل بھی تو نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر انگریزی کی طرح ہمارے یہاں ایک تجربہ مسئلہ چند حروف کا ہے جو تعداد میں تو کئی ہیں لیکن ان کے ذریعے ایک آواز ہی ظاہر کی جاتی ہے؛ جیسے اس، جی، ڈا، ا حروف جو صرف اس آواز کو ظاہر کرتے ہیں یا ارض، ظ، ذ، ز اور محض اذر آواز کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح اتار کے لیے ات اور ط اور بار کے لیے ہج اور د ا حروف ہیں اور رسم خط میں بعض عربی حروف جو صرف واقعی ایک اہم مسئلہ ہے جن سے گھبرا کر کسی نے اس کو مردہ لاش، تنک کہہ ڈالا ہے۔ یہاں اگر ہم یہ سمجھ میں کر عربی کے ا، ث، جی، ط، ظ، ز، ذ، ضی اور ح ا حروف صرف عربی و فارسی الفاظ میں استعمال ہوتے ہیں تو اس طرح ایک اصول یہ وضع ہو گا کہ جن لفظوں میں ہا کاری یا کوڑی جو خالص ہندوستانی آوازیں ہیں، کے ساتھ اساء، تا اور بار آوازیں یا معنی نہیں تو علی الترتیب اس، ڈا، ا، ط اور ہج کے بجائے اس ات اور د ا حروف سے لکھے جائیں گے اس طرح اردو رسم خط کی بہت سی بے قاعدگیوں کی توجیح ہو سکتی ہے اور ان کے اصول وضع کیے جاسکتے ہیں۔

**مصوتوں کا صوتی نظام :** زبان کے صوتی نظام کے حوالے سے ہی رسم خط کی خامیوں اور غایبوں کا پتہ چلتا ہے۔ آواز اور حرف کا رشتہ جتنا مضبوط ہو گا وہ رسم خط اتنا ہی مانتی ہوگی اور صحت مند کہلائے گا۔ اردو کے صوتی نظام کو جیش نظر رکھ کر اگر ہم اردو رسم خط کا جائزہ لیں تو ہمیں اپنے رسم خط کی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اردو میں مصوتوں کی مجموعی تعداد دس ہے۔ بنیادی مصوتے زبان کے اگلے، پچھلے اور درمیانی حصوں کے ٹکڑے کرنے سے ملے۔ پچھلے، در درمیانی، ان حصوں کے مختلف ڈگریوں میں اٹھنے سے بانائی، چل، بالائی، دھلی اور پچلا دھلی اور ہونٹوں کے سکڑنے اور پھیلنے سے مدور، ۱، ۲ اور غیر مدور، ۱، ۲، ۳، ۴ کہلاتے ہیں۔ اس بنیاد پر اردو مصوتوں کی صوتی توجیح ہو سکتی ہے۔

- ی = غیر مدور، بالائی، اگلا مصوتہ: جیسے زبان، چرخ، شادی
- ۷ = غیر مدور، پچھلا، بالائی، اگلا مصوتہ: جیسے اوجھڑا، تیرپھا، پکاؤ
- ے = غیر مدور، وسطی، اگلی مصوتہ: جیسے ایک، کینا، میرا
- ئے = غیر مدور، پچھلا، وسطی، اگلا مصوتہ: جیسے غیب، سیر، ہے
- ۱ = غیر مدور، بالائی، پچھلا، درمیانی مصوتہ: جیسے اب، جب، کلام
- و = مدور، بالائی، پچھلا مصوتہ: جیسے، اُن، طوقان، ابھو
- وہ = مدور، پچھلا، بالائی، پچھلا مصوتہ: جیسے اُنٹ، ملاقات، جانا
- وہ = مدور، وسطی، پچھلا مصوتہ: جیسے اولاد، موراکو
- وہ = مدور، پچھلا، وسطی، پچھلا مصوتہ: جیسے اولاد، توڑنا، اُنو

ی = غیر مدور، بالائی، پچھلا، درمیانی مصوتہ: جیسے اب، جب، کلام

آزاد کے سبب بالاقوام بنیادی مصوتے جو سیارات کی اصطلاح میں فونیم بھی کہلاتے ہیں، الفاظ کے شروع اور میان اور آخر میں آسکتے ہیں۔ ایک دوسرے مصوتے کے ساتھ آنے میں بھی ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ بند اور کھلے رگوں میں بھی یہ آزادانہ آتے ہیں ان مصوتوں میں آئے اور / ڈ / دو ایسے مصوتے ہیں جو حسب ترتیب دہرے مصوتوں ہائے اور / اور / آد / کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ اردو کی یہ بنیادی تکنیکی آوازیں اپنی شکلیں بھی بدلتی رہتی ہیں۔ یہ تبدیلی اس وقت یقینی ہو جاتی ہے جب وہ دوسرے صوتی ماحول میں آئیں۔ مثال کے طور پر / آ / مصوتے کو نیچے جو آنا ننگ، ڈال، آؤ، تیا، آئی، راہ اور آواز / وغیرہ الفاظ میں اپنی بنیادی خصوصیات کے علاوہ حسب ترتیب نسبتاً طویل، انفی، کوڑی، نسبتاً پچھلا، نسبتاً کم طویل، نسبتاً اگلا، مابین پہلو، الفاظ آواز میں دوسرے کے مقابلے میں پہلا / اور زیادہ سستی ہیں۔ اسی طرح اردو میں / آ / مصوتہ کی تقریباً آٹھ شکلیں سامنے آتی ہیں۔ ان نازک سے صوتی مشاہدہ کے ذریعہ، اردو کے دس مصوتوں کی مجموعی تعداد دس ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں تعداؤں اور نوعیت کے اعتبار سے رکن لفظوں میں مختلف انداز سے آتے ہیں جس سے مصوتوں کی سمیت میں فرق پڑ جاتا ہے لفظ کے شروع اور میان اور آخر میں آنے سے بھی مصوتے اپنی صوتی شکلوں میں تبدیلیاں لاتے ہیں صوتی تسلسل یا خوشبور

سے بھی مصوتوں میں صوتی تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ الفاظ میں اپنی ترتیب و تفسیر کی بنا پر مصوتوں کے مختلف میں ایسی صوتی تبدیلیاں کہیں زیادہ رونما ہوتی ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو زبان کے بچے کا قیام کرتی ہیں اس لیے ان کی زبان کے حصے میں بڑی اہمیت ہے۔ یہ ہم خط میں ان صوتی باریکچوں کی وضاحت کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے کیوں کہ زبان کے لسانیاتی مطالعے اور صوتی توضیح میں اس کی بڑی اہمیت ہے لیکن عام تحریر میں اس کی ضرورت نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ لکھا اور سچے کی باریکچوں کے لحاظ سے اگر ہم یہاں ہم خط سے زبان کے نیادی صوتی نظام کی اور نیکی کا تقاضا کریں تو زیادہ صحیح اور مناسب ہوگا۔ اگر ہم خط میں ایک اور کے لیے ایک حرف کا تصور مجھوت ہو۔ چاہے تو ہم اپنے مسٹم کے اندر وہ کریم و ضلع کی گنجائش کی بھی بات کر سکتے ہیں جو ہمارے سماج کے لیے قابل قبول ہیں

اردو مصوتے اور رسم خط کی بنی قاعد گیاں ہا اور رسم خط میں ہمارے صوتی نظام کو ظاہر کرنے کے لیے چار صورت یعنی ای، اے، او، اور اُ، اور زبر، زیر و پیش کی شکل میں تین اعراب ہیں۔ انصاف، طول اور مصوتی خوشوں کے لیے، بالترتیب نوں غرہ، اور ہمزہ کا استعمال ہوتا ہے۔ حروف، اعراب اور علامتوں کی شکل میں ہمارے پاس کئی سرمایہ یہ ہے جن کی مدد سے اردو کے اردو مصوتوں، بھوتی طول اور خوشوں اور دھیرے مصوتوں یعنی DIPHTHONG کو پیش کیا جاتا ہے۔ ان غیری و اور ہم صوتی اکائیوں کو لکھنے کے طریقے، انھیں انہی کے لیے مسند کی خامیاں اور ہماری وہ کوتاہیاں اور محسوسات کیا ہیں جو اردو زبان کی ح کے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہیں، مزید برآں ان کم زور لیون پر کس طرح قابو پایا جاسکتا ہے۔ یہاں ان پر غور کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ زبر، زیر اور پیش: یہ اعراب علی الترتیب ۱۔ مصوتوں کے لیے مخصوص ہیں لیکن اردو کی عام تحریر میں ان کے لکھنے کا رواج نہیں ہے۔ لفظ کے شروع میں جہاں تمام مصوتے الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں وہاں بھی یہ استعمال نہیں ہوتے۔ انھیں حروف پر لگا کر دوسرے مصوتوں کو بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان عرب میں زیر کو ہمزہ ضمت اور

دھلی کے طور پر بھی لکھتے ہیں۔ اس طرح کی بے قاعدگیوں سے تحریر میں جو بوجھ پیدا ہو سکتا ہے وہ جانتا ہے۔ ہم سب لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔

۳۔ الف : اردو الف میں الف ثلثوں اور الف سببوں سے استعمل ہوتا ہے۔ ایک مصوتے کے طور پر اور دوسرے چھوٹے مصوتے کو ظاہر کرنے کے لیے لفظ کے شروع میں موادوں حرفت کی حیثیت سے۔ اس کے علاوہ عربی و فارسی تحریروں کے زیر اثر مصوتے کے اوپر ال اور ہمزہ کے ساتھ الف مقصورہ کی شکل میں درتوں یعنی اوپر دو زبر لگا کر بھی اسے لکھا جاتا ہے۔ یہ عربی الفاظ کی بونہیاں میں جن پر تقریباً قلاب پائی گئی ہے لیکن عربی الفاظ میں بعض جگہ الف اب بھی لکھا جاتا ہے جب کہ تلفظ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لفظ کے شروع میں اپنی اصل آواز کے لیے غدار لگا کر بھی یہ لکھا جاتا ہے۔ الف کی روایت سے یہاں ایک تشریح ضروری ہے۔ لفظ کے آخر میں ہ کی آواز اکثر ادا نہیں ہوتی ہے۔ کبھی کبھی مختلف کنوں پر مطلق الفاظ میں شروع اور درمیان میں بھی۔ یہاں جو آواز ہے وہی وہ ہے کہ ہ آواز مصوتہ ہ کے مشابہت سے دیتی ہے۔ یہ اردو زبان کا اپنا ایک صوتی اصول ہے جس کا تحریر سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ یہ وسطی درمیانی مصوتہ نہ ہو کر ہ کی نسبتاً کم طول شکل ہے۔ اس لیے اس کو الف کی آواز ہی سمجھا جائیگا۔

۴۔ یہ حرف غیر مدور بالائی اٹھ مھوتے یعنی اذ کے لیے مخصوص ہے جو لفظ کے شروع میں الف کے ساتھ شوشے کے نیچے دو نقطے لگا کر اور درمیان میں الف کے بغیر اپنی ذیلی شکل 'ذ' سے لکھی جاسکتی ہے۔ بعض تحریروں میں لفظوں کے نیچے چھوٹے الف جیسی شکل بھی بنا دی جاتی ہے۔ یعنی 'ذ' ہونا زیادہ صحیح ہے۔ اس طرح اسے ا اور ل کے ذیلی شکلوں سے اسے الگ پہچانا جاسکتا ہے۔ یہ نم مصوتہ ۱۶ کواری مصوتوں کے مقابلے میں جس الگ پہچانا جاسکتا ہے؛ مثلاً عید، زبان اور یاد، پیار وغیرہ۔

۵۔ یہ حرف دو بنیادی مصوتوں یعنی وسطی اور پچھلے وسطی، غیر مدور اٹھ مھوتے کے لیے مخصوص ہے۔ لفظ کے شروع اور درمیان میں بھی اس کی ذیلی شکلیں یا ایلو گراف ایک جیسے ہیں جس کی وجہ سے لفظ کا صحیح تلفظ سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔

۵۔ ۹ : اردو میں صرف اور مختلف صفتوں سے استعمال ہو سکتے ہیں۔ بحیثیت محصور مختلف معررہ مسطورہ کی گویا نیم مصوری کی صورت میں اور عطف کی صورت میں اور واؤ عطف کے طور پر بحالات میں اردو میں اس کی تقریباً یک ہی شکل رہتی ہے۔ بحرانی و فارسی سے مستعار بعض الفاظ کے لیے اس الف سے پہلے یہ اکثر اپنا تلفظ کھودیتا ہے۔ واؤ کے اوپر ہمزہ یا الف لگانے کا رد ان بھی ہے۔ ہمارے سائنسے ایسے سائنس ہیں جنہوں نے ہمارے مصوتوں کے تحریری نظام کو درہم برہم کر رکھا ہے۔

۱۰۔ الفیت : اردو کے تہ مصوتے، نفی ہو سکتے ہیں جنہیں دھوٹے مصوتوں کو تھوڑا کر (لفظ کے آخر میں فون غنہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ لیکن لفظ کے درمیان میں ان کے لیے فون کی کوئی شکل نہ رہی استعماں ہوتی ہے جس کی وجہ سے لفظ نفی منجھتے کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے جب کہ زبان میں دونوں کی بنیادی حیثیت ہے۔ دوسرے مصوتے اور مصوتی خوشے : صوتی اعتبار سے دہرے مصوتوں DIPHTECHON

اور صوتی خوشوں DIPHTECHON میں بڑا فرق ہے۔ دہرے منجھتے میں ایک مصوتے سے تعلق شروعا کر کے دوسرے پر اسے ختم کیا جاتا ہے جبکہ مصوتی خوشوں میں مصوتے الگ الگ تعلقا ہوتے ہیں۔ اردو ادب میں یہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ دونوں حالتوں میں ملو، چھو کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اردو مصوتوں کوئی ہر کرنے کی ان ہے کا حد کیوں اور کمزوریوں۔ نہ ہمارے ہم فحشا کے صوتی انہی میں ترمیم و خصلت کی بڑی گنجائشیں پیدا کر دی ہیں جن پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں اصالت کے وقت میں حسب ذیل باتوں کو مدنظر رکھنا ہوتا

۱۔ روایتی ادب کی شعلی سنہ نہ ہو

۲۔ جدید لیا ل گراں نہ گزریں

۳۔ چھپائی کی ہونٹیں قائم رہیں

۴۔ ترمیم و اضافے سہل ہوں

۵۔ ایک کے مقابلے میں دوسرے کو اپنا برقرار رہے

۷. رسم خط کی انفرادیت مجرد ذات ہو
۸. معمولی تبدیلی سے کوئی بڑا مقصد حاصل ہو
۹. ترمیم و اضافے کم سے کم ہوں
۱۰. ترمیم و اضافے سے رسم خط کا مزاج مجرد ذات ہو
۱۱. تبدیلی ناگزیر حالت میں ہی ممکن ہو

### رسم خط میں اصلاح کی سفارشوں کے مختصر مجموعہ

۱. لکھتے ہوئے ہم اپنے موجودہ رسم خط میں ترمیم و اضافے کے لیے چند تجاویز پیش کر سکتے ہیں۔
۱. اصناف کو زیر کے بجائے سے، کے ساتھ لکھا جائے؛ جیسے درو سے دل
- دولت، غائب، مینہاں، رہیٹے کو بھی سے سے لکھا جائے؛ جیسے غل سے مرغ و غیرہ
۲. نیم مصوتے ۷ کو نقطہ کے درمیان دو نقطوں کو جوڑ کر لکھا جائے۔
۳. ۱۱ کی ذیلی شکل کو دو نقطوں کے نیچے چھوڑا، لکھ کر پیش کیا جائے، (جیسا کہ پورا بھی ہے)
۴. مصوتے کی انیت کو فون کی ذیلی شکل میں نقطے کے بجائے چھوٹے دائرے سے ظاہر کیا جائے۔
۵. دو لمبی میغری سمجھتے یعنی ۱۱ کو فقط کے شروع میں دو، دو اور درمیان، آخر میں دو کی گھڑی کو گھڑی چھوڑ کر لکھا جائے۔
۶. جہاں دو نقطوں کی شکلیں یکساں ہوں، درحقیقت الگ الگ وہاں زیر اور پیش ضرور استعمال کیے جائیں۔
۷. ج کو را سے الگ کرنے کے لیے س کے دو برابر کا سٹھان ضروری سمجھا جائے۔
۸. دو لمبی نیم مصوتے کے اوپر نصف دائرہ بنا دینا چاہیے۔
۹. پے حروف اول میں شامل نہ ہوں جن کا تعلق فقط کے تلفظ سے نہ ہو
۱۰. ہمزہ کو صرف مصوٰی نوٹنے کے لیے مستعمل نہ کیا جائے وغیرہ۔

ان مسافروں کی روشنی میں ذیل کے جدول کو مدنظر رکھیے :

مشائیں	مصوتوں کی عربی شکلیں						مصوتوں کی عربی شکلیں
	وسیم و اضافے کے بعد			مربعہ			
	آخر	درمیان	شروع	آخر	درمیان	شروع	
پان، عید، کھی	ی	ی	اَ	ی	ی	اَ	i
انصاف، عشق، گرائی	-	ہ	اَ	-	-	اَ	ɪ
ایک، اچل، دے	ے	ی	اَ	ے	ی	اَ	e
ایسا، نیل، سبے	ے	ی	اَ	ے	ی	اَ	ɛ
آپ، مالی، اخدا	اَ	اَ	اَ	اَ	اَ	اَ	a
آپ، جب، -	-	اَ	اَ	-	اَ	اَ	ɔ
اُن، بڑی، تڑ	و	و	اَ	و	و	اَ	u
اُن، آج، -	-	اَ	اَ	-	-	اَ	ʊ
اولا، آگونی، دو	و	و	اَ	و	و	اَ	o
اولا، دور، سٹو	و	و	اَ	و	و	اَ	ɒ
وہاں، سہو، نو	و	و	و	و	و	و	و۔ بحیثیت مصوتہ ۷
تھوڑا، تھوڑا	و	و	-	و	و	-	و۔ بحیثیت غم مصوتہ ۸
بپ و بھار، پاپا، دہاد	-	و	-	-	و	-	واؤ عطف
آندھی، نیند	ن	ن	اَن	ن	ن	اَن	الفیت
نویا، دھرو	اَ	اَ	اَ	-	-	-	دہے مصوتے
دھو، کوئی، دھرو	ر	ر	ر	ر	ر	-	دو مصوتے
پیار، دھرو	-	پ	پ	پ	پ	-	پیر مصوتہ ۱۰

ترسیم و اضافے کی ن سفارشوں میں کچھ بالکل نئی ہیں۔ بعض پر گاہے بگاہے اتنا رہے ہوتے رہے ہیں اور چند ایسی میں میں کو عملی شکل دی جا چکی ہے لیکن ہم ان کے استعوا میں درہ ہیں۔ بہر حال ان سفارشات کی نذر سے ہم اپنے رسم خط کو مصروف کی تھک صوفی رسم خط کے قریب ناسکتے ہیں۔ ان سفارشوں کو جوں کا توں تسلیم کر لیا جائے تو ان کے بعض پہلوؤں پر اتفاق رائے ہو۔ بہر حال جو کچھ صورت ہو ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ان پر عمل درآمد کا ہے۔ اس مسئلے میں مسہ ذیل باتوں پر غور کیا جاسکتا ہے۔

- ۱۔ اخباروں اور رسالوں کی چھپائی کے وقت ان پر سختی سے عمل ہو
- ۲۔ کتابوں خصوصاً اردو زبان کی درسی کتابوں میں ان سفارشات کا اہتمام رکھا جائے
- ۳۔ کتابوں کو ردشاس کوٹنے کے لیے کتابچے کی شکل میں نہیں یہ سفارشی ہمت کی جائیں
- ۴۔ اردو کے اساتذہ خصوصاً اسکول ٹیچروں کو ہدایت دی جائے کہ وہ کلاس روم میں ان سفارشوں پر سختی سے عمل کریں۔
- ۵۔ اردو اکادمیاں اپنی تمام دفتری کارروائیوں میں نہیں ٹھوکان لیں۔
- ۶۔ پوسٹروں اور پریچر جات میں ان کا خیال رکھا جائے۔
- ۷۔ ٹیلی ویژن اور فلموں کے ٹائٹل نہیں بنادیں اور نہ کوئی نظر رکھ کر لکھے جائیں۔
- ۸۔ سرکاری نیم سرکاری و ذاتی تبلیغی اداروں سے سفارش کی جائے کہ وہ ان تجویزوں کو عملی شکل دیں۔

۹۔ ان ترمیمات اور اضافوں کے متعلق نمائندہ رابطہ کریں اور صحابہ خانوں کی پائیاں درست کی جائیں۔

۱۰۔ ان باتوں کے علاوہ سب سے اہم قدم یہ ہو گا کہ ہم اردو کی ابتدائی تعلیم کی ضرورت انہیں سفارشوں کے تحت کوئی بہرہ نئی درسیکٹری کلاسوں کے لیے یہ سہا تیار کیے جائیں گے جس میں ان ترمیمات اور اضافوں کی سفارشوں کو ملحوظ رکھا جائے ہو۔

یہاں جو کچھ عرض کیا گیا وہ کم سے کم سفارشوں کی حد تک رد و رسم خط کو صوفی رسم خط سے تعبیر کی ایک دنی کو شش ہے۔ نذر دی نہیں ہے ترسیم و اضافے کی ان سفارشات سے اتفاق



کیا جائے لیکن اس حرف پیش قدمی کی کتنا ضرورت ہے۔ یہی اصل مدعا ہے۔ دراصل رسم خط میں ترمیم و اضافے کی بات کرنا ایک انتہائی نازک قضیہ ہے اس سے ہمارے جذبات کو تو نہیں پہنچتی ہی ہے ہماری رد توں پر بھی ضرب پڑتی ہے اس کے علاوہ کچھ علی دقتیں بھی ہیں جیسے لفظوں کی ذہن میں محفوظ تصویروں کا بخروج ہونا، نئی الفاظوں کا، ٹکڑوں میں چھبنا اور یہ سوچنا کہ اس طرح رسم خط کی مدد سے نظم و انضام کے ماتخذ کا پتہ لگانے سے محروم ہو جائیں گے وغیرہ لیکن یہ وقتی حساسات ہیں جن پر جلد قابو پایا جاسکتا ہے۔ میں غصہ ڈیڑھ کے لیے اپنے کو ان تمام باتوں سے الگ ہو کر بھی سوچنا چاہیے ورنہ یہی سمجھ جائے گا کہ ہم اپنے پیش روؤں سے بھی گئے گزرے ہیں جو وقت ضرورت رسم خط میں ترمیم و اضافے کرتے رہے ہیں۔

---

# اُردو رسم خط کیسے سکھایا جائے

اُردو زبان کا صوتی نظام ہند آریائی (مغربی ہندی) اور ویرٹی (ہند۔ ایرانی (فارسی) اور سامی (عربی، حبشیہ) دنیا کے چار بڑے خاندانوں کی زبانوں سے عبارت ہے۔ ان آدروں کو جس رسم خط سے ظاہر کیا جاتا ہے وہ دراصل عربی و فارسی رسم خط ہے جسے چند تبدیلیوں اور اضافوں کے بعد ہم نے اردو زبان کے مطابق بنایا ہے۔ اس رسم خط کے اردو میں لکھنے کے تین طریقے تھے ہیں جنہیں نسخ، نستعلیق و شکستہ جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ عام طور پر نستعلیق کا ہستناں چھپائی کے کاموں میں ہوتا ہے اور نسخ و شکستہ کا چھپن علیٰ ستر شیب قرآن کے حوالوں و مذاتی دفتری و کاروباری تحریروں میں کیا جاتا ہے۔ یہ رسم خط کسی حد تک پیچیدہ اور صوتی نہ ہو کر صورتی ہے اس میں کہیں ایک آواز کے لیے مختلف حروف ہیں جیسے ذ کے لیے ذاز، ز،

---

یہ مقالہ اُن ہندو کو سینار، شمالی ہندی علاقائی زبانوں کا مرکز، پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ میں چھپا گیا۔

۱۰ دیرہ۔ تو کہیں مختلف آوازوں کے لیے ایک حرف استعمال ہوتا ہے، جیسے  
رو اور جس کے ذریعے کم و بیش سات آوازیں ہی ہر کی جاتی ہیں؛ مثلاً خود،  
مرد، سولا، ہو، ہوا اور ہوا دیرہ۔

عربی کے اصل رسم خط میں ۲۸ حروف ملتے ہیں جن کو ۱۹ بنیادی حروف میں  
تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ مختلف حروف بنیادی شکلوں کے مقابلے میں ممکن  
نقطوں اور اعراب کی بنیاد پر پہچانے جاتے ہیں اور ان کا استعمال حرف  
کے اوپر، درمیان اور نیچے کیا جاتا ہے۔ بعد میں عربی رسم خط کو نقطوں کے  
جداگاز استعمال اور مرکز کے اضافے کے بعد فارسی کے صوتی تقارن کے  
مطابق ڈھالا گیا اور اس میں فارسی کی چار آوازیں /پ، ت، ث، گ/ کو  
کوئی ہر کرنے کی گنجائش پیدا کی گئی ہے۔ کچھ اسی طرح اردو و لوں نے  
بھی کچھ اور اس رسم خط کے بنیادی حروف /ب، د، ر/ کے اوپر چھوٹے  
حوسے لگا کر /ث، ڈ، ژ/ جیسی کوڑی آوازیں کوئی ہر کیا۔ ساتھ ہی اردو  
کی ہاکاریت اور الفی عنصر کے لیے دو پیشی ہے اور نوں غنے کا استعمال  
شروع کیا۔

اردو رسم خط کے حروف کی کل تعداد ۳۶ ہے جن کی مدد سے ہم اردو  
زبان کے مصوتوں، نیم مصوتوں، طوائف مصوتوں، مصمتوں، ہاکاریت اور  
انضات کو ظاہر کرتے ہیں۔ عربی کی طرح ان حروف کو بھی ہم ۱۹ بنیادی حروف  
میں تقسیم کر سکتے ہیں؛ جیسے /ا، ب، ز، د، ر، س، ص، ط، ع، ف، ی، ا،  
ن، م، ہ، و، ی، اے/۔ روایتی طرزِ تحریر کے تحت لفظ میں ہم ہر حرف کا  
جوں کا توں یا مختلف شکلوں میں استعمال کرتے ہیں۔ یہاں دل چسپ  
بات یہ ہے کہ ہاکاریت، انضات اور کبھی کبھی ں کے علاوہ دوسری  
تخلیقات در آوازیں ( SUPRA-SEGMENTAL SOUNDS ) جن کی  
تعداد تقریباً ۹ ہے، ظاہر کرنے کے لیے ہمارے یہاں کوئی علامت یا نشان

نہیں ہے۔

۱۔ دو رسم خط کے اس مختصر جائزے کے بعد آئیے تیار رسم خط سکھانے کے چند ایسے اصولوں یا طریقہ کار سے بحث کریں جو اسے سکھانے میں زیادہ مؤثر اور معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہاں پہلے حسب ذیل باتوں اور سے جڑے ہوئے مسائل کو سمجھ لینا چاہیے۔

۱۔ حروف کو یک دوسرے کے مقابلے میں پہچانا،

۲۔ حروف کو جوڑتے وقت ان کی ذیلی شکلوں کا ذہن نشین ہونا،

۳۔ بنیادی حروف میں نقطے، مرکب اور دوسرے نشان لگا کر انھیں

ایک دوسرے سے الگ کرنا؛

۴۔ آواز اور حرف کے رشتے کو سمجھنا

۵۔ مصوتوں کی نمائندگی کرنے والے حروف و نشان کا استعمال،

۶۔ غیر نقطہ دار آوازیں، اور انھیں ظاہر کرنے والے حروف یا علامتوں

کی نشان دہی؛

۷۔ مخصوص نشانوں اور علامتوں کی وضاحت؛

۸۔ ہندسے اور وقاف و عرب لکھنے کا طریقہ؛

۹۔ عربی و فارسی تحریروں کے زیر اثر اردو خط پر پڑنے والے

اثرات کی نوعیتیں؛

۱۰۔ سطروں پر لکھتے وقت حروف اور ان کی ذیلی شکلوں کے مقامات پر

رسم خط سکھاتے وقت ان تمام باتوں کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ اس

کے علاوہ ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ رسم خط کون سیکھ رہا ہے، جس کی

مادری زبان اردو ہے یا جو دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے اردو زبان

اور اس کا رسم خط سیکھنا چاہتا ہے۔ سیکھنے والے کی عمر کیا ہے۔ کلاس کے بچے

ہیں یا تعلیم یافتہ کے تحت پڑنا یا جیسے بزرگوں کو زبان سکھائی جا رہی ہے

کیا سیکھنے والا تعلیم یافتہ ہے۔ کیا ہندی اسم کی، دوری زبان ہے۔ کیا دو پر وہی ملک باشند ہے یا ہند آریائی زبانوں سے ناواقف کوئی ہندوستانی ہے۔ کیا غالب علم عرب و فارسی زبانوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جس کے تحت ہمیں اپنا رسم خط سکھانے کے طریقہ کار میں تھوڑی بہت تبدیلی کرنی ہوگی۔ یہاں ہم یہ سوچ کر چلتے ہیں کہ ردو رسم سیکھنے والے وہ لوگ ہیں جن کی مادری زبان تو اردو ہے لیکن وہ لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے۔

یہاں رسم خط سکھانے کے مسائل کو چار حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں بنیادی حروف اور اس قیاس کے دوسرے حروف آتے ہیں۔ دوسرے حصے میں حروف اور ماحول کی پابند ان کی ذیلی شکلیں ہیں جو لفظ کے شروع، وسط اور آخر اور آخر میں دوسرے حروف یا ان کی ذیلی شکلوں سے جڑ کر ظاہر ہوتی ہیں۔ تیسرے کا تعلق رسم خط سیکھنے کی مشقوں سے ہے جنہیں ہم پہچاننے، پڑھنے، یاد رکھنے اور لکھنے جیسے ناموں سے پکار سکتے ہیں۔ آخری حصہ رسم خط کی عام معلومات پر مشتمل ہے۔ جیسے حروف تہجی، ابجدی نظام، اوقاف و اعراب، گنتی رقم، تاریخ اور چند مخصوص علامتیں اور نشانات وغیرہ۔

## حصہ اول

بنیادی حروف و ان پر مختلف نقطے اور اعراب لگا کر اس قیاس کی دوسری آراء وں کو ظاہر کرنے کے لیے جو حروف وضع ہوتے ہیں انہیں سکھاتے وقت کچھ اس طرح کی ترتیب ملحوظ رکھی جاسکتی ہے۔





(اس قبیل کے دوسرے حروف یعنی ج، ح، خ، پ، بھی انہیں محسوب کا حلق ہوا)

ن > (آزاد لیا جڑ وال) : (ن) لفظ کے آخر میں  
(جڑ وال) : (خ) لفظ کے شروع اور درمیان میں  
ک > (آزاد لیا جڑ وال) : (ک) لفظ کے آخر میں  
(جڑ وال) : (گ) لفظ کے شروع میں (ال) سے پہلے !

لفظ کے درمیان میں (ازاد) کے بعد  
(ک) لفظ کے شروع اور درمیان میں قی ہو جڑ  
گ کی ذیلی شکلیں بھی دوسرے کے ساتھ (ک، جیسی ہی ہو گی)

و . ۵ > (آزاد لیا) : (و) لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں  
(جڑ وال) : (ر) لفظ کے درمیان اور آخر میں  
(و، ڈ اور ذ) حروف پر بھی انہیں محسوب کا حلق ہو گا،

ر . ۶ > (آزاد لیا) : (ر) لفظ کے شروع درمیان اور آخر میں  
(جڑ وال) : (ز) لفظ کے درمیان اور آخر میں  
(ڈ، ذ اور ژ) حروف پر بھی انہیں محسوب کا حلق ہو گا

۔ ۷ > (و) : لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آزاد لیا جڑ وال  
کسی طرف بھی بسے یہ اپنی اصلی شکل برقرار رکھتا ہے  
البتہ آزادوں کے مطابق اس پر مختلف عرب کا سنا  
ضروری ہو جاتا ہے : جیسے (و، ژ، ذ) (کھوت) !  
(مرو) اور پچھلیت صحت (دوقار) دیر

ی . ۸ > (آزاد لیا جڑ وال) : (ی) لفظ کے آخر میں  
(جڑ وال) : (ای) لفظ کے شروع میں (ح، م، ن) سے  
پہلے و لفظ کے درمیان ی کے ساتھ



۱۱۔ و، ذ، د، ف کے بعد مذکورہ بالا حروف

سے پہلے

۱۲۔ > ایہ لفظ کے شروع میں جیس، مس، مع، ط، ف، ن، ہ

یا اس قبیل کے دوسرے حروف سے پہلے

اور لفظ کے درمیان الف کے بغیر > ا، را، و۔

و۔ کے بعد مذکورہ بالا حروف سے پہلے

> ایہ لفظ کے شروع اور درمیان میں باقی

حروف کے ساتھ

آزاد یا جرّواں : > لفظ کے آخر میں

۱۳۔ > ایہ لفظ کے شروع میں (م، م، ہ) سے پہلے

اور لفظ کے درمیان بغیر الف کے > ا، را

و۔ کے بعد مذکورہ بالا حروف سے پہلے

۱۴۔ > ایہ لفظ کے شروع میں جس، مس، مع، ط،

ف، ن، ہ، یا اس قبیل کے دوسرے

حروف سے پہلے اور لفظ کے درمیان

بغیر الف کے، ا، و، د، ذ، کے بعد مذکورہ

بالا حروف سے پہلے۔

۱۵۔ > ایہ لفظ کے شروع اور درمیان میں باقی

حروف کے ساتھ

آزاد یا جرّواں : > جس، مس، لفظ کے آخر میں

۱۶۔ > ایہ لفظ کے شروع اور درمیان میں

وہی ذیلی شکلیں جس، جس کے ساتھ بھی ہوں گی

- ۵ > (اَزادوں) : (ہ) لفظ کے آخر میں  
 (جڑواں) : (ہر) لفظ کے شروع اور درمیان میں  
 (اَزادوں یا جڑواں) : (ق) لفظ کے آخر میں  
 ۶ > (جڑواں) : (ق) لفظ کے شروع اور درمیان میں  
 (اَزادوں یا جڑواں) : (ک) لفظ کے آخر میں  
 ۷ > (جڑواں) : (خ) لفظ کے شروع میں (ن) مابقی سے پہلے  
 اور لفظ کے درمیان (و) را دو کے  
 ساتھ مذکورہ ہا، حروف سے پہلے  
 : (ز) لفظ کے شروع میں س س م ر ط  
 ن ق یا س قبیس کے دوسرے  
 حروف سے پہلے اور لفظ کے درمیان  
 ۸ و را دو کے بعد مذکورہ ہا، حروف  
 سے پہلے  
 : (ن) لفظ کے شروع اور درمیان میں باقی  
 حروف کے ساتھ  
 ۹ > (اَزادوں یا جڑواں) : (ل) لفظ کے آخر میں  
 (جڑواں) : اس کی ذیلی شکلیں (ن) کی طرح ہی ہوں گی  
 : لفظ کے شروع میں ع کے ساتھ ص ت ی ب  
 ۱۰ و براز یا ا د پ میں  
 او پر نیچے، اور او پر  
 : لفظ کے درمیان میں متعلقہ حروف کے ساتھ ص  
 ترتیب دہر نیچے و را او پر  
 : لفظ کے آخر میں یہ معروضہ نہیں آتی

آواز اور یا جڑوں،

دس) لفظ کے آخر میں

۱۲۔ ص > (جڑوں)

دس) لفظ کے شروع، درمیان میں

دس) اصول کا اطلاق، پر بھی ہوگا

۱ یہ حروف لفظ کی تینوں پریشانیوں میں آتی ہیں

ظ

شکل میں لکھے جاتے ہیں

دس) لفظ کے آخر میں

آواز اور،

دس) لفظ کے شروع میں یا درمیان میں

ج > (جڑوں)

دس) حروف کے بعد

دس) لفظ کے درمیان میں

دس) لفظ کے آخر میں

۱ اردو میں دو قسمی ہے، اکارت کے لیے آسمان

۱۳۔ ص

ہوتی ہے اس لیے یہ مشق آواز کی ناسنگی

کرنے والے حرف کے ساتھ اپنی اصل شکل

میں لکھا جاتا ہے : جیسے تھ، دھ، کھ، ٹھ

تھ وغیرہ

## حصہ سوئم

اس حصے کا تعلق حرف اور ان کی ذیلی شکلوں کو سکھانے کی مشقوں سے ہے۔

مشقوں کی مدد سے طالب علموں سے حروف اور ان کی ذیلی شکلوں کو سکھانے کی

مشق کرائی جاسکتی ہے۔ یہاں میں بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ حروف اور ان کے

جوڑوں کو پس اور پھوٹے پھوٹے لفظوں سے مثال دے کر واضح کیا جائے۔  
 مثالوں میں وہی حروف استعمال کیے جائیں جو پہلے سکھا دیئے گئے ہوں یا اب  
 سکھائے جا رہے ہوں۔ مثالیں ایسے اسماء پر مطلق ہوں جن کے معنی تصویروں  
 سے واضح کیے جاسکتے ہوں تو بہتر ہے۔ یاد رکھنا، پہچاننا، پڑھنا اور لکھنا جیسی  
 مشقوں کی مثالیں ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

### ۱۔ حروف مثال

(الف) یاد رکھنا: (آ، ا، د، ذ) : ا : ا + ا = آ

ل : ل + ل + ل = آل

م : م + ا + م = آم

(جوڑوں) : ا

ل : ل + ا = لا ، لالا

م : م + ا = ما ، ماما

(ب) لکھنا: م + ا + ل : مال ، ا + ا + م = م + ا + م + ا  
 ا + ا + ل : ل + ا + ل : ل + ا + م + ا  
 م + ا + ل : ل + ا + ل

(ج) پہچاننا: لالا ، آم ، ماما ، مان ، آلا ، مالا ، لال ۔

(د) پڑھنا: لالا آ ، آم لا ، مالا آلا لہ ماما مالا لا ، لام مالا لہ ،  
 لالا لال لا ، ماما آلا لا ۔



## ۳۔ حروف: ج چ ح خ

(الف) یاد رکھنا (آزاد لفظ) : ا + ا + ج = آج

ت + ا + ج = تاج

ل + ا + ج = لاج

(بجڑوں) : ج + ا + ل + ا = جال

چ + ا + ل = چال

ح + ا + ل = حال

خ + ا + ل + ا = خال

ب + ا + ج + ا = باجا

(ب) لکھنا: ح + ا + ل = حال ج + ا + ل = جال ت + ا + ل = تال

ب + ا + ج + ا = باجا چ + ا + ل = چال م + ا + ج + ا = مالا

ج + ا + ل = جال ت + ا + ل = تال پ + ا + ج = پاج

ل + ا + ج = لاج م + ا + ل + ا = مال

(ج) پہچانتا: حالت، خال، باجا، چال، تاج، خال، خام، حال، چال،  
آجا، جام، چات، جلا، باج، چاچا،

(د) پڑھنا: خال باجالا، سماج آلا لانا، ہالا آم چاٹے، سماج ساماچانا،

چاچا آم لانا، خال جام لا، لالا خام جام لانا، با باجا، حال چال  
لا، پا پاچا چاچا سا۔

## ۳۔ حروف: ت، ک، گ

(الف) یاد رکھنا (آزاد لفظ) : ت + ا + ک = تاک

ب + ا + گ = باگ  
 ک + ا + ت = کات  
 ک + ا = کا  
 گ + ا = گا  
 ن + ا + ل = نال  
 جڑواں :

(ب) لکھنا: گ + ا + ت + ا = گاتا، ک + ا + ل + ا = کال، گ + ا + ہ + ا = گاہا،  
 ک + ا + ت + ا = کاتا، ج + ا + گ + ا = جاگا،  
 پ + ا + ک + ا = پاگا، ن + ا + ل + ا = نال، م + ا + ت + ا = ماتا،  
 گ + ا + ل + ا = گالا، ک + ا + ل + ا = کال،  
 ج + ا + گ + ا = جاگا، ت + ا + ک + ا = تاک، ج + ا + گ + ا = جاگا،

(ج) پہچانتا: چا + ل + ک، باگ، نال، کال، تاک، پاک، کات،  
 کاتنا، جاگتا، جاگتا، تاکا، گاکا، کاکا،

(د) پڑھنا: پا + پا + چا + ل + ک، با + جاگتا، کال + سا مانا، آ + پا + باگ،  
 نال + پا + نال + ل + ا، لال + ل + ک + باجلا، با + با + باگ، آ + با + ل + ا،  
 اسی نمونے پر باقی حروف کی جگہ کو روپالا حروف کے ساتھ مشقیں تیار  
 کی جاسکتی ہیں۔

۵۔ حروف: د، ڈ، ذ

(الف): یاد رکھنا: (آزادان) د + ا = دا، ڈ + ا = ڈا، ذ + ا = ذال

د + ا + ل = دال، ڈ + ا + ل = ڈال

ذوال - ذال

(جواب) : ب + ذ = ذال  
ذال + ذ = ذال

(ب) کھنا : ذال + ذ = ذال  
ذال + ذ = ذال

(ج) پہچانا : ذال + ذ = ذال  
ذال + ذ = ذال

(د) پڑھنا : ذال + ذ = ذال  
ذال + ذ = ذال

۴۔ حروف : ز ز ز

(الف) یاد رکھنا : ز + ز = ز

ز + ز = ز

ز + ز = ز

(جواب) : ز + ز = ز

ز + ز = ز

ز + ز = ز

ز + ز = ز

(ب) کھنا : ز + ز = ز

ز + ز = ز

ز + ز = ز





م د و د ج = م و ج

م ت د و ا = ت و ا

(ب) لکھتے: مولا، موت، مور، دُور، اُور، لاوا، نھو، وال، ادم، اولاد، دد، آڑو، لو، جوتا، سوتا، گوتا، تو، پالتو۔

(ج) پہچانتا: دو آم لادو، لال والا آملو، آلو اور آڑو لادو  
 دادا بازار جاؤ اور ڈالڈالاؤ، دادا آم دو  
 اور آم لو، جاؤ جاوا لادو، دارا پڑو رکاو رکاو  
 چاچا کالاکا جاو بولو، آپا لال سڑو اور دو آلو لادو  
 (د) پڑھنا: تارا کا بالالادو، دو مانا بالاکو دو، لولا دارا آتا،  
 نال وال ڈورا لادو، بابو پودادو، راجا کا پالتو  
 مور تارا کو دو، ماما بازار جاؤ بارو د لال کاکا کا  
 ٹو، ماما جا لادو، چار پالتو تول دو۔

۸۔ حروف: می، مے، مئے

(الف) یہ درکھنا: لکا زادار: ل = لہ، مہی = ماری، ہ = ہری، پائی = پانی، دے = دے، لے = لے، ڈے = ڈے، ڈھے = ڈھے

م = مہ، مے = مگا، = مہارے گا

پ = ال، مے = لگا، پالے گا

(ب) می = مہ، مے = مگا، مہی = ماری، مہی = مہی

مے = مہی، مہ = مہی، مہی = مہی، مہی = مہی

ج = ال، ل = مہی = جالی

پ = مہ، مہ = مہی = باقی

ے + ک = ایک

ے + ل + ج + ی = اچلی

م + ے + و + ا = میرا

ت + ے + ل = تیں

ک + ا + ل + ے = کالے

ب + ا + و + ج + ے = باجے

ے + س + ا = ایسا

ے + ل + ا = ایلا

ک + ے + س + ا = کیسا

و + ے + س + ا = ویسا

و + ے + س + پ + ے + پے = پئے

(ب) لکھنا: کالی، لاری، اپان، ٹوپی، تیر، کریم، مولی، ییلا،

بالے، لائے، میز، بیٹ، اکیلی، ایک، دے، ایسا،

ویسا، تیرکی، ماسے گا، بے، سے۔

(ج) پہچانتا: لڑکے کے کپڑے میز پر ڈال دو، ہالا کے دادا کا لے

بکسے لائے، آیا ہونی کافی پی ٹو، اپر کا پتہ توٹ گیا،

میرا کو دو آنے کے آم لا دو، ایک ان راور چار بندہ

لا دو، اینڈ کی ایڑی کٹ گئی، نیلے کپڑے اپر کو دے

دو، میرا باج کا ہے، کن رات تازگی تائی آئی۔

(د) پڑھنا: بابا کی تیمارداری کر دو، میرا ڈووانے پر روٹی ہے

تازگی ہالی مالا کو دے دو، میرے دو تلے باجی کو

دے دو، لالا بازار کب چائے گا، میرے لیے بازار

سے کھریٹے آؤ، ایک لڑکے نے دار کو کھال دی کالی رات

آئے گی تو بالاروئے گی۔

۹. حروف : س، ہش، ہ

(الف) یاد رکھنا: (آزادان): آ + س = آس، ا + س = اس، ب + س = بس،

و + س = وس، ل + س = لس،

ش + س = شس،

آ + ہ = آہ، و + ہ = وہ، ا + ہ = اہ، ب + ہ = بہ

(جڑوں) : س + ا + ل = سال

ب + ا + س + ی = باسی

ش + ا + م = شام

خ + ا + م + و + ش + ی = خاموشی

ک + ا + ش = کاش

ہ + ا + ر = ہار

ل + و + ہ + ا + ر = لوہار

م + ہ = مہ

(پ) لکھنا: کیش مش شراب، سفید، سردی، سستی، آسرا، دستک،

اسما، لکیش، سادہ، بہت، ہڑجائی، سال، سیاہ، شبلا،

آہستہ، شال، وٹہ، گناہ

آج پہنچاتا: باہر بارش ہو رہی ہے، سڑک پر شور ہو رہا ہے۔ آسٹا

سارے بادانی ساڑی لے لو۔ باہر دستک ہو رہی

ہے۔ راجا کو گناہ کی سزا ملی ہے۔ سید سے لڑائی مت

کرو۔ بہار کا موسم آیا ہے، خراب مینا سخت گناہ ہے۔ سر

سے منظر پھیٹ لو۔

دو، پڑھنا : اس کی شادی دارا سے ہوگی، شاہد سر کس گیا تو میری  
 اس سے لڑائی ہوگی، اپرا شام کو سارا گویے کر کے گی  
 تاشی نے آشا کو شابی دے دی۔ سارا کا لباس نال ہے  
 نال کی تلاشی لے لو، ہارامی کے پاس ہے، منہ پر ہڈیا  
 لگانے سے ہالا کا رنگ گورا ہوگی، سیارا جا کے  
 آنے پر اس سے پردہ کرنا۔

# ۱۰. حروف: ق، ن، ل، ی

(نکات) یاد رکھنا: کائنات : ب + ز + ق = برقی

س + ا + ق = ساق

و + ن = وٹ، آ، ن - آن

ب + ن = بن، آ، ن - آن

و + و + ن = ہوں، وہ، ہیں

ق + ا + ن = قان، قانون (جڑ وال)

ش + ف + ق = شفق

ن + م + ا + ز = نماز

ن + ی + ل = نیلا

ت + ی + ن = تین

یہ سن کی ذیلی شکلیں بنیادی حرف اب کی ذیلی شکلوں کی طرح ہی ملتی جاتی ہیں۔  
 یہ ہم صورت ۶/۱۱ کے شروع اور دیکھنا میں آئے اور اس کی دوسری ذیلی  
 شکلوں کی طرح بنی رکھا جاتا ہے۔ جیسے یوں، یہاں، کیوں وغیرہ کو ان  
 انگ سے اس کی مشق کرانی چاہیے۔

ی + د = اد = یہاں

د + د = اد = وہاں

ک + ی = ا = کیا

ی + د = اد = یاد

پ + ی = پی = چھوٹی

(ب) لکھنا: یونان، ہونہار، چین، نزدیک، خائش، ہندوستان، سانس، ساقی، رقیب، جنگائی، قربت، کہاں، میاں، یاد، یسین، قیاس، ایندھن، سلیمانی، مشق، قیامت، میان، چین، ایں۔

(ج) پہچاننا: کیا آپ کے خیال میں ہمارے قانون میں خرابی ہے۔ آپ نے ہندوستان کے مشرقی ساحلوں کا دورہ کیا ہوگا۔ آذان کی آواز سن کر وہ نماز کو چلا گیا۔ بارش چین کے قریب ہی رہتا ہے۔ آبیے خائش کی سیر کو چلتے ہیں۔ آپ بڑے نازک مزاج ہیں۔ آسمان پر عشق کے رنگ کتنے حسین لگ رہے ہیں۔ تلوار بیابان میں ہی رہنے دو تو بہتر ہے۔

(د) پڑھنا: یہودی کی لڑکی ایک فلم کا نام ہے۔ چین ایک ہونہار لڑکا ہے۔ ایک دن وہ بڑا آدمی بنے گا۔ گلستاں جو حنا تو جہیں پوری یاد ہوگی۔ قبرستان کے بارے میں آپ نے میاں سے مشورہ کیجیے۔ ہونہار لڑکے قیاسات کی دنیا میں نہیں رہتے۔ دنیا کے قدیم ترین ملکوں میں ایک ہندوستان بھی ہے۔ ہیر کے نیچے اگر چوٹی بھی کاہیتی ہے۔ آندھی میں چراغ تلے کرکٹ کھیلے۔

۱۔ اعراب : زیر ، زبر ، پیش  
(الف) یاد رکھنا : لفظ کے شروع میں :

زبر : آراء ، ابابیل ، ابر ، انداز ، اجل  
زبر : ارادہ ، اسلام ، اتوار ، ان انجیل  
پیش : آہاں ، اڑنا ، ان ، استاد ، آجالا  
لفظ کے درمیان میں :

زبر : سلام ، دستک ، شرک ، مسجد کہاں  
زبر : دلدار ، نب ، کن رہ کن پ ، محفل  
پیش : بنائی ، ولایت ، مسکراہٹ ، سرمد ،  
مستعد ، مسعود

اب ، لکھنا : جنگ ، اجازت ، دل ، اڑنا ، پٹائی ، لب ، اب ، سردی  
اخبار ، مزاج ، سگریٹ ، خوشی ، مبارک ، تمہارا ، اداس  
اڑدھنا ، حوالات ، درخواست ، مجلس ، برداشت ، خبر ،  
سمائی ،

روح (پہچانتا : تم چادر اوڑھ کر سو جاؤ ، بڑوں کا حکم ماننا چاہیے  
تمہارے جسم پر یہ دارغ کیسے ہیں ۔ اس جنگل میں  
بہت سے جانور ہیں ۔ اخبار کے تو اسے تم درخواست  
دے دو ۔ سچ کی سچائی کو برداشت کرنا چاہیے ۔ مغرب  
کی آذان ہو گئی ۔ چلو ہم سب نماز کو چلیں ۔ سورج کی  
چمک سے بچنے کے لیے پشت لگاؤ ۔

(د) پڑھنا : اسمائے جسم پر لال پڑے ہیں ۔ برے کام کا نتیجہ حوالات  
کی سیر ہوتی ہے ۔ کیا تم قلم کے جادو سے واقف ہو سترخ  
مریچ چبانے سے منہ میں آگ لگ جائے گی ۔ سگریٹ

لوشی بڑی چیز ہے۔ چلو بازار سے سودا خرید کر لاتے  
ہیں۔ احمد کے لیے ذرا ماپیں لانا سے سگریٹ پینے کی  
خواہش ہو رہی ہے۔ یار کو سلام دلاؤ کو سلام بڑوں  
پیشہ ارادے توڑتے رہتے ہیں۔ اسما کی سفاوی  
اتوار کو ہے۔

۱۲۔ حروف : م، ن، ط، ظ، ع، خ

(الف) یاد رکھنا: (آزادان) : ج + ر + م = جرم، پ + ر + م = پریم

نم + ر + م = نرم، اند + م = امن

ش + ر + ط = شرط

م + م + پ + و + ط = مضبوط

ش + ع + ا + د + ع = شعاع

م + م + ر + ع + ح = مصرعہ

م + ر + ع = مرغ

س + ر + ا + ع = سرائے

(جڑواں) : م + ب + ا = صبا

م + م + ر + و + ف = مصروف

ش + ع + م = شخص

ض + ب + ط = ضبط

ض + ر + ب = ضرب

ق + ر + م = قرض

ق + ب + م = قبض

ط + ا + و + ر = ظاہر





عصر اور مغرب کی نماز قضا ہو گئی۔ ضامن علی کا تسلیق  
تبلیغی جماعت سے ہے۔

(د) پڑھنا: آسمانے اعظم سے طلاق لے لی۔ شمع جلتی ہے تو پر ہونے  
ضرور آتے ہیں۔ تمہارے بات کرنے کا طریقہ غلط ہے۔  
غالب کی شاعری غزل کی شاعری ہے۔ احمد کے طرزِ لفظ  
غلط ہیں۔ آج مطلع صاف ہے۔ صبا کی سہیلی کا۔ م  
شعاع ہے۔ یہ عبارت بڑی مضبوط بنی ہے۔ مطلوب  
میاں کو شرط لگانے کی عادت ہے۔ خدا مضبوط ارادوں  
کے ساتھ ہے۔ غلامی زندگی کی سب سے بڑی سنت ہے۔

۱۳۔ حروف: بھ، پھ، کھ، تھ، دھ، ڈھ،  
کھ، گھ، ٹھ، ڈھ، (لٹھ، لٹھ، لٹھ)

(الف) یاد رکھنا: (آزادان) : د + و + دھ = دودھ

د + ا + تھ = داتھ

ب + ا + ٹھ = بارٹھ

ل + ا + کھ = لاکھ

(جڑواں) : بھ + ا + ب = بھابی

پھ + و + ل = پھول

تھ + ا + ل = تھالی

پھ + ا + ی = چھائی

تھ + ا + و = تھوڑا

دھ + و + ل = دھول

ڈھ + و + ل = ڈھولک

کھ + و + ل = کھول

گھ + وں + س + ا = گھوٹا

ن + ن + تھ + ا = نتھا

ک + بھ + ی = کبھی

ک + تھ + تھ + ا = کتھا

م + پھ + پھ + ر = پھر

م + تھ + سے = مجھے

م + ن + ج + دھ + ا + ر = منجھار

ع + ل + ی + گ + رھ = علی گڑھ

د + و + لھ + ا = دولہا

(ب) لکھنا: بھاری، پھسلن، دھوپ، تھوک، ٹھاٹ، اچھال، بانکھا، بھیل، کچھ، مگدھ، اڈھنا، پڑھنا، کھیر، گھوٹا، سنگھ، دیکھو، مٹھی، ہاتھ، سانسی، دودھ، دھوپ، کھیل کود، دھڑا، دھڑ، گھاس، سدھنا، بھلی، آٹھ۔

(ج) پہچاننا: کبھی کبھی ادھر بھی آجایا کرو، پھول کھلے ہیں گلشن گلشن۔ ہاتھ جھاڑ کر سٹھی بند کر۔ کیا آپ نے کبھی بھیل کے کباب کھائے ہیں۔ سردیوں میں دھوپ بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ عرب کی کھوپری بہت مشہور ہیں۔ جتنا زیادہ پڑھو گے اتنا ہی اچھا ہے۔ تجھے پھولوں کا لہستہ لادو۔

(د) پڑھنا: سارا دودھ پھیل کر کمرے میں بکھر گیا۔ تمہیں دھوکہ بھانا تو آتا ہوگا، علی گڑھ میں اوپر کوٹ پر کافی چڑھائی ہے۔ یہاں تھوک منہ ہے۔ کیا تم نے ہاتھی میرے سانسی غلم

دیکھی ہے۔ شراب پرچے نہیں کو دیں زیادہ دھیان دیتے ہیں۔ تم اُدھر اُدھر کیا دیکھ رہے ہو۔ آنکھیں دکھانا ایک محاورہ بھی ہے۔ بھابی سے کہو کہ دھوکہ بھانا سیکھ لیں۔ بس نقوڑی دیر بعد ہی دوٹھا آنے والا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ دھوپ میں پھیلیاں مرجاتی ہیں۔

## حصہ چہارم

چوتھا اور آخری حصہ رسم خط سے متعلق باقی تمام معلومات اور باتوں کا احاطہ کرتا ہے۔ مثلاً تشدید، جزم اور تنوین کا استعمال، اردو حروف تہجی، اوقاف و اعراب، حروف کے اعداد و شمار، گنتی اور رقم لکھنے کے طریقے، شمارتج لکھانے کے اصول، اضافت اور عطف، واؤ کا استعمال اور وہ مخصوص نشانات جو اکثر و بیشتر عبارت میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سکھانے کی غرض سے انیس سات پونٹوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اردو حروف تہجی: یہ ۱۹ بنیادی شکلوں (دھ کو تھو ڈھ) پر مشتمل ہے جن پر مختلف نقطے، ان کے جوڑ اور مرکز کا استعمال کر کے ۲۷ حروف درست کیے جاتے ہیں جن کی روایتی ترتیب اس طرح ہے۔  
ا ب پ ت ث س ن ح ط ز ر ڈ ڈھ ڑ ژ س ش ص ض ط ظ ع  
غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ی اے۔

۲۔ اوقاف و اعراب: ان میں سے بعض کا اردو میں لکھنے کا رواج

نہیں ہے۔ ہر حال اوقاف و اعراب کے ذیل میں جو نشان و علامتیں ہمارے یہاں  
استعمال ہوتی ہیں وہ اس طرح ہیں :

وقف	-
لفظی وقف	.
وقف تا نقص	؛
وقف توضیحی	:
علامت استغناء	؟
علامت فجائیہ	!
تادین	" "
توسیع	( )
تجاریہ	-
وقف لازم	-
خط خاتمہ	—
حاشیہ	~
نمبر	—

۳۔ اردو گنتی :- اردو کے ہندسے حسب ذیل ہیں جو انگریزی کی طرح بائیں  
سے دائیں لکھے جاتے ہیں۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰ (الف)
۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	

وغیرہ

دب، لکائی، دھائی، سیکڑہ، ہزار، لاکھ، کروڑ، ارب، کھرب، سسکے وغیرہ  
۴۔ اردو کا ابجدی نظام :- اردو حروفِ تہجی کے ہر حرف پر ایک عدد

کی عددی حیثیت ہے جو ہمارے یہاں عربی سے مستعار ہے، اور جسے کان بکے نام، کسی شخص کے نام اور شاعری کے علاوہ کسی تحریر کے لکھنے کی تاریخ، کسی شخص کی پیدائش یا موت اور کسی تاریخی واقعے وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر بارخ و بیار کو پیچھے جس کے حروف کا عددی شمار ۱۲۱۶ (دہری) آتا ہے یعنی یہ وہ سن ہے جب بارخ و بیار تصنیف ہوئی۔ اردو کا ابجدی نظام بھی آٹھ بے معنی الفاظ سے عبارت ہے یعنی۔

ابجد، ہوز، مٹی، کلن، مسنص، قرشت، ٹنڈ اور ضنطخ

ان لفظوں کے حروف کی عددی حیثیت کو ذیل میں کھجا جاسکتا ہے، اردو میں صمن حروف کا اضافہ ہوا ہے جیسے پچ، ڈ، ٹ، گ وغیرہ۔ انھیں عربی کے بنیادی حروف میں ہی شمار کیا جائے گا۔ باکاری حروف اور تشدید وغیرہ ابجدی نظام میں خارج از بحث ہیں۔

ابجد	ہوز	مٹی	کلن
۱ = ا	۵ = ہ	۸ = ح	۲۰ = ک
۲ = ب	۶ = و	۹ = ط	۳۰ = ل
۳ = ج	۷ = ز	۱۰ = ی	۴۰ = م
۴ = د			۵۰ = ن

سنص	قرشت	ٹنڈ	ضنطخ
۴۰ = س	۱۰۰ = ق	۵۰ = ث	۸۰۰ = ض
۷۰ = غ	۲۰۰ = ر	۹۰۰ = خ	۹۰۰ = ظ
۸۰ = ف	۳۰۰ = ش	۷۰۰ = ذ	۱۰۰۰ = غ
۹۰ = ص	۴۰۰ = ت		

## ۵. اردو رسم خط میں چند مخصوص نشانات اور علامتیں :- اردو رسم خط

میں استعمال ہونے والے نشانات اور علامتوں کو وہ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ اس طرح کی ہے۔  
 الفبا: اس حصے میں ہمزہ، تشدید، جزم یا سکون اور تنوین کو شمار کیا جاسکتا ہے۔  
 آٹھ گل کی تحریروں میں ان کا رواج ختم ہو گیا ہے یا ان کے استعمال میں چند اضافہ ہوئے ہیں۔ ہمزہ کو مصوتوں کے خوشن کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، جیسے پیر، لاؤ، وغیرہ تشدید مصوتوں کے طول کو ظاہر کرتی ہے؛ جیسے پنجا، ابھتی وغیرہ۔ جزم مصیبت کے نکاس کو روکتا ہے؛ جیسے تخت، بزم وغیرہ اور تنوین وندانی مصیبت کا نرم البدل ہے؛ جیسے فوراً، وقتاً وغیرہ۔ ہمزہ عام طور پر مادے کے اختتام پر مصیبت اور تنوین کے ساتھ صروف (۱، ۲، ۳) کے درپہ بھی لگائی جاتی تھی جو عربی طریقۂ استعمال ہے جو اب اردو میں باقی نہیں رہا ہے۔ ہمزہ، جزم، تشدید اور تنوین کی چند مثالیں ذیل میں در خط ہوں۔  
 ہمزہ = جایی، ہوئے، لاؤ، سنائیے، لکھائیں، آئے وغیرہ۔

تشدید = کتا، تیاری، گنا، سید، نقاب، اچھا وغیرہ

جزم یا سکون = بزم، تخت، سرو، نحو، لفظ، سرو وغیرہ

تنوین = فوراً، وقتاً فوقتاً وغیرہ

(ب) : اردو میں کچھ ایسے نشانات اور علامتیں بھی ہیں جو عبارت کو مختصر کرنے، شاعر کے تخلص اور شعر یا مصرعے کو متعارف کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ ان کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

ص : صلی (علیہ السلام) یہ آنحضرت کے نام کے درپہ لگایا جاتا ہے جیسے

محمد ص۔ کبھی کبھی مسلم کا بھی استعمال ہوتا ہے؛ جیسے آنحضرت مسلم۔

رض : (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے صحابہ کے ناموں کے ساتھ استعمال کرتے

ہیں؛ جیسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ، بلال، ابو بکر رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

ج : (رحمۃ اللہ علیہ) : اسکا استعمال اولیائے کرام، مذہبی رہنماؤں اور اہم شخصیتوں کے نام کے اوپر ہوتا ہے ؛ جیسے سرسید، بختیار کاکی وغیرہ۔

کرم : (کرم اللہ وجہہ) : یہ صفت حضرت علی کے نام کے ساتھ مخصوص ہے جو خلیفہ راشد ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ کے داماد بھی تھے جیسے علی کرم۔

م : (علیہ السلام) : قرآن شریف میں جن پیغمبروں کا ذکر آیا ہے، اسے ان کے ناموں کے آگے لگاتے ہیں ؛ جیسے عیسیٰ، موسیٰ وغیرہ۔

ن : اسے کسی شخص کے نام مخصوصاً قلمی نام یا شخص کے اوپر استعمال کیا جاتا ہے ؛ جیسے اسد اللہ خاں غالب، فیض احمد فیض، جوش ملیح آبادی وغیرہ۔

ع : عبارت میں شعر کو متعارف کراتے وقت استعمال کرتے ہیں ۔

ظ : عبارت میں کسی مصرعے کو متعارف کراتے وقت استعمال کرتے ہیں ۔

۱۔ اردو میں پیسے، رقم اور قیمتیں لکھنے کا طریقہ : اردو میں رقم

لکھنے کا طریقہ آج بدل گیا ہے مثلاً پانچ روپے ساٹھ پیسے کو ۵/۶۰ لکھا جاتا ہے۔ روایتی انداز تو یہ تھا کہ اس سے مختلف تھا ؛ جیسے ۵ روپے ۶۰ پیسے ۵ روپے ۶۰ لکھا جاتا تھا۔ اس کی روشنی میں لکھنے کے روایتی طریقے سے واقعیت ضروری ہے اس لیے انہیں لکھنے کی مشق کرانی چاہیے۔

۲۔ اضافت اور عطف : یہ خالص عربی فارسی ترکیبیں ہیں،

جو کثرتِ استعمال سے ہماری زبان کی ساخت کا حصہ بن گئی ہیں۔ اصل کے اعتبار سے



یہ عربی و فارسی الفاظ کے ساتھ ہی اپنی ساخت مکمل کرتی ہیں لیکن اب اردو زبان کے ویسی الفاظ بھی ان تراکیب میں بے دریغ استعمال ہونے لگے ہیں۔ ان کی مشق کراتے وقت طالب علموں کو زیر اور بحیثیت مصدر یا مفعول / و / اور اضافت و عطف واو کے درمیان فرق کو انا ہوگا۔ یہاں بطور رابطہ زیر کا جو استعمال ہوتا ہے اس کی نشان دہی بھی ضروری ہوگی تاکہ رسم خط لکھنے والا زیر، رابطہ اور اضافت کے فرق کو سمجھ سکے۔ اضافت، رابطہ اور عطف واو کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

- (الف) اضافت: درودِ دل، دیوانِ غالب، زیرِ سایہ، نغمِ جگر وغیرہ۔  
 (ب) رابطہ: گلِ سرخ، جنابِ فیض وغیرہ۔  
 (ج) عطف واو: بارگاہِ بہار، دل و دماغ، گل و بلبل وغیرہ۔

اردو رسم خط کی اس بحث کو اوپر چار بنیادی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ بنیادی حروف پر مشتمل ہے جس سے رسم خط یہ لکھنے اور سکھانے والے کو باخبر بنانا چاہیئے۔ دوسرے حصے میں حروف اور ان کی ہر ممکن ذیلی شکلوں سے بحث ہے جنہیں طاکر لفظ ضبط تحریر میں آتے ہیں۔ یہاں اردو حروف تہجی کو حروفِ یونٹوں میں بانٹا گیا ہے۔ یونٹوں کی جو ترتیب رکھی گئی ہے، اُسے چل کر ای کے مطابق رسم خط لکھا یا سکھایا جاسکتا ہے۔ یہ حصہ حروف اور جوڑ میں ان کی کیا ذیلی شکلیں ہوں گی، ان کی جانکاری فراہم کرتا ہے جس سے وقت ضرورت طالب علم لفظ میں حرف کی کہاں کیا شکل ہوگی، باسانی معلوم کر سکتا ہے۔ اس کی مدد سے وہ اپنی غلطی پر بھی قابو پا سکتا ہے۔ تیسرے حصے کے یونٹ دراصل رسم خط لکھنے کے تیرہ سبق ہیں جن میں یاد رکھنا، لکھنا، پہچانتا اور پڑھنا جیسی شخص بھی دی گئی ہیں۔ ہر یونٹ پر کلاس روم میں روزانہ ایک گھنٹہ صرف ہوگا۔ اس طرح طالب علم تیرہ گھنٹوں یعنی تیرہ دن میں اردو کا تقریباً پورا رسم خط سیکھ سکتے ہیں۔

چوتھے حصے کی حیثیت اضافی ضرور ہے لیکن اس کے بغیر طالب علم اردو رسم خط پر مبنی  
 دسترس حاصل نہیں کر سکتے، اس لیے اس چوتھے حصے پر بھی کلاس روم میں انگ سے  
 وقت دینا ضروری ہے۔

---

## مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر نصیر احمد لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ماہرہ شریعت میں ہندوئی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ آ گئے اور وہاں شعبہ اردو و انگریزی کے ساتھ ایم۔ اے کیا۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں لسانیات کے سرانجاموں میں شرکت کرنے کے بعد لسانیات کا حقوق خصوصی پڑھنا لے گئے جہاں دکن کالج کے سینئر آف ایڈوائس اسٹڈیز میں انگریزوں سے بھی لسانیات میں ایم۔ اے کیا۔ "کرشنجی راجھ" کا توفیقی تجزیہ پر تحقیقی مقالہ لکھ کر کے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مشق میں پی ایچ ڈی کے لیے داخل کیا اور ڈگری حاصل کی۔ بیشتر پروفیسری اور مسلم یونیورسٹی میں علیٰ مرتبہ شعبہ اردو اور شعبہ لسانیات میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے اور مشرق سے ہندوستانی زبانوں کے مرکز جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی میں توفیقی اور درس تدریس کے کاموں میں مصروف ہیں۔ اب تک متعدد ایم پی اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کے لیے ان کے زیر نظرانی مسئلے لکھے جا چکے ہیں۔

ڈاکٹر نصیر احمد ادب اور لسانیات کے مختلف موضوعات پر اردو اور انگریزی میں متعدد مقالے اور مقالات قلم بند کر کے انجین قومی اور بین الاقوامی سیمیناروں اور کانفرنسوں میں پیش کر چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ ملک کے علمی و ادبی رسالوں اور مرتب کی گئی کتبوں میں شائع ہوئے ہیں۔ خصوصاً اپنے علمی و تحقیقی مشاغل کی مرض سے لریکے اردو، برطانیہ، فرانس اور یورپ کے دیگر ممالک کے دورے کیے ہیں۔ مشق میں ان کی کتب "اردو کی بولیاں اور کرشنجی راجھ کی علامتی لسانیاتی مطالعہ" کے نام سے شائع ہوئی تھی جو اردو بولیوں پر پہلا باقاعدہ کام ہے۔ یہ کتاب یو۔ پی۔ اردو اکادمی سے افہام حاصل کر چکی ہے۔ انھوں نے بعد میں ترقی اردو بورڈ و وزارت تعلیم و ثقافت حکومت ہند کے لیے "ڈیوڈ کرشنجی کی کتاب" واپٹ ازنگلٹس ٹکس" کا اردو میں ترجمہ کیا اور دہلی اردو اکادمی کے لیے "دہلی میں آزادی کے بعد اردو دانش" کے ایک تفصیلی مقدمے کے ساتھ مرتب کی۔ ان کی دو کتابیں "ہاؤ ٹو لرن اردو اسکرپٹ" اور "اردو ساخت کے نیا ہی عنصر" زیر طبع ہیں اور ایک کتاب "اسلوبیات کا خاکہ" زیر ترتیب ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد جلال کی دلچسپی کے موضوعات میں اردو لسانیات، "اسلوبیات اور تعلیم زبان کے علاوہ اردو بلکشن اور لکچر کا طریق کار خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

پتہ : ۱۰۸، پیچہ ہم آباد، فیو کیس، جوہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی